اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

الحمد للہ کہ این کتاب لاجواب مطبوع طبائع ہر شیخ و شاب رونق بخش زمین و آسمان

مسمیٰ بہ

نور ایمان

مصنفہ

عالیجناب جناب مولانا مولوی ابو الثنا سید خیرات احمد صاحب فاضل گنّا

حسب فرمائش

سید مہدی حسین ترمذی مالک و مہتمم امامیہ کتبخانہ لاہور

مطبوعہ مطبع نول کشور لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ المتادبین بآدابہ اما بعد

آہنگ نیا سو نیا ڈھنگ نیا ہے + قائل ہیں عنادل بھی کہ یہ رنگ نیا ہے

سید علی رضا اور شیخ محی الدین دو خیالی لڑکے پٹنہ کالج میں طالب العلم تھے۔ دونوں لڑکے نہایت مہذب اپنے اپنے مذہب میں پکے انٹرنس کلاس میں ساتھ پڑھتے تھے۔ جب ۱۸۹۴ء مسیحی کے انٹرنس کا امتحان ختم ہوا۔ دونوں لڑکے شام کے وقت بانکی پور کے میدان کی طرف سیر کے لئے گئے۔ اور قریب مغرب آپس میں یوں باتیں کرنے لگے ہر ایک نام کے بعد الفاظ۔ "نے کہا" محذوف ہے

محی الدین:۔ بھائی اقلیدس کے اشکال کتابی کا تو ہم نے جواب دیا۔ مگر افسوس ڈیڈکشن ایک بھی نہ بن سکا۔ بااینہمہ اگر حق تعالیٰ نے الجبرا کے جھونکے سے بچا لیا تو کسی درجے میں ضرور پاس کرینگے۔

علی رضا:۔ میں نے تو دو ڈیڈکشن بنائے ہیں۔ مگر ابھی تک اُن کو جانچا نہیں ہے۔ کہ جواب صحیح ہیں یا غلط غالباً صحیح ہوں۔ الجبرا کے سوالات بیشک

مشکل تھے مگر میں ہر وقت متوقع افضال الٰہی رہتا اَلسعی منّی و الاتمام من اللہ

محی الدین:۔ لو بھائی اب آفتاب غروب ہو گیا میں نماز مغرب پڑھ لیتا ہوں۔

علی رضا:۔ بسم اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔

محی الدین:۔ پھر آپ کب پڑھینگے۔

علی رضا:۔ میں گھر پر پہنچکر اطمینان سے پڑھونگا۔ میری شرع شریف نے طاعت الٰہی کے وقت کو وسیع رکھا ہے۔ میری شریعت میں مغرب کا وقت اس وقت سے نصف اللیل تک ہے یہ بھی ایک آسانی ہے جس کو ہم لوگ اللہ کی رحمت سمجھتے ہیں۔

محی الدین:۔ آپکے مذہب میں آسانی تو بہت ہے مگر ——— کبھی نماز کا وقت گذر جاتا ہے۔ نماز پڑھ لوں تو عرض کرونگا۔ اللہ اکبر . . .

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

علی رضا:۔ لیجئے اب تو نماز سے آپنے فراغت پائی۔ میں مشتاق ہوں۔ کہ مگر کے بعد کیا کہا چاہتے تھے؟

محی الدین:۔ بھائی میں کچھ کہا چاہتا تھا۔ مگر نہ کہنا انسب سمجھتا ہوں۔

علی رضا:۔ کیوں کیوں؟

محی الدین:۔ بھائی خیال ہوتا ہے کہ شاید تم خفا ہو جاؤ مذہبی چھیڑ چھاڑ اچھی نہیں۔ اس قسم کی گفتگو میں جوش آ ہی جاتا ہے۔

علی رضا:۔ استغفر اللہ ربی آپ میرے مزاج سے واقف نہیں۔ میں خفا کیوں ہونے لگا۔ مجھ سے قسم لیجئے۔ کہ اگر آپ گالیاں بھی دینگے۔ تو میں برا نہ مانونگا

آپ اپنے قلب کو دیکھ لیں۔

محی الدین:۔ اچھا تو مَیں بھی قسماً کہتا ہوں۔ کہ تم تہذیب سے بلا نفسانیت جو کچھ کہو گے۔ مَیں بگوش دل سنوں گا۔ اور بُرا نہ مانوں گا۔

علی رضا:۔ تہذیب اور بے نفسی کی شرط بے ضرور ہے۔ انشاء اللہ مَیں احاطۂ تہذیب سے کبھی باہر نہ جاؤنگا۔ بلکہ تم کو اختیار دیتا ہوں کہ جی کھول کر جس بابن میں دل چاہے باتیں کرو اور کوئی دقیقہ اپنے خیالات کا اٹھا نہ رکھو۔

محی الدین:۔ بھئی جزاک اللہ خیرا میں بھی یہی چاہتا تھا۔ کہ تم سے پوست کندہ باتیں کر کے تم کو راہ راست پر لاؤں۔ بلکہ یہ خیال میرے دل میں بہُت روزوں سے تھا مگر تہذیب مانع تھی۔

علی رضا:۔ ضرور ضرور بسم اللہ جو کچھ فرمانا ہو فرمائیے۔

محی الدین:۔ دیکھئے آپ وعدہ فرما چکے ہیں بُرا نہ مانیئے گا۔ میں یہ کہنے کو چاہتا تھا۔ کہ آپکے مذہب میرا ثانی تو ہے مگر آپ کا مذہب ہی کیا ہے؟

آپ کا مذہب شیعہ ہے نہ؟

علی رضا:۔ بیشک شیعہ اثنا عشری ہوں۔

محی الدین:۔ اب آپ ہی غور فرمائیے کہ آپ سا مہذّب سنجیدہ تعلیم یافتہ شخص ایسے مذہب باطل پر قائم رہے؟ یہ بھی کوئی مذہب میں مذہب ہے جس میں گالیاں بکنی جزو مذہب ہو نعوذ باللہ من ذالک اب آپ ہی سے پوچھتا ہوں۔ کہ ایسے مذہب کو جس کی بنیاد ایسی بے تہذیبی پر ہے۔ کون شائستہ قوم پسند کریگی؟

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد ✣ مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

علی رضا: کیا خوب! بھئی مَیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ گالی بکنے کو جزو مذہب شیعہ قرار دیکر اوس مذہب کو بُرا سمجھنا ویسا ہی ہے۔ جیسا یہ کہنا کہ مذہب اسلام خراب ہے کیونکہ نعوذ باللہ انا الحق کہنا یعنی شرک کرنا جزو مذہب اسلام ہے۔ بھئی میرے مذہب کی تہذیب نے تو گانے تک کو حرام کر دیا ہے اور سوائے شریعت کے اور کسی طریقہ کا وجود نہیں ہے۔

محی الدین: کیا شیعے تبرا نہیں کہتے؟

علی رضا: ماشاءاللہ چشم بد دور تبرا کے معنی گالی بکنا آپ نے کس لغت میں ملاحظہ فرمایا ہے

محی الدین: آپ ہی فرمایئے کہ تبرا کے کیا معنی ہیں؟

علی رضا: بھائی تبرا باب تفعل سے آیا ہے اس کے معنی براءت چاہنا ہے۔ یعنی میں فلاں سے دوری چاہتا ہوں یا یہ کہ رحمت خدا کی اوس سے دور رہے

محی الدین: تو بھی کب جائز ہے کہ کسی سے دوری چاہا کریں یا اس کی مذمت کرتے رہیں؟ مَیں تو ایسے فعل کو بالکل وحشیانہ سمجھتا ہوں۔

علی رضا: ہاں ہاں ایسا نہ کہو کیا تم اٹھتے بیٹھتے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہیں کہتے؟ پس غور تو کرو کہ اعوذ باللہ کے کیا معنی ہیں اور رجیم کے کیا معنی ہیں علاوہ اس کے تمہیں معلوم ہے۔ کہ افضل عبادات نماز ہے اور نماز میں پڑھنے کے لئے افضل ترین سورہ سورۂ فاتحہ ہے اس سورہ میں حق سُبحانہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو عبادت کے وقت حق تعالےٰ سے دعا کرنے کی یوں ہدایت فرمائی ہے کہ تم لوگ کہو پروردگارا اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیهِم غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِم وَلَا الضَّالِّینَ یعنی خدایا دکھا تو ہمکو سیدھی راہ یعنی اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے نعمت بھیجی۔ نہ اُن لوگوں کی راہ جن کو تو نے مغضوب کیا اور جو گمراہ ہوئے

کیا اس دعا سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ ہر مسلمان شب و روز پانچوں وقت بُرے گروہ اور بُری جماعت سے دوری چاہتا ہے اور انکو مغضوب اور گمراہ کہتا ہے اگر اسکو نعوذ باللہ تم فعل وحشیانہ سمجھتے ہو۔ تو آج سے سورہ فاتحہ چھوڑ دو یا اس کا اقرار کرو کہ تبرا سب سُنیوں کا جزو مذہب نہ ہو تو جزو عبادت تو ضرور ہے۔

پھر غور کرو اگر یہ دعا اچھی ہے (اور جب کلام حق ہے تو یقیناً اچھی ہے) تو پھر ہم لوگوں کی یہ دعا کیا بُری ہے کہ خدایا چلا ہم لوگوں کو راہ محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اور دُور رکھ ہم لوگوں کو اُن لوگوں سے جو اُن کے حقوق کے غاصبین اور جو اُن کے ظالمین ہوئے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اس دعا میں تم کو بھی شریک ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی نعمت پانے والے تو یقیناً محمد و آل محمد صلواۃ اللہ علیہم ہیں لیکن مغضوبین اور ضالین اور غاصبین اور ظالمین کون ہیں اس کو علم الٰہی پر چھوڑ دو۔

مَیں تو پکار کر کہتا ہوں کہ جو معنی تبرا کے مَیں نے ابھی تک بیان کئے ہیں اُس معنی میں تبرا جزو مذہب اسلام ہے۔

محی الدین:۔ قہہ قہہ قہہ بھائی قصور معاف سڑی ہو تو آپ سا! تبرا اور جزو اسلام! آپ بھی کیا بے تک ہانکتے ہیں۔

علی رضا:۔ سڑی کہنے کا آپ کو اختیار ہے۔ لیکن ہے یوں ہی۔ جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ بلکہ میں اب اور دعوے سے کہتا ہوں کہ جھوٹوں سے انکار اور سچے کا اقرار کرنے کے اعتبار سے تبرا جزو اسلام کیا معنی جزو اعظم اور رکن اول اسلام ہے۔

محی الدین:۔ پس خدا کے لئے چُپ بھی رہیئے ایسی ایسی مہملات باتیں اپنے

والوں کو سنایئے ۔ میرے سامنے ایسے بڑے بول کا کیا نفع ہے ؟

علی رضا:۔ بہت خوب ذرا آپ اپنی زبان مبارک سے کلمۂ طیب تو ارشاد فرمایئے

محی الدین:۔ لیجئے سُنئے کون مسلمان ہے جو ہر وقت اسکا مقر بالقلب و باللسان نہیں ہے ؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ جو شخص اس کلمۂ پاک کا اقرار قلب اور زبان سے نہ کرے وہ مسلمان نہیں ۔

علی رضا:۔ خدا آپ کا بھلا کرے ! آپ ذرا کلمہ لاالٰہ الاّاللہ (یعنے نہیں ہے کوئی خدا لیکن خدائے واحد) پر غور تو فرمایئے کیا اس کلمہ پاک کے الفاظ لاالٰہ سے یہ بات نہیں نکلتی ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے شرط اول یہ ہے کہ پہلے کل جھوٹے خداؤں سے انکار یا تبرّا کرے اور تب اللہ پاک کا اقرار کرے اور کہے کہ کوئی خدا نہیں ہے ۔ مگر اللہ پاک کیا اس کلمہ پاک سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ کل جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں سے فقط قلباً نہیں بلکہ زبان سے بھی انکار یعنی تبرّا کرنا واجب ہے ۔

اگر ایک شخص عمر بھر تک اللہ اکبر کہتا رہا ہو ۔ لیکن کبھی اس نے لاالٰہ الاّ اللہ کا اقرار بالقلب وباللسان نہ کیا ہو ۔ تو اُس کے مسلمان ہونے میں شک ہے کیونکہ اس بات کا شک رہ جاتا ہے کہ فرعون و شدّاد کا مُنکر تھا یا نہ تھا ۔ اگر اُن کے جھوٹے ہونے کا ایمان نہ رکھتا تھا ۔ یا اون کو سچا خدا سمجھتا تھا ۔ تو یقیناً کافر تھا ۔ پس جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں سے انکار کرنا اور اُن سے تبرّا کرنا جزو اول ایمان و اسلام ہے ۔ اس لئے میں کہتا ہوں ۔ کہ اسلام کا پہلا رکن اور اس کے بنیاد کی پہلی اینٹ تبرا ہے ذرا آپ اپنے مولوی صاحب سے پوچھیئے تو کیا ایک سُنّی یوں کہتا تھا ۔ آپ کیا فرماتے ہیں ؟

محی الدین:۔ انکار کرنا بات اور ہے اور تبرا بات اور ہے اس کلمہ میں تبرا کہاں ہے مجھ کو تو اس لفظ سے خلقی نفرت ہے۔

علی رضا:۔ یہ تو آپ لفظی تکرار کرتے ہیں۔ انکار کرنے اور تبرا کرنے کے معنی تو حقیقۃً ایک ہی ہیں لیکن اگر آپکو یہی ضد ہے تو خیر ذرا کلمہ رد شرک کو تو یاد فرمائیے

محی الدین:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ اَنۡ اُشۡرِکَ بِکَ شَیۡئًا اَنَا اَعۡلَمُ بِہٖ وَ اَسۡتَغۡفِرُکَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ بِہٖ تُبۡتُ عَنۡہُ وَ تَبَرَّاۡتُ مِنۡ اَنۡ اُشۡرِکَ وَ بِمَعَاصِیۡ کُلِّھَا۔ خلاصۂ ترجمہ خدایا میں پناہ مانگتا ہوں۔ اس بات سے کہ تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانوں اور استغفار کرتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں اور تبرا کرتا ہوں شرک اور جمیع عصیان سے

علی رضا:۔ اے لیجئے تسلیم! اس کلمۂ پاک میں تو تبرا تک مذکور ہے کیا اب بھی آپ فرمائیں گے۔ کہ اس لفظ سے آپ کو خلقی نفرت ہے؟ اور اگر ایسا کہئے تو کیا آج سے نعوذ باللہ اس کلمۂ پاک کا پڑھنا چھوڑ دیجئے گا؟ اس تقریر کو سن کر محی الدین دیر تک ساکت رہا۔ اور جب کچھ جواب نہ چلا تو اس تقریر سے کترا کر کہنے لگا۔

محی الدین:۔ مگر کسی فرد بشر پر لعنت کرنا کب جائز ہوگا۔

علی رضا:۔ بھائی لعنت اور ہے اور گالی اور ہے۔ پس اب یہ تو فرمائیے کہ گالی بکنے کو آپنے شیعوں کا جزو مذہب قرار دیا تھا۔ وہ کس دلیل سے ہے؟

محی الدین:۔ یہی لفظ لعنت کہنے سے کیونکہ یہ گالی نہیں ہے تو کیا ہے؟

علی رضا:۔ خدا کے لئے یوں بے دھڑک نہ بول اٹھو یہ لفظ تو قرآن میں سیکڑوں جگہ ہے پس معاذ اللہ کہ کیا تم کہوگے کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہے

محی الدین:۔ قرآن پر تو میرا ایمان ہے اور تہذیب کا اُس پر خاتمہ ہے۔ مگر بھائی

مَیں نے سُنا ہے کہ جاہل شیعے فحش گالیاں بھی بکتے ہیں۔

علی رضا:۔ جو ایسا کرتے ہیں حرام کرتے ہیں۔ مگر اُس سے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا۔ دیکھو ہندوستان کی شادیوں میں کسقدر گالیوں کی بھرمار ہوتی ہے لونڈیاں ہیں کہ گلے پھاڑ پھاڑ کر فحش بکے جاتی ہیں۔ رنڈیاں الگ گالی گاتی ہیں اس پر انعام پاتی ہیں۔ سالے بہنویوں میں کس قدر پھکڑ چلتی ہے مگر کیا کوی یہ کہہ سکتا ہے کہ عقد نکاح جو سُنت نبوی ہے بذاتہ بُری چیز ہے کیونکہ اُس تقریب میں گالیاں بکثرت استعمال کیجاتی ہیں یا یہ کہ گالی جزو عقد نکاح ہے۔

محی الدین:۔ یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے

علی رضا:۔ تو پھر اب تو یہ نہ کہوگے کہ گالی بکنا شیعوں کا جزو مذہب ہے۔ یا تبرّا اور گالی ایک چیز ہے۔

محی الدین:۔ بیشک اب میں یہ نہ کہونگا۔ کہ گالی بکنا شیعوں کا جزو مذہب ہے مگر کسی پر لعنت کرنا عام اس سے کہ اس کے معنی گالی ہوں یا نہ ہوں کیونکر جائز ہوسکتا ہے اس میں تو بے تہذیبی کوٹ کوٹ کر بھری ہے بلکہ نرا بیہودہ پن ہے۔

علی رضا:۔ ہاں ہاں ایسا نہ کہو۔ حق تعالےٰ نے قرآن شریف میں نافرمانوں پر برابر لعنت کی ہے۔ افسوس کہ اس وقت مُجھے پارہ اور سورہ یاد نہیں ہے ایک جگہ کسی قوم پر لعنت خُدا اور ملائکہ اور سائر ناس اجمعین بھی فرمایا ہے مگر جملہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین تو زبان زد خلائق ہے پس کیا تم کہوگے کہ معاذاللہ حکم خُدا اور قول خُدا میں کوٹ کوٹ کر بے تہذیبی بھری ہے؟ تم تو ابھی کہتے تھے۔ کہ قرآن پر تہذیب کا خاتمہ ہے اور جب خُداوند عالم نے آدمیوں کو لعنت کی اجازت دی تو

معاذاللہ کیا تم کہو گے کہ حق تعالیٰ نے بیہودہ پن کی تعلیم فرمائی۔

محی الدین:۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ واقعی یہ کلمہ قرآن میں بہت جگہ واقع ہؤا ہے۔ اور وہ آیت جس کا تم ایما کرتے ہو۔ غالباً یہ ہے جو سوۂ بقر پارہ سیقول میں واقع ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ہ

علی رضا:۔ بھئی جزاک اللہ خیرا میں یہی کہا چاہتا تھا۔ علاوہ اسکے سورۂ مائدہ پارۂ ششم میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ہ یعنی بنی اسرائیل میں جن لوگوں نے کفر کیا۔ اُن پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے لعنت کی۔

اس آیت میں حق تعالےٰ جلشانہ نے حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کے کفار پر لعنت کرنے کو نہایت رضامندی سے ذکر فرمایا ہے پس لعنت کرنے کو بیہودہ پن کہنا تو انبیاء اولوالعزم پر الزام لگانا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ پھر سنئے کہ پارۂ سیزدہم سورۂ رعد میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ہ یعنی جو لوگ توڑتے ہیں اقرار اللہ کا پکا کرنے کے بعد اور فساد کرتے ہیں ملک میں اُن کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لئے برا گھر ہے۔ پس اگر کوئی شخص کہے۔ کہ مفسدوں پر لعنت ہے۔ تو حقیقۃً وہ قرآن کا ترجمہ پڑہتا ہے اور اگر کوئی

شخص کہے کہ فلاں شخص نے ملک میں فساد کیا ہے۔ اُس پر لعنت ہے۔ تو اُس کہنے میں وہ حقیقۃً آیت قرآنی کی تصریح کرتا ہے پس میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آیت قرآنی کے معنی پڑہنا یا اُس کی تصریح کرنا خلاف تہذیب یا بیہودہ پن کیوں ہوگا؟

اور اگر اسقدر کہنے کے بعد بھی حضرات سنت جماعت کا یہی مذہب ہو کہ لعنت اور گالی ایک چیز ہے تو اُن کا یہ مذہب بھی ضرور ہوگا کہ قرآن گالیوں سے بھرا ہوا ہے کیونکہ قرآن مجید میں یہ لفظ بکثرت موجود ہے۔ اس صورت میں قصو معاف ایک شعر مجھ سے بھی سن لیجئے۔ **شعر**

قرآں بمذہبے کہ باشد دشنام ✤ مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

پس اب مَیں پھر آپ سے پوچھتا ہوں کہ مستحق لعنت پر لعنت کرنا خلاف تہذیب یا بیہودہ پن تو نہیں ہے۔

محی الدین:۔ بھئی ذرا چپ ہو جاؤ سُنو گھنٹہ بجتا ہے ایک دو تین چار پانچ چھ سات آٹھ گجر لائے لو سُنا آٹھ بج گئے۔ اب چلو سویرے کھا پی کر آرام کریں آج امتحان سے فراغت ہوئی ہے آج بارے نظیر وا کے تین بجے جگانے سے نجات ملے گی۔

علی رضا:۔ بہتر ہے چلو مجھے بھی مغربین پڑہنی ہے بہت دنوں کے بعد آج باتیں کرنے کی آزادی ملی ہے تمہارا مکان قریب ہے۔ چلو آج وہیں شب بسر کریں۔

محی الدین:۔ چشم ماروشن دل ماشاد۔

اس کے بعد دونوں صاحبزادے اور اَور باتیں کرتے محی الدین کے مکان پر آئے۔علی رضا نے مغربین پڑہی اور محی الدین نے عشا پڑھ کر علی رضا کے ساتھ کھانا نوش کر کے گیارہ بجے دونو سو رہے۔جب تین بجے۔

محی الدین:۔ بھائی علی رضا جاگتے ہو۔

علی رضا:۔ ہاں بھائی جاگ رہا ہوں۔تین مہینے سے جو اسوقت جاگنے کی عادت ہوگئی تھی۔بیساختہ اپنے وقت پر آنکھ کھُل گئی۔

محی الدین:۔ اور دیکھئے روزانہ کیا دق کرتا تھا۔آج نظیروا کا کہیں پتا نہیں کیا خراٹے لے رہا ہے۔

نظیروا:۔ نہ سرکار ہم ہون جاگے ہیں۔

محی الدین:۔ بھائی علی رضا میرے لئے تو تمہاری آج شام کی باتیں نظیروا کا کام کر رہی ہیں۔میرے ذہن میں ایک مدت سے یہ پیچیدہ ہے کہ کوی بُرا ہے یا بھلا ہے اپنے لئے مجھے کیا میں کیوں اوس کو بُرا کہوں ؟ مگر تمہارے یاد دلانے سے اب جو خیال کرتا ہوں تو واقعی مستحق لعنت پر حق تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔پھر مجھے کلام کیا لیکن بھئی میں کیا کروں خدا معاف کرے مجھے تو ابھی تک کچھ اپنی ہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

علی رضا: مستحق لعنت پر تو سب نے لعنت کی ہے اور یہ ایک بات فطرتی ہے۔کہ جب کبھی ظالم کا ذکر آجاتا ہے تو خود بخود نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ دیکھو چنگیز خان وغیرہ وغیرہ ظالموں کا جب نام آجاتا ہے۔قلب بیساختہ بے چین ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے طرفہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے تمہیں ایام طفولیت میں یہ فقرہ سکھایا تھا

اون کے افعال کو خیال کرو کہ شیعوں کو کیا کچھ نہیں کہتے ہیں۔ کیوں وہ اس قول پر عمل نہیں کرتے کہ شیعے بُرے ہیں یا بھلے اپنے لئے ہمیں کیا ہم کیوں اُن کو بُرا کہیں؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ جس وقت تبرّے کا مذکور ہوتا ہے۔ اوسوقت سررشتۂ سخن ایسے اشخاص کیطرف رُخ کئے رہتا ہے۔ جن کو تم معصوم اور اپنا پیشوا سمجھتے ہو اور اس وجہ سے اپنے زعم میں بمقابلہ آیہ کریمہ کے اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہو۔ ورنہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت سے صبح تک جب روئے سخن پھیر دیا جائے گا۔ تو جس کو مستحق لعنت تم سمجھو گے۔ اوس پر تم خود لعنت کرو گے

محی الدین:۔ اگر یہ صحیح ہو تو بھی میرا خیال یہ ہے کہ صحابۂ کرام۔

علی رضا:۔ بس معاف! یہاں پر صحابۂ کرام سے کوئی بحث نہیں ابھی تو

بات کاٹکر:۔ اون لوگوں سے بحث ہے۔ جن فریقین بُرا کہتے ہیں۔

محی الدین:۔ ارے نظیروا! پانی لا وضو کریں نماز کا وقت قریب ہے۔

نظیروا:۔ ابھی سو رہو بابو ابھی رات بہت ہے۔ جب سیٹھ جی کی مسجد میں اجاں ہُوی ہے تب پڑھیو۔

علی رضا:۔ کون سیٹھ۔

نظیروا:۔ کریمن سیٹھ

محی الدین:۔ ہائے رے کم بخت یہ صبح صبح کس کم بخت کا نام لیا بس اب آج دن بھر کا خدا حافظ ہے ایک مرتبہ اس مردود کا نام صبح کے وقت اسی لونڈے نظیروا نے لیا تھا۔ اوسکا نتیجہ یہ ہُوا تھا۔ کہ دو گھنٹہ تک بنچ پر کھڑے رہے تھے۔

علی رضا:۔ آخر یہ ہے کون شخص؟

محی الدین:۔ بڑا مردود لعنتی ہے۔ بخیل ایسا لاکھوں روپیہ کی دولت گھر میں موجود تب بھی چنے پر اوقات صورت دیکھو۔ تو سمجھو کہ درگاہ کا فقیر ہے

علی رضا:۔ اے لیجئے تسلیم اب بھی آپ فرمائیں گے۔ کہ مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں آپکی اپنی رائے کو خداوند عالم کے قول پر ترجیح ہے۔ خیالی مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں جب زبان آپکی یوں تیز ہے تو واقعی مستحق لعنت پر لعنت کرنے میں آپ کی زبان کہاں کی تہذیب حاصل کرے گی؟

محی الدین:۔ واہ وا یہ کوئی مذہبی بات ہے؟ یہ تو معمولی فقرہ ہے۔ جو ہر شخص کہتا ہے اس کو مذہب سے کیا علاقہ؟

علی رضا:۔ بھائی خدا کے لئے ذرا غور کرو بیچارہ سیٹھ اپنے نفس کے لئے جو کچھہ ہو تمہارا عملاً اُس نے کچھہ بگاڑا نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ کم سے کم ایک مسجد اُس نے بنوائی ہے۔ اوس کو تم نے خیالی وسوسہ پر اسقدر صلواۃ سنادی۔ کیا ممکن نہیں ہے کہ تم اپنے قصور سے بنچ پر کھڑے ہوئے ہو۔ پس خیالی امر پر تو تم کو اسقدر غصہ ہے اب کہو کہ تمہارا کیا حال ہوا اگر اس وقت خدانخواستہ وہی سیٹھ تمہارے امتحان کے جواب کے کاغذوں کو پرنسپل کے بکس سے نکال کر جلا دیوے؟

محی الدین:۔ تو یہ نام ہی کا اثر ہے یا کیا کہ تمہارے زبان سے ایسا منحوس لفظ نکلا؟ ارے بھائی اگر وہ ایسا کرے۔ تو اس روز یا سیٹھ نہیں یا ہم نہیں

علی رضا:۔ اور اگر تم اُس کو نہ پاؤ یا وہ مر جائے؟

محی الدین:۔ رات دن کم بخت کو بددعا کریں۔ ہاں ہم تمہارے انداز کلام کو سمجھہ گئے۔ بھائی بات یہ ہے کہ ہم جو بددعا کریں گے۔ اس کو بھی اپنے

نفسانیت پر محمول کریں گے۔

علی رضا:۔ بھئی میری مشکلوں کو تم کیونکر سمجھو گے۔ غور کرو کہ اللہ رسول ملائکہ کی سند کافی نہیں اب ہم کو صرف تمہاری عادات سے اپنا دعویٰ ثابت کرنا ہے اُس کو بھی تم نے اپنی نفسانیت پر ٹالا خیر بہرکیف اب مَیں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے جواب کے کاغذوں کو سیٹھ جلاوے تو تمہارا غصّہ فطرتی ہوگا۔ ذرا غور تو کرو کہ اگر تمہارے سامنے لشکر یزید خیمۂ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کا جلاتا تو اوس کے ساتھ تم کیا کرتے۔

محی الدین:۔ ایک کا بھی سر بدن پر نہ رکھتے یہانتک کہ خود کام آتے۔

علی رضا:۔ کیوں؟ اُنھوں نے جو کیا اپنے لئے آپ کا کیا بگاڑا؟

محی الدین:۔ واہ آپ بھی کیا سیدھے ہیں! شیعہ کہلاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اُنھوں نے کیا بگاڑا ارے بھائی اُن کے ظلم سے تو

افسوس کہ کربلا میں گھر زہرا کا ٭ ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

علی رضا:۔ آپ نے فرمایا کہ اگر معرکۂ کربلا میں آپ رہتے تو لشکر یزید کا سر کاٹ لیتے لیکن اب تو وہ نہیں ہیں اب آپ کیا کریں گے؟

محی الدین:۔ اب کیا کرینگے؟ کچھ نہ کرینگے۔ سکوت کرینگے۔

علی رضا:۔ کیا آپ چاہیں گے۔ کہ وہ سب کے سب بہشت میں داخل کر دیئے جائیں؟

محی الدین:۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اگر وہ لوگ بہشت میں جائیں تو دوزخ کس کے لئے ہے؟

علی رضا:۔ تو کیا آپ یہ دعا نہ کرینگے کہ خدایا یہ لوگ تیری رحمت سے دور

رہیں یا یہ کہ خدایا تو ان پر عذاب نازل کر؟

محی الدین:۔ کیوں نہیں؟ ہر وقت و ہر آن دل و جان سے

علی رضا:۔ بس بھائی تبرّا یہی ہے اور لعنت کا مقصد یہی ہے

محی الدین:۔ ذرا ٹھہر جائے اگر یہ تبرّا ہے تو میں پھر کہونگا کہ اس کی کیا ضرورت اس سے تو بہتر درگذر کرنا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ

علی رضا:۔ تب میں کہوں گا۔ کہ اگر آپ معرکہ کربلا میں ہتے۔ تو کبھی لشکر یزید کا سر قلم نہ کرتے۔ اُس وقت بھی آپ کہتے کہ اس سے تو بہتر درگذر کرنا ہے۔ آیہ کریمہ کے استدلال میں آپ اپنے کو بھول گئے۔ احکام خدا اور اقوال خُدا سے تو ابھی علیحدہ بحث ہے۔ باایںہمہ بھائی غُصّے کا تحمّل کرنا اور بات ہے اور انصاف چاہنا اور بات ہے۔

غضب ہے کہ کوئی شخص معاذاللہ خانہ کعبہ کو ڈھائے نبیؐ کا گھر مٹائے۔ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بے گناہ قتل کرے اور ہم اس کی داد بھی خُدا سے نہ چاہیں! یہ بھی نہ کہیں کہ خُدایا ان لوگوں نے ہمارے پیشوا پر سخت ظلم کئے ہیں۔ ان کے ساتھ عدل کر ان پر عذاب نازل کر۔ ان کو اپنی رحمت سے دور رکھ یہ بھی نہ کہیں کہ خُدایا مجھے ان سے دُور رکھ بروز محشر مجھ کو ان کے سایہ سے بچا! میں ان سے دوری چاہتا ہوں!

محی الدین:۔ لیکن تمہاری دعا یا بد دعا کی کیا ضرورت ہے۔ خداوند عالم تو ان کی سزا خود کرے ہی گا؟

علی رضا:۔ تو معرکہ کربلا میں ان کے سر کاٹنے کی تمہیں کیا ضرورت تھی وہ تو آخر ایک روز مرتے ہی؟

محی الدین:۔ سچ ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت بھی ہم سکوت بہتر تھا۔

علی رضا:۔ اے معاذ اللہ! شمر ذی الجوشن حضرت امام حسین علیہ السّلام کی گردن پر خنجر پھیرے اور تم تماشہ دیکھو اور اس پر بھی بروز محشر جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ والہ وسلم سے مُنہ دکھانے کا حوصلہ رکھو!!

محی الدین:۔ اَستَغفِرُ اللہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّاَتُوبُ اِلَیہِ! بھائی علی رضا خُدا نخواستہ میں ایسا بے دین نہیں ہوں۔ کہ قتل حضرت امام حسینؑ گوارا کروں میں یزید اور لشکر یزید پر ہمیشہ لعنت کرتا ہوں۔ اور ہر وقت دعا کرتا ہوں۔ کہ خُداوند عالم ان ملاعین کو اسفل السافلین میں جگہ دے۔ اس وقت جتنی باتیں ہوئیں۔ وہ صرف تمہاری جودت طبع کی آزمائش کے لئے ورنہ میں بندۂ ناچیز اور حق تعالیٰ جلشانہ کے احکام و اقوال میں دخل! نعوذ باللہ من ذالک!! واقعہ کربلا کا داغ تو میرے دل سے قیامت تک نہ مٹے گا اُس معرکہ میں ہوتا تو جو کچھہ کرتا اس کا خُدا عالم علیم ہے۔ اس وقت اتنا تو ضرور کہونگا کہ جو ان ملاعین سے نفرت نہ رکھے۔ اس کے ایمان میں خلل ہے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ تم نے میری انتہائے درجہ کی ہٹ دھرمی پر بھی میری تسکین کر دی۔ سچ ہے کسی کو قتل کرنا ایک قسم کی عقوبت ہے۔ پس جب اس وقت ہم اُن ملاعین کی عقوبت کی دعا سے بھی دریغ کرینگے۔ تو معرکۂ کربلا میں اُن سے جہاد کرنے کا دعوے

بالکل زبان آرائی ہے!

علی رضا:۔ لیجئے تو پھر اب تو یہ نہ کہئے گا۔ کہ کوئی بُرا ہو یا بھلا ہو۔ اپنے لئے ہم اُس کو بُرا کیوں کہیں۔

محی الدین:۔ ہرگز نہیں ہ اب میرے دل میں ذرا شک نہیں ہے کہ مُستحق لعنت پر ہر شخص لعنت کریگا۔ جیسا شیطان کو رجیم اور یزید کو لعین کہتے ہیں مگر اس سے آپ ہرگز یہ نہ سمجھئے گا کہ نعوذ باللہ صحابۂ کرام۔

علی رضا:۔ پھر صحابۂ کرام ؟ بھائی تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟

بات کاٹ کر

یہ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟

تمہارا ذہن اُس طرف کیوں دوڑ جاتا ہے ؟

محی الدین:۔ بھائی جھگڑے کی بات تو وہی ہے۔

کریمن سیٹھ کی مسجد کا مؤذن:۔ اللہ اکبر اللہ اکبر......... اَلصَّلوٰۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ ط الی آخرہ

علی رضا:۔ لو اُٹھو نماز پڑھ لو۔

دونو صاحبزادوں نے اپنے اپنے طریقے پر نمازیں ادا کیں اور مصلحت کے بعد ناشتے چلئے کے ٹھہری اُس کے بعد علی رضا اپنے گھر گئے اور شام کے وقت بانکے پور کے مَیدان میں پھر ملے۔ بعد صاحب سلامت کے پہلے اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں پھر

محی الدین:۔ مَیں نے اپنا خیال جس پر مجھے یقین کامل ہے آپ پر ظاہر

کردیا۔ اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ صحابۂ کرام کی عزت و وقعت میں کوئی شخص مطلق حرف نہیں لاسکتا۔

علی رضا:۔ یہ بحث بڑی طویل ہے ہزاروں کتابیں تصنیف ہوئیں سیکڑوں مناظرے ہوے۔ مگر کوئی فریق اپنی جگہ سے نہ ڈگا۔

محی الدین:۔ تو کیا اس کا تصفیہ ناممکن ہے؟

علی رضا:۔ میرے نزدیک تو محض آسان ہے۔ انصاف شرط ہے۔

محی الدین:۔ بسم اللہ فرمائیے مگر یہ یاد رہے کہ حضرات صحابۂ کرام یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیسے جاں نثار دوست حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے کیسی کیسی معرکہ آرائی کی ہے اور کس قدر مذہب اسلام کو رونق دی ہے۔

علی رضا:۔ انشاء اللہ تعالے میں کسی امر کو فروگذاشت نہ کرونگا ان کو تو میں محض فروعی امر جانتا ہوں مگر میں اس سوچ میں ہوں کہ کس اصول پر تم سے گفتگو کروں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تم کسی اصول پر قائم نہ رہوگے۔ اور اُس وقت مجھے بہت دقت ہوگی اگر کہو تو تمہاری باتوں کا جواب شروع کردوں۔

محی الدین:۔ نہیں! تمہارا جس طرح جی چاہے باتیں کرو مجھے تو دیکھنا ہے کہ تم کیونکر چاند پر خاک ڈالتے ہو۔ اور ایسے ایسے اظہر من الشمس امور سے کیونکر گریز کرتے ہو۔

علی رضا:۔ سُنو میں خیال کرتا ہوں کہ سُنّی شیعے کے قضئے کا دار و مدار امر خلافت

پر ہے اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی صحیح تھی اور وہ حضرات خلفاء برحق تھے۔ تو مذہب شیعہ کچھہ بھی نہیں لیکن اگر خلافت صحیح نہ تھی۔ تو انصاف تو اسکا مقتضی ہے کہ میری طرح تم بھی کہو کہ مذہب سُنی کچھہ بھی نہیں لیکن مَیں اپنی بحث میں تمہیں وسعت دونگا یعنی تمکو موقعہ دونگا۔ کہ تم خود اُن امور کو خلفاء کی تائید میں پیش کر کے دیکھ لینا کہ وہ کہاں تک اونکی حفاظت کرتے ہیں اور کیونکر خلافت ناحق کو برحق کر دیتے ہیں۔

محی الدین دلمبین:۔ اللہ اکبر ان حضرت نے تو بنیاد ہی نئی ڈالی ہے ابلے دل تو اپنے اعتقاد میں کامل رہ اور ہوشیار ہو جا۔

محی الدین زبانسے:۔ اس اصول میں مجھے کلام نہیں۔

علی رضا:۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ خلافت حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کیا مراد ہے آیا اس سے مراد امور سلطنت کے لئے تخت نشینی ہے جیسے ہمایوں کے تخت پر اکبر اور شاہجہان کے تخت پر اورنگ زیب؟ یا اس سے یہ مراد ہے کہ جس کام کے لئے خداوند عالم نے رسول مقبول کو بھیجا اس کی نیابت کے لئے؟ یعنی حق تعالےٰ کے احکام پہنچانے اور پھیلانے کے لئے × خدا کی سچی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے × نور ایمان چمکانے کے لئے حق اللہ و حق العباد بتانے کے لئے × منہیات سے بچانے کے لئے وغیرہ وغیرہ؟

محی الدین دلمبین:۔ انصاف تو یہ ہے کہ امور آخر کے لئے لیکن یہ حضرت تہ سے چلتے ہیں تو مجھے بھی تہ سے چلنا چاہیئے۔

محی الدین زبانسے:۔ بھائی مَیں تو سمجھتا ہوں۔ کہ دونوں کام کے لئے۔

علی رضا:۔ ہاں آپکی یہی رائے ہے تو بہتر × غالباً اس امر میں ہم سے تم سے

اختلاف نہ ہوگا۔ کہ اگر رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں کسی کو اپنا جانشین اور وصی کیا ہو۔ تو بیشک وہی مستحق خلافت تھا۔ کیونکہ ایسا امر عظیم حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر حکم خداوند عالم کے صرف اپنی رائے سے ہرگز نہ کیا ہوگا۔ پس اگر بحکم خدا وصیت کی اور کسی کو اپنا جانشین قرار دیا تو کس کی مجال ہے کہ اُسکے خلاف زبان کھولے۔

محی الدین:۔ لاریب فیہ کیا مجال۔

علی رضا:۔ شیعے تو وصیت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم ربانی آیت قرآنی سے بحق جناب امیر علیہ السلام ثابت کرتے ہیں۔ تمہارے یہاں کوئی حدیث ایسی ہے کہ اصحاب ثلثہ میں سے کسی کی خلافت کے لئے جناب رسول مقبول صلعم نے وصیت کی تھی؟

محی الدین:۔ مجھے معلوم نہیں ہے دریافت کرکے کہونگا یاں حدیث فضائل صحابۂ کرام بے شمار ہیں۔

علی رضا:۔ فضائل سے یہاں بحث نہیں یہاں وصیت سے بحث ہے۔ حدیث وصیت تو یقینا کوئی نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر وصیت ہوتی۔ تو پہلے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام اوس کو ضرور جانتے اور اُس کی تعمیل کو اپنا فخر سمجھتے کیونکہ یہ لوگ طمع دنیاوی اور نفسانیت سے پاک تھے۔ علاوہ اس کے اگر حضرت رسول اللہ کی وصیت ہوتی۔ تو الیکشن یعنے انتخاب کی ضرورت نہ ہوتی پس قیاس وصیت کو الیکشن بالکل قطع کر دیتا ہے۔

محی الدین:۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

علی رضا: خیر اس وقت فرض کرو کہ وصیت کسی کے لئے نہ تھی۔ اور تمہاری رائے ہے کہ یہ خلافت امور دنیا و دین دونوں کے لئے تھی۔ تب باعتبار دنیا یہ سمجھہ لینا ہوگا کہ ملک اسلام ملک حضرت رسول اللہ کی تھی اور اس کے تخت سلطنت پر آپ مثل شاہان دنیا جلوہ افروز تھے۔ پس اس حالت میں باعتبار رسم دنیا اور شرع شریف کے آپکے بعد یہ حق آپکے وارث کا ہوگا۔ اس لئے بعد انتقال آپکے جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام فرائضیۃً وارث و مستحق تخت و تاج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت خاتون جنت علیہا السلام اور جناب امیر المومنین میں کمال اتحاد تھا اسلئے باعتبار دنیا بھی حضرت امیرؑ مستحق ہوئے اور باعتبار دین چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو جناب رسول خداؐ سے کمال تقرب تھا۔ یہان تک کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو انفسنا میں داخل کیا یعنی اپنا نفس ناطقہ قرار دیا حضرت ہی مستحق ہوتے ہیں۔

محی الدین دلمیں:۔ خدا کی پناہ اسنے تو اس راہ کو بھی کاٹا۔ مگر خیر میں سمجھہ لیتا ہوں

محی الدین نرباسے:۔ اس معاملہ کو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت رسول اللہ نے ایک کامن ویلتہ یعنی سلطنت جمہوری چھوڑی اسلئے وراثت باقرابت کو اس میں کوئی دخل نہیں اس کے پریسیڈنٹ ہونیکیلئے عوام جس کو پسند کریں۔ وہی نائب رسولؐ ہو۔

علی رضا:۔ تب نائب رسول ہونے کے لئے خدا یا رسول خدا سے کچھہ تعلق نہ رہا۔ اور تمہاری رائے میں ایسے امر عظیم کا انتظام عوام کالانعام کے ہاتھہ میں چھوڑ دینا مصلحت ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسطرح حق تعالےٰ نے موت و حیات کو اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے اسی طرح رسولوں کا مقرر کرنا بھی اپنے اختیار میں رکھا ہے۔

آج تک اجماع امت سے کوئی شخص رسول یانبی نہ بنا اور نہ اس وقت سارے مخلوق خدا کو جو سارے کرۂ ارض پر بستے ہیں اختیار ہے کہ اجماع کرکے ایک پیغمبر بناڈالیں تب میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تقرری نائب رسول میں جس کے فرائض اور لوازم اور حقوق اور مراتب تقریباً وہی ہیں۔ جو نبی کے ہیں کیوں خداوند عالم یا کم سے کم اوس کے رسول سے بالکل قطع نظر کیا جائیگا؟ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ نبی یا ولی آدمی کے بنائے نہیں بنتا ہے۔ جس کو خدا بنائے وہی نبی یا ولی بنتا ہے۔ عوام الناس جو اونکی حقیقت اور فضیلت کا مطلق موازنہ نہیں کرسکتے ہیں کیا بنا سکتے ہیں؟ تمہارے مذہب میں بھی ہم نے آج تک نہ سنا کہ کسی شخص کو لوگوں نے اجماع کرکے درویش کامل بنادیا ہو جو بنا وہ اپنی ریاضت سے بنا بس جب جماعت قوم کسی شخص کو ایک ادنیٰ درویش نہیں بناسکتی تو نائب رسول کیا بنائیگی؟ ذرا غور کرو کہ خدا کی راہ سخت ہے اُس میں تکلیف ایذا صعوبت صبر تحمّل ہے عوام اُس کو کب گوارا کرینگے وہ تو جب چاہیں گے آرام وراحت عیش وعشرت چاہیں گے اس لئے اپنا افسر بھی اسی کو مقرر کرینگے۔ جو اون کے مطلب کا ہو۔ یعنی جو پابندی شرع سے دور رہے تہذیب انسانی سے کنارہ کرے اور حیوانی آزادی میں وسعت دے

محی الدین:۔ نہیں وہ ایسا کیوں کرینگے۔ وہ ضرور سبھوں میں افضل شخص کو منتخب کرینگے۔

علی رضا:۔ اسکا ثبوت تو اسی وقت کے ایلکشن کے واقعات ہیں یعنی تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ کہ اُس وقت فضیلت روحانی کا تو مطلق لحاظ نہ تھا ہر قبیلہ اپنے اپنے گروہ سے ایک آدمی کو نامزد کرتا تھا اور مہاجرین وانصار میں

پورا اختلاف تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے فرقے کی تائید پر تھا اور قابلیت خلیفہ کا تو مطلق لحاظ نہ تھا چنانچہ جملہ علمائے سنت جماعت وجہ تعجیل خلافت خلیفہ اول یہی لکھتے ہیں۔ کہ اگر آپ فوراً خلیفہ نہ بنائے جاتے تو خوف تھا کہ کوئی دوسرا شخص خلیفہ بن جاتا۔ دیکھو فتوحات اسلام صفحہ ۸ محاربہ صدیقہ تو کیا تم چاہتے ہو کہ بلالحاظ قابلیت ظاہری و باطنی جس کو لوگ چاہتے خلیفہ ہو جاتا؟

محی الدین:۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ نائب رسولؐ وہ شخص ہو جو مدبر سن رسیدہ آزمودہ کار ہو یعنی جس سے امور سلطنت کی رونق بڑھے۔

علی رضا:۔ تو میں تم سے بصدق دل پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے نزدیک مسٹر گلیڈسٹون اور پرنس بسمارک رسولؐ اللہ کے نیابت کے لئے الیق شخص تھے؟ اگر تم واقعی چاہتے ہو۔ تو انتظام سلطنتؐ درست ہوتا یا نہ ہوتا لیکن روشنی ایمان کی جو رسولؐ اللہ نے پھیلائی تھی۔ وہ تو رخصت تھی × کہاں نماز کی اُٹھ بیٹھ؟ کہاں صوم کا فاقہ؟ کہاں صفا و مروہ کی دوڑ دھوپ؟ وغیرہ وغیرہ۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ کیسا ہی مدبر ہو اگر تارک الصلواۃ ہے۔ تو اس منصب کے لئے کسی کام کا نہیں۔ اور کیسا ہی سن رسیدہ ہو اگر شریعت رسولؐ اللہ کا عالم باعمل نہیں تو محض بے حقیقت ہے

محی الدین:۔ تو میں پوچھتا ہو کہ تم کیا چاہتے ہو۔

علی رضا:۔ بھائی میں چاہتا ہوں کہ رسولؐ اللہ کی نیابت کے لئے وہ شخص لائق ہے جو مثل رسولؐ اللہ کے معرفت خدا رکھتا ہو جس کو مثل رسولؐ خدا کے خدا سے تقرب ہو اور جو مثل رسول خدا کے خدا کا پیارا ہو۔

محی الدین:۔ تمہارے جملہ آخر سے تو میرا دل بھر آتا ہے برائے خدا بتلاؤ کہ خدا

کس کو پیار کرتا ہے؟

علی رضا آبدیدہ ہوکر:۔ بھائی خدا اُس کو پیار کرتا ہے جو خدا کو پیار کرتا ہے جو تلواروں کی چھاؤں میں اسکی عبادت کرتا ہے۔ جو اسکی راہ پر اپنا گھر بار لٹا دیتا ہے۔ جو خود گرسنہ رہتا ہے اور یتیم و اسیر کو سیر کرتا ہے اب اور کیا کہوں۔ جو اپنے قاتل کو پہلے سیر کر لیتا ہے۔ تب خود نان جوین سے صوم افطار کرتا ہے۔

یہ کہتے کہتے علی رضا کو ایسی رقّت طاری ہوئی کہ آگے تاب گفتگو نہ رہی۔ اور محی الدین بھی یہ سمجھہ کر کہ یہ اوصاف حضرت علی علیہ السلام کے ہیں۔ خُوب روے اور دونوں صاحبزادے مغموم و محزون اپنے اپنے گھر گئے۔ دوسرے دن بعد نماز صبح محی الدین علی رضا کے مکان پر آئے اور بعد سلام و مزاج پرسی۔

محی الدین:۔ بھائی کل جو تم نے اوصاف نائب رسول بیان کئے تھے۔ وہ مجمل تھے میں چاہتا ہوں کہ تم بہ تفصیل بیان کرو۔ کہ جیسا نائب رسولؐ تم چاہتے ہو اُس میں کیا کیا اوصاف ضروری ہیں۔

علی رضا:۔ میں نے تو اوصاف جامع و مانع بیان کئے ہیں اگر تم تفصیل چاہتے ہو۔ تو سُنو کہ نائب رسولؐ کے لئے علاوہ ان صفات باطنی کے اوصاف ظاہری اسقدر ضرور ہیں۔

۱ رسولخدا کا سچا دوست اور مقرّب بارگاہ ہونا۔

۲ شریعت رسول اللہ کا عالم باعمل ہونا۔

۳ معصوم ہونا یعنی جسنے عمر بھر میں کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

۴ عادل ہونا۔

۵- طمع دنیا نہ رکھنا۔

۶- شجاعت ظاہری اور باطنی رکھنا

۷- حلیم اور متحمل ہونا۔

۸- امت نبی کا دونوں جہاں میں خیر خواہ ہونا اور اُن کے گاڑھے وقت میں کام آنا۔

۹- ہر وقت راضی برضاء حق تعالیٰ جل شانہ رہنا

محی الدین: معصوم ہونے کی شرط بہت سخت و بے ضرور معلوم ہوتی ہے

علی رضا:- تمہیں کیا ہے یہ بار تو مجھ پر ہے۔ دو شخصوں میں اگر ایک ایسا ہے جس میں یہ نو صفتیں پائی جاتی ہیں اور دوسرے میں صرف آٹھ تو یقیناً شخص اول افضل ہوگا۔ مخصوص اگر افضل صفات میں افضل ہو یہ تو بدیہیات میں ہے۔

محی الدین:- اس میں تو کوئی شک نہیں۔

علی رضا:- اب میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ حضرت علی علیہ السلام میں یہ نو صفتیں اور سابق کی تین صفتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

محی الدین:- تم بھی کیا بیفائدہ تضیع اوقات کرتے ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں کون سنّی شک کرتا ہے۔ پھر اسقدر تمہیدات کی کیا ضرورت ہے؟

علی رضا:- اس بارہ میں یوں تو جس سے باتیں ہوئی ہیں سب تمہاری طرح بول اُٹھے ہیں۔ مگر جب تقابل کیا گیا ہے۔ تو ایسی ایسی نکتہ چینیاں ہوئی ہیں۔ کہ آخر ہر صفت کے اعتبار سے جناب امیر علیہ السلام میں داغ لگانے کی

کوشش بلیغ کی گئی ہے۔

محی الدین:۔ میں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کا قائل ہوں

علی رضا:۔ میں تمہارے صدق دل سے پوچھتا ہوں کہ حضرات خلفاء ثلثہ سے ان بارہوں اوصاف میں سے کسی میں حضرت امیر علیہ السلام کم تو نہ تھے؟

محی الدین:۔ کیونکر کہوں، سب حضرات فضائل میں برابر تھے

علی رضا:۔ پھر پوچھتا ہوں کسی امر میں کسی طرح کم تو نہ تھے؟

محی الدین:۔ کس قدر دق کرتے ہو کم نہ تھے × کم نہ تھے × کم نہ تھے۔

علی رضا:۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی اور ولی کے اعلیٰ صفتوں میں سے ایک عصمت ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ کل علمائے شیعہ کا جناب امیر علیہ السلام کے معصوم ہونے پر اتفاق ہے۔ پس تم اپنی کتابوں سے اگر ممکن ہو تو حضرات خلفاء کرام کا معصوم ہونا ثابت کرو۔ ایک مہینے کی مہلت دیتا ہوں لیکن ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ اگر تم میرے قول کے خلاف ثابت نہ کروگے تو ایک بڑے امر عظیم میں حضرت علی علیہ السلام حضرات ثلثہ پر فوق لے جائینگے۔ اور بالفرض اگر سب امور میں برابر بھی ہوں۔ تو بھی اسوجہ سے افضل ہو جائیں گے۔

محی الدین:۔ بہت خوب میں تعطیل میں اسکو اپنے علماء سے خوب تحقیق کروں گا۔

علی رضا:۔ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ہمارے اور تمہارے علماء کیا بیان کرینگے۔ حضرت کے فضائل تو دوسرے مذہب والوں نے بشدومد بیان کئے ہیں۔

تواریخ عروج وزوال سلطنت روم میں گبن صاحب انگریزی مؤرخ نے بہ صفحہ ۹۲۰ جو لکھا ہے اوس کا لفظی ترجمہ یہ ہے

"علی کا نسب اور تقرب اور سیرت جن اوصاف نے اوس کو سب ملک والوں سے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا عرب کے تخت خلافت کے لئے اوس کے دعووں کو قرین انصاف ٹھہرا سکتے تھے۔ ابوطالب کا بیٹا اپنے خاص استحقاق سے سردار خاندان ہاشمیہ اور موروثی شاہزادہ شہر مکہ اور محافظ خانہ کعبہ کا تھا۔ نور رسالت تمام ہوگیا تھا۔ مگر فاطمہؑ کا شوہر اوس کے باپ کے توریث اور دعا کی بہت کچھہ امید کرسکتا تھا؛ اہل عرب سلطنت نسائی کو قبول کرچکے تھے اور دونواسے رسول کے اوس کے کنار میں پرورش پائے تھے۔ اور اوس کے ممبر پر بطور ثمرۂ زندگانی جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اور سردار جوانان بہشت تھے علی جو سابق الایمان تھا۔ پورا حوصلہ کرسکتا تھا۔ کہ سب کا سردار اور پیشوا اس عالم اور عالم جاودانی میں ہو۔ اور اگرچہ بعضے سنجیدہ اور استوار طبع تھے۔ لیکن ایمان اور زہد میں کوئی خلیفہ اوس سے بڑھہ نہ سکا؛

علی میں اوصاف شاعری بہادری اور دینداری کے مجتمع تھے اوس کے مذہبی اور اخلاقی اقوال میں اوسکی فراست اب تک زندہ ہے؛ جو شخص اوس کی زبان یا اوس کی تلوار کے

مقابل میں آیا۔ وہ اوس کی شجاعت اور فصاحت سے مغلوب

ہوا۔ ابتدائے زمان بعثت سے تا تجہیز و تکفین یہ سچا

دوست جس کو رسولؐ خوش ہو کر اپنا بھائی اور اپنا نائب اور

اپنا معتقد ہارون موسیٰ ثانی کہتا تھا۔ رسول سے کبھی جدا

نہ ہوا۔ ابو طالب کے بیٹےؓ پر آخر میں لوگوں نے یہ الزام لگایا

کہ اوس نے اپنے طلب حق میں غفلت کی اگر ابتدا ہی میں طلب

حق کرتا تو مقابل کے سب دعویدار ٹھنڈے ہو جاتے اور فیصلہ

قدرت سے اوس کی خلافت مستحکم ہو جاتی۔ لیکن یہ بے خوف

جوانمرد اپنے نفس پر قانع رہا۔

حاسدوں کے حسد اور غالباً خوف اختلاف نے محمدؐ کے ارادوں

کو روکا اور اُس کا بستر مرض عائشہ چالاک سے جو ابوبکر کی بیٹی

اور علی کی دشمن تھی۔ محاصرے میں تھا۔"

علی ہذا القیاس مسٹر سیڈلاٹ صاحب مورّخ کا قول ہے کہ "اگر ابتدا ہی میں امر خلافت اصول وراثت کے موافق علیؑ کے حق میں مان لیا جاتا۔ تو وہ خوفناک غلط دعوے جن کی وجہ سے اسلام اپنے خون میں آپ نہایا (ہرگز) اوٹھنے نہ پاتے۔ فاطمہؑ کے شوہر کی ذات میں حق خلافت بذریعہ وراثت شرعی رسولؐ کے اور بھی بذریعہ انتخاب کے مجتمع تہا۔ اور یہ خیال کیا جاسکتا تہا۔ کہ اوس کی عظمت و جلالت کے آگے جو نہایت پاک اور اعلےٰ تھی۔ سب کے سب مطیع ہو جاتے لیکن

(افسوس) کہ یہ ہونا نہ تھا" دیکھو مسٹر امیر علی کے اسپرٹ اوف اسلام صفحہ ۳۶؟

محی الدین:۔ مگر ساتھ اسکے یہ بھی تو ہے کہ صحابۂ کرام مخصوص حضرت عمر کو حضرت علیؑ پر یہ فضیلت تھی کہ آپ بڑے مدبّر تھے۔ آپ کے عہد میں اسلام نے بڑی رونق پکڑی اور اسلام دور دور ملکوں تک پھیلا یہ بات حضرت علی کے وقت میں نہ ہوئی

علی رضا:۔ باعتبار واقعات کے تو میں اسکا جواب آگے چلکر دونگا۔ لیکن باعتبار اصول کے میں کہتا ہوں کہ وسعت ملک اور مدبری دلیل فضیلت روحانی نہیں ہے غور کرو۔ کہ اسوقت سلطنت روس میں دین عیسائی کس قدر پھیلا ہوا ہے کہ بالٹک سی سے کمسکٹکا تک اور بحر ابیض سے کوہ ہمالہ تک ایشیا اور یورپ میں دین عیسائی پھیلا ہوا ہے لیکن خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں دین حضرت کا بہت ہی محدود تھا تو کیا تم کہو گے کہ معاذ اللہ زار روس کو فضیلت روحانی یا تقرب ربانی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فوقیت ہے علاوہ اس کے جسقدر ملک اسلام خلیفہ دوم کے وقت تک پھیلا ویسا خود حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں نہ تھا۔ تو کیا اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول سے حضرت عمر افضل تھے؟

محی الدین:۔ یہ کون کہہ سکتا ہے۔ لیکن بھائی عدالت حضرت فاروق کی ایسی تھی۔ اور پاس شریعت آپ کو اسقدر تھا کہ ہر غریب کی فریاد سنتے اور حد شرع جاری فرماتے تھے۔ اور یگانہ بیگانہ کا مطلق لحاظ نہ فرماتے تھے۔ اس بارہ میں قصہ حضرت ابوشحمہ کا قابل یاد ہے حضرت ابوشحمہ حضرت فاروق کے بیٹے

تھے ایک روز حضرت فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ
ایک عورت ایک بچہ نو پیدا کو گود میں لیکر آئی اور کہا کہ اس پوتے کی حضور پرورش
فرمائیں۔ حضرت کو تعجب ہوا اور پوچھا یہ میرے کس بیٹے کا بیٹا ہے۔ اس نے
کہا ابو شحمہ کا۔ حضرت نے کہا حلال کا یا حرام کا۔ اوس نے کہا میری جانب سے
حلال کا اور اُسکی جانب سے حرام کا۔ آپنے پوچھا یہ کیونکر اوس نے کہا کہ ایک دن
قبل حرمت شراب کے میں چلی جاتی تھی۔ جب قریب باغ بنی بنجار کے پہنچی۔
تب آپکا بیٹا شراب پئے ہوئے بدمست میرے جانب آیا اور دست اندازی
شروع کی بعدہ باغ بنی بنجار میں لیجا کر مجھ سے زنا کیا اور اوس سے یہ لڑکا پیدا
ہوا حضرت فاروق یہ سُنکر گھر میں آئے اور پوچھا ابو شحمہ کہاں ہے۔ آپ کی
بی بی نے کہا کہانا کھاتا ہے۔ آپ دسترخوان کے پاس جا کر بعد استفسار حال اونکو
کھینچتے ہوئے باہر لائے اور اپنے غلام افلح کو کہا کہ تازیانہ مار اور مطلق میری پاسداری
نہ کر افلح نے ابو شحمہ کے کپڑے اوتروا کر مارنا شروع کیا ابو شحمہ بہت زاری کرتے
تھے لیکن حضرت فاروق نے کچھہ خیال نہ کیا۔ یہانتک کہ حضرت ابو شحمہ جان بحق
تسلیم ہوئے اور حضرت فاروق دیکھتے رہے۔

اس قصہ سے تو مطلق شک نہیں رہتا کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے
بپاس شریعت بڑا کام کیا اور درجات عالی کے مستحق ہوئے۔

علی رضا: بھئی میری کتابوں میں تو اس قصے کا کہیں وجود نہیں لیکن ذرا تم
غور تو کرو کہ شراب چھہ سات برس قبل از وفات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے حرام ہو چکی تھی اور حضرت کے بعد دو برس تک حضرت ابوبکر کی خلافت

کا زمانہ رہا تب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قبل حرمت شراب کا زائیدہ بچہ نو پیدا کیونکر ہو گا اور گود میں کیوں پھریگا؟ ہاں یہ اُسوقت البتہ صحیح ہو سکتا ہے کہ اس روز کے برس ڈیڑھ برس قبل تک شراب حرام نہ سمجھی جاتی ہو۔ علاوہ اس کے اگر یہ قصہ اسی قدر ہے جس قدر تم کہتے ہو اور اُس سے زیادہ اور کوئی کارروائی حضرت عمرؓ نے نہ کی تو تم تو اس وجہ سے حضرت عمرؓ کو بڑا عادل کہتے ہو لیکن ہم بلکہ دنیا بھر کے قانون دان اور علماء شرع کہینگے کہ حضرت عمرؓ نے بجائے عدل کے اس کارروائی میں قتل عمد کیا اور بیچارے ابو شحمہ کا خون ناحق آپکی گردن پر رہا کوئی قانون اور کوئی شریعت اسبات کی اجازت نہیں دیتی اور نہ دیسکتی ہے کہ بلا ثبوت شرعی یا قانونی کوئی شخص کسی کی سزا کرے اور قانون شریعت اسلام اسبارہ میں زیادہ سخت ہے شریعت اسلام میں ثبوت زنا کا بہت سخت اور مشکل رکھا گیا ہے اور جب تک زنا ویسے ثبوت سے ثابت نہ ہو تب تک حد جاری نہیں ہو سکتی ایسی حالت میں مجرد ایک زانیہ کے بیان پر بلا کسی شہادت کے حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹے کو مار ڈالنا مثل اسکے ہے کہ حضرت کو بیٹھے بیٹھے ایک جھونک اوٹھا اور اپنے سوتے ہوئے بیٹے کی گردن پر چُھری پھیر دی کہ وہ جان بحق تسلیم ہوا۔ اسکو عدالت سے کیا واسطہ!!

لیکن یہ قصہ کچھ ایسا قبیل دکھائی معلوم ہوتا ہے کہ جس پہلو کو دیکھتا ہوں عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے اور اسپر مجھے اپنی رائے ظاہر کرنے میں ہنسی کو ضبط کرنے میں بڑی دقت ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ میں نے تہذیب کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے ہنسی کو ضبط کر کے کہتا ہوں کہ اگر واقعی وہ لڑکا گود میں تھا تو جیسے اوس عورت نے کہا تھا کہ قبل حرمت شراب کے آپکے بیٹے نے زنا کیا تھا اور اس سے

یہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ تو آپ فوراً فرماتے کہ کیوں رے بدذات یہ کیا بکتی ہے شراب
کو حرام ہوئے تو آج سے پندرہ برس سے زیادہ ہوا او سوقت کا پیدا بچہ تیری گود
میں کیسے رہیگا ہ کوی ہے اسکو نکالو ا اور بعدہٗ حضار سے ہنسکر فرماتے کہ دیکھئے
یہ دیوانی شیر خوار بچے کو کہتی ہے کہ پندرہ برس قبل پیدا ہوا تھا۔
اور اگر یہ کہئے کہ واقعی وہ لونڈا او سوقت اوسکی گود میں نہ تہا۔ اور واقعی یہ حرکت ابو شحمہ
نے قبل حرمت شراب کے کی تہی۔ تب اور طرفہ مزا ہوتا ہے۔ یعنی متواترات سے
ثابت ہے کہ قبل حرمت شراب کے حضرت عمر خود شراب پیتے تھے۔ تب ابو شحمہ
نے یہ حرکت تو کی او سوقت جسوقت باپ بیٹے دونوں شراب ڈہالتے تھے اور اسپر حد
کب جاری ہوی کہ جب باپ صاحب خلیفہ ہوئے یعنی پندرہ برس کے بعد!!
بہائی یہ معاملہ تو مثل اسکے ہے میں برائے مثال کہتا ہوں معاف کیجئیگا کہ جس
وقت حضرت ابو بکر وعظ فرما رہے تہے او سوقت ایک شخص نے آپ سے کہا کہ حضرت
عمر قبل اسلام کے جناب رسول مقبول کے قتل کے لئے تلوار کھینچکر آئے تہے بس
اتنا سنتے ہی حضرت ابو بکر ممبر سے اوترکر ایک جلاد کو لئے ہوئے حضرت عمر
کے مکان میں آتے اور جلاد سے کہتے کہ انکو قتل کر اسپر حضرت عمر بہت زاری کرتے
مگر حضرت ابو بکر ایک نہ سنتے یہانتک کہ حضرت عمر قتل ہوجاتے اور تب کہا جاتا۔ کہ
حضرت ابو بکر نے بپاس شریعت بڑی عدالت کی!!
بہائی خدا کے لئے غور کرو کہ کیا ممکن نہیں ہے کہ جسطرح حضرت عمر بعد کفر کے
اسلام لائے اوسیطرح بیچارے ابو شحمہ نے بعد زنا کے توبہ کی ہو پھر غور کرو۔ کہ اس حالت
میں حضرت عمر نے اوس عورت سے اتنا کیوں نہ کہا کہ سن تو او بدذات جب تیرے

ساتھ پندرہ برس قبل زنا ہوا تہا۔ تو تو نے حضرت رسول اللہ کے پاس کیوں استغاثہ نہ کیا تہا اور حضرت ابو بکر خلیفہ اول کے عہد میں تو کہاں تہی۔ کہ آج پندرہ برس کے بعد اسقدر اول فول بکتی ہے؟

خلاف اسکے حضرت نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا فوراً ممبر سے اوترے اور مکان پر گئے اور مجرد اوس زانیہ کے بیان پر اپنے بیٹے کو بلا کسی شہادت کے قتل کر ڈالا!!

ہر چند ہم جانتے ہیں جیسا ہم آئندہ بخوبی ثابت کرینگے کہ حضرت عمر کو مسائل شرعی سے بہت کم واقفیت تہی تاہم یہ بات ایسی موٹی ہے کہ اسکے لئے کامن سنس (معمولی عقل) کافی ہے

قصور معاف کرو میں محض مثالاً کہتا ہوں کہ اگر کوی رنڈی تمہارے والد سے کہے کہ محی الدین نے اوس سے زنا کیا ہے اور اوسپر تمہارے والد بلا سمجھے سوچے اور بلا تحقیقات و تفتیش تمکو سو بنیت مار دیں تو تم کہو کہ تمہارے ساری برادری والے تمہارے والد کو کیا کہینگے۔

علاوہ اسکے اگر قبل حرمت شراب کے ابو شحمہ کا سن پندرہ برس کا ہی یعنی فوراً بالغ ہونیکا ہی سمجہہ لو تو اسوقت اون کا سن کوئی تیس برس کا ہوگا اور خود اونکو بال بچے ہونگے۔ ایسے مرد عیالدار کو ایسی سمّری ٹرائل (تجویز سرسری) پر قتل کرنا واقعی سوائے حضرت عمر کے اور کسی سے ممکن نہیں

الغرض انسب وجوہات سے مجھے یہ شک ہوتا ہے کہ بیچارے ابو شحمہ کے جان کسی اور وجہ سے گئی اور غالباً انہوں نے کوی دوسرا قصور کیا تہا جسکا ظاہر ہونا خلاف مصلحت تہا۔ اسلئے وہ یوں ڈسپوزاف کر دیئے گئے (طے کر دیئے گئے) ورنہ یہ

بات عقل میں نہیں آتی - کہ حضرت عمر خلیفہ وقت ہو کر مجرد ایک زانیہ کے بیان کو کا لوحی من السماء سمجھکر بلا تحقیقات کرنے اور بے شہادت لینے کے اپنے بیٹے کو مار ڈالتے - یہ کون عدالت میں عدالت ہے ؟ اور یہ کون شریعت میں شریعت ہے ؟ کہ نہ خدا خوش اور نہ رسولؐ خوش ؟

پس اگر واقعہ اسیقدر رہا ہے تو خدا کے لئے شریعت اسلام کو بدنام نہ کرو اور نہ یہ کہو کہ حضرت عمر نے بپاس شریعت ایسی عدالت کی - کیونکہ اگر غیر مذہب والے سن پائینگے کہ شریعت اسلام میں مجرد ایک زانیہ کے متزلزل اور خلاف عقل بیان پر بھی لوگ قتل کئے جاتے ہیں تو وہ لوگ میری شریعت کی بڑی توہین و تفضیح کرینگے - تم اگر کہو تو یہ کہو کہ حضرت نے کسی وجہ سے اپنے بیٹے کو بلا ثبوت جرم قتل کر ڈالا - اور اسلئے آپ بڑے عادل تھے !!!

الغرض یہ قصہ تو بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے - چنانچہ زمانہ حال کے محققین تمہارے مذہب والے بھی اس قصہ کو محض مشکوک کہتے ہیں مصنف کتاب سیرۃ الفاروق اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۲ طبع ثانی میں فرماتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے بیٹے ابو شحمہ کو جسکا نام عبدالرحمٰن تھا - "شراب پینے اور زنا کرنے پر مارنے کا واقعہ اسقدر اختلاف کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اسکا اندازہ کرنا مشکل ہے - ابن عباس سے جو روایت منسوب کی جاتی ہے اگر صحیح ہو تو حضرت عمر کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچنا اور اپنے بیٹے سے عجب طریقے سے اقرار کروانا اور پھر درے لگوانا اور غلام کا یہ سنکر رونا مگر حضرت عمر کا درے لگانے کے واسطے اوسے مجبور کرنا لڑکے کا چیخنا اور بیتابی

سے گر جانا لوگون کا اور خود حضرت عمر کا رونا لڑکے کا پانی مانگنا اور حضرت عمر کا نہ دینا

اور اخراخری دُرّہ پر اوس کے دم کا نکل جانا ایک دردناک افسانہ کا مضمون ہے۔

مگر مختلف روایات کی اصلیت اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ انکے ایک بیٹے عبدالرحمن

المعروف ابو شحمہ نے مصر میں عمرابن عاص کی حکومت میں اس قسم کا کوئی قصور کیا

تہا۔ وہاں اوسکو حد لگائی گئی ہو یا نہ لگائی گئی ہو۔ حضرت عمر نے اوسکو مارا اور اس

واقعہ کے کچھہ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا"

اب فرمائیے کہ آپ کے حضرت فاروق کی عدالت جسپر آپکو ناز تہا کیا ہو گئی اور

کدہر تشریف لیگئی۔

مصنف کتاب سیرۃ الفاروق ایسے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر کی فضیلت بیان کرنے

میں کسی داستان اور کہانی کو بہی اٹھا نہیں رکھتے۔ مگر یہ قصہ ایسا مہمل ہے کہ وہ

بہی اسکو بے سروپا سمجھتے ہیں۔

علیٰ ہذالقیاس مولانا شبلی نعمانی اپنے کتاب الفاروق میں حضرت عمر کے رتّی رتّی

کا حال لکھتے ہیں لیکن اس قصہ کو ایسا مہمل سمجھتے ہیں کہ مطلق ذکر نہیں کرتے بلکہ

اسے کتاب کے حصہ دویم صفحہ ۳۰۴ میں صرف اسقدر پر اکتفا کرتے ہیں

"اولاد ذکور کے یہ نام ہیں۔ عبداللہ۔ عبیداللہ۔ عاصم۔ ابو شحمہ عبدالرحمن۔ زید

مُجیر۔ ان میں تین سابق الذکر زیادہ نامور ہیں"

اسکے بعد ان تینوں کے حالات لکھتے ہیں اور ابو شحمہ کو تاریکی میں چہوڑ دیا ہے۔

اگر اس قصہ کی کچھہ اصلیت ہوتی۔ تو ممکن نہ تہا کہ اتنا بڑا مصنف اس سے یوں

درگذر کرتا۔

اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ یہ قصہ یا تو خالق باری پڑھانے والے میانجیوں نے لڑکوں کے ڈرانے کیلئے گڑھا ہے یا ابوشحمہ کی جان کسی اور وجہ سے گئی جس کا ظاہر کرنا مصنفین مناسب نہیں سمجھتے۔

بااینہمہ چونکہ تمہارے ایسے دعویٰ کی بات کٹ جانے سے تمہارا دل چھوٹا ہوجائیگا اسلئے صرف تمہاری خاطر سے کہتے ہیں کہ اگر یہ قصہ صحیح ہے اور اعتراضات شرعی سے پاک ہے (جسکا مطلق یقین نہیں) تو انصاف یہ ہے کہ یہ فعل اگر کسی رحم دل اور نرم قلب آدمی سے وقوع میں آتا تو بیشک وہ پورا نمبر پانی کا مستحق ہوتا لیکن مجھے کمال افسوس ہے کہ میں حضرت عمر کو ابتدا ہی سے بڑا سنگدل اور سخت قلب جانتا ہوں اور اسلئے آپکو سو میں پچیس نمبر دینے میں بھی تامل ہوتا ہے

اسوقت تو کہتے ہو کہ آپنے بپاس شریعت اپنے بیٹے کی ایسی سخت سزا کی لیکن اوسوقت کہاں پاس شریعت تھا۔ کہ آپنے اپنی بیچاری بہن کو جس وقت وہ غریب تلاوت قرآن کرتی تھی معہ اوسکے شوہر کے تلوار سے زخمی کیا اور بیچاری لبینہ نامی ایک مسلمان عورت کو بجرم اسلام لانے کے ادھ موًا کردیا تھا۔ دیکھو (سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹)؟ اوسوقت تک تو بقول فریقین آپ مسلمان تک نہ ہوئے تھے! پس ان افعال سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ خلقی بڑے سنگدل اور سخت قلب تھے اور اس بارہ میں آپکی توجہ یگانوں اور بیگانوں پر یکساں تھی پس جب سنگدلی اور بیرحمی آپکی سرشت میں تھی۔ تو اس فعل سے آپ کو بڑا درجہ نہیں ملسکتا ہے اگلے زمانہ میں میانجی لوگ لڑکوں کی وہ سزا کرتے

تھے کہ تو یہ بھلی مگر اس وجہ سے وہ لوگ بڑے عادل یا مجاہد شمار نہیں کئے جاسکتے ہر کسی نازک دماغ شہزادی کو اگر کہا جائے کہ غلیظ کا ٹوکرا سر پر رکھ کر ایک مکان سے دوسرے مکان میں لیجاؤ تو اوسکے لئے موت ہے دنیا بھر کی دولت اگر اس کام کے بدلے میں اُسکو دیجائے تو یقیناً قبول نہ کریگی لیکن بھنگن کے لئے جو رات دن یہی پیشہ کرتی ہے آٹھ آنہ ماہانہ کافی ہے۔

علےٰ ہذا القیاس جلاد یا پھنسیارے یا ذباح یا ڈاکو یا ٹھگ جنکا شب و روز جان مارنے کا پیشہ ہے اگر اپنے کسی قرابت مند قریب کو بھی قتل کریں تو انکو کوئی عاقل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ نہیں دیسکتا کیونکہ بوجہ مساوات ہو جانے کے اونکے دل پر ویسی چوٹ نہیں پڑتی جیسی رحم دل لوگوں پر پڑتی ہے۔ حضرت عمر کے بارے میں یہ بہت کچھ سنا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو مارا اپنی بہن اپنے بہنوئی کو مارا ضعیفہ کو مارا قیدیونکے قتل کرنے کیلئے مُستعد ہوئے۔ بیچاری حاملہ عورت کے مارنے کا فتویٰ دیا مگر اسکی حسرت ہی رہگئی کہ آپنے اپنے جسم مبارک پر خدا کی راہ میں کبھی پھول کی چھڑی بھی کھائی تھی!!

سنا تو یہ سنا کہ غزوۂ خندق میں "عمر ابن عبدود کہ عرب کے بہادروں میں ہزار پہلوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا للکارا کہ کون میرا مقابل آسکتا ہے رسولخدا نے فرمایا کون اس کی سرکوبی کریگا تمام اصحاب معہ حضرت عمر خاموش رہے" دیکھو فتوحات اسلام غزوات نبویہ صفحہ ۳۰

خلاف اسکے جناب امیر علیہ السلام کے بارے میں اوسی کتاب کی عبارت اسی صفحہ میں یہ ہے کہ حضرت نے بہت بہت اصرار کر کے جناب رسول مقبولؐ سے

اجازت لی اور تنہا اوس دیوزاد سے مقابلہ کیا۔ اور جب اوس نے ایک سر کا وار کیا
تو اوسے سپر پر روکا مگر سپر حضرت کی کٹ گئی اور جبین مبارک پر زخم لگا مگر ساتھی
نعرہ اللہ اکبر کہکر ایک ضربت جو لگائی تو سر اس مردود کا دس قدم کے فاصلہ پر جا گرا
المختصر میں یہ کہنا ہوں کہ درجات عالی کے مستحق وہ لوگ البتہ ہیں جو عموماً رحمدل
اور دردمند ہین لیکن رضائے پروردگار عالم کیلئے سخت ایذا سہکر راضی برضا رہتے
ہیں۔ بنظر مثال دو روایتیں سن لو۔
مشہور ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام نے جنگ نہروان فتح فرمائی تو قیدیوں
میں شمر لعین بھی گرفتار ہو کر آیا۔ اور حسب معمول ہاتھ پاؤں باندھکر مقید بزندان کیا
گیا۔ ایک روز اتفاقاً مجلس کیطرف سے جناب امام حسین علیہ السلام کا گذر ہوا حضرت
نے اوس مردود کو اس سختی میں دیکھا تو بے چین ہو گئے اور جلد اپنے پدر بزرگوار کی
خدمت میں تشریف لیجا کر بکمال لجاجت فرمایا کہ بابا میں حضور سے ایک احتیاج
رکھتا ہوں اگر قبول ہو تو عرض کرو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہو حضرت امام
حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بابا میں نے ابھی شمر کو رسی میں بندھا ہوا دیکھا ہے۔
اس سے میرا دل بے چین ہو گیا ہے اور مجھہ سے اوسکی ایذائیں دیکھی نہیں جاتیں
میں بمنت عرض کرتا ہوں کہ حضور اجازت دیں تو میں اسکو رہا کر دوں۔ جناب
امیر علیہ السلام یہ سنکر آبدیدہ ہوے اور فرمایا بیٹا تم کس کی سعی کرتے ہو۔ یہ شقی تم
پر انتہا کی سختی کریگا۔ امام حسین ع نے فرمایا جو کچھہ ہو جب وہ وقت آئیگا تو میں سمجھہ
لونگا اسوقت تو میرے ہاتھ سے ایک بندہ اللہ کو تکلیف سے نجات ملے الغرض
حضرت علی علیہ السلام نے اجازت دی اور فرمایا کہ خیر تمکو اختیار ہے یہ حکم سنتے

ہی حضرت امام حسین علیہ السلام خود مجلس میں تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے شمر کے بازو اور گردن کی رسیاں کہولدیں۔ اور اپنے سامنے آب و غذا سے سیر کر کے اوسے رہا کر دیا۔ اب انتہائے رحم دلی سنئیے کہ جب بروز عاشورہ وہی شمر لعین حضرت کے سینہ اقدس پر بقصد قتل چڑہا تو حضرت کے آنکھوں سے آنسو نکل آئے اوس لعین نے پوچہا کہ اے حسین کیوں روتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تیرے لئے روتا ہوں کہ تو بوجہ ارتکاب اس فعل عظیم کے ہمیشہ کیلئے مستحق نار ہوا جاتا ہے۔ رحم دلی تو ایسی تھی۔ کہ بوقت قتل اپنے قاتل پر ترس کھالیا۔ اب صبر و رضا کو دیکھئے۔ کہ جب نوجوان بیٹے شبیہہ پیغمبر حضرت علی اکبر کے سینہ مبارک پر برچھی لگی تو برچھی کے پھل کو خود حضرت نے سینہ علی اکبر سے نکالا اور جب اپنے لخت جگر کے زخم دل سے خون بہتے دیکہا تو صبر و شکر کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور جب حضرت علی اصغر پسر شیر خوارہ کے گلوے نازنین پر تیر ستم لگا اور وہ بچہ حضرت کی گود میں تڑپ کر شہید ہوا تو حضرت نے اپنے ہاتھ سے اوسکی قبر کھود کر دفن کیا اور بعد ان سب قربانیوں کے بھی جب درگاہ کبریائی میں کچھہ کہا تو بزبان حال یہ کہا۔

کوئی تحفہ تیرے لائق نہیں پاتا ہی حسین ÷ ہاتھ خالی تیرے دربار میں آتا ہی حسین

پس بھائی یہ حضرات البتہ ایسے ہیں کہ جنکی مدارج ہمارے اور تمہارے قیاس سے باہر ہیں۔

محی الدین: یہ فضائل تو صبر و رضا کے ہیں کوی ایسا واقعہ بیان کرو کہ ان حضرات نے اپنے بیٹونکی بوجہ بدکاریونکے ویسی سزا کی ہو جیسے حضرت عمر نے کی۔

علی رضا:- اسمیں تو میں بالکل مجبور ہوں۔ کیونکہ میرے آقا کے شہزادے کوی بدکار ہوے ہی نہیں نہ کسی نے شراب پی اور نہ کسی نے زنا کیا بلکہ جو ہوئے وہ طیب وطاہر پاک صاف ہوے اور دنیا کے مکروہات سے ہمیشہ بری رہے تمہیں بتلاؤ کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السّلام کی کون اولاد بدکار ہوئی؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ائمہ طاہرین کے علاوہ بھی سب مقدس وابرار تھے غالباً تم کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کہ حضرت عباس حضرت علی اکبر وحضرت قاسم وحضرت عون ومحمد علیہم السلام ایسے بزرگوار تھے کہ بعد انبیا وائمہ ہدیٰ علیہم السّلام کے آپ ہی لوگ خاصان خدا میں سے ہیں

گو وہ دنیا میں نہیں عرش مقام انکا ہے ✤ آجتک عالم ایجاد میں نام اُنکا ہے

محی الدین:- شہداء کربلا کے مدارج میں مجھے کلام نہیں۔ لیکن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو بڑا فخر یہ ہے کہ علاوہ اس کے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جناب سرور کائنات کے حرم میں داخل تھیں۔ حضرت فاروق کی شادی حضرت ام کلثوم بنت جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت فاروق کو خاندان نبوت سے دوہرا توسّل حاصل تھا۔

علی رضا:- نعوذ باللہ من ذالک میں ایسے اتہام کو بالکل گالی گلوچ میں شمار کرتا ہوں۔ ہرگز جناب ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت عمر کے نکاح میں نہ آئیں اور نہ آسکتی تھیں اور نہ کوئی عقل سلیم اس بات کو قبول کرسکتی ہے۔ کہ حضرت عمر ایسے ازخود رفتہ ہوگئے ہوں۔

کہ دن سن اور فطرت سب کا خیال برطرف کرکے ایسے بے جوڑ ازدواج کی طرف متوجہ ہوئے ہوں۔ ہم لوگوں پر آپ لوگوں کا بڑا الزام یہ ہے۔ کہ ہم لوگ حضرت عمر کو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ لوگ اس بات کو فرض کرکے حضرت عمر کی سیرت پر ایسا دھبا لگاتے ہیں کہ اگر ہم اس کو زبان پر لائیں تو آپ کہینگے۔ کہ ہم اپنے وعدہ سے منحرف ہوگئے۔ اس لئے ہم یہ التماس کرتے ہیں کہ یا تو اس قصہ کو ترک کیجئے۔ یا مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں بلا نفسانیت اُن الزاموں کو جو حضرت عمر پر عائد ہوتے ہیں بیان کروں

محی الدین :۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ آپ میرے پیشوا کی شان میں کوئی لفظ بے ادبانہ استعمال کریں اور میں اس کو جائز رکھوں لیکن میں بحث کو بھی ترک نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس سے حضرت فاروق کی بڑی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

علی رضا :۔ مجھے اس بحث سے ہرگز گریز نہیں۔ اس لئے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب حضرت سیدہ کا توسّل ایک بڑی نعمت ہے تب خود حضرت کے شوہر بزرگوار کا درجہ تو بہت ہی اعلےٰ ہو جاتا ہے لیکن پھی حضرت عمر نے ان دونوں بزرگوار کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ایک کو خانہ نشین کردیا اور دوسرے کے دفن و کفن تک میں شریک نہ ہوئے جیسا کہ ہم آئندہ ثابت کرینگے۔ اس مقام پر مجھے مشکل یہ ہے کہ جب ہم کسی شخص کو کسی جرم کا ملزم قرار دیں تو بغیر استعمال اوس لفظ کے کیونکر الزام دے سکتے ہیں۔ اسی گفتگو میں آپ دیکھئے کہ آپ کہتے ہیں کہ اس واقعہ

سے حضرت عمر کی بڑی عظمت ثابت ہوتی ہے اور مَیں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ واقعہ فرض کیا جائے تو بجائے عظمت کے حضرت عمر کی بڑی ——— بھتی میں مجبور ہوں اب تم بتلاؤ۔ کہ مَیں کیا کروں۔ اگر اس لفظ کا استعمال کروں۔ تو تم مجھ پر الزام دوگے۔ کہ مَیں اپنے وعدہ تہذیب سے گذر گیا۔ اور اگر اُس لفظ کا استعمال نہ کروں۔ تو اپنے دعوے کو کیونکر ثابت کروں۔

محی الدین نے دیر تک دل میں غور کیا کہ واقعی یہ سچ ہے کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص پر کسی بات کا الزام دہرنا چاہے تو بغیر استعمال اوس لفظ کے اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکتا۔ اس لئے۔

محی الدین:۔ خیر تو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اگر بلا نفسانیت اور بلا طعن و تشنیعہ تم اپنے خیالات کو ظاہر کروگے۔ تو مَیں بُرا نہ مانونگا۔

علی رضا:۔ جزاکم اللہ۔ مَیں بقسم کہتا ہوں۔ کہ مجھے مطلق نفسانیت نہیں ہے۔ اور نہ مَیں طعن و تشنیعہ کو اچھا سمجھتا ہوں۔ مَیں صرف ان نتائج کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس واقعہ کے فرض کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ مَیں کہنا چاہتا تھا۔ کہ اگر یہ واقعہ مان لیا جائے تو بجائے عظمت کے حضرت عمر کی بڑی بے غیرتی اور بے حیائی ثابت ہوتی ہے۔

محی الدین:۔ یہ کیونکر؟

علی رضا:۔ تم خود کہہ چکے ہو۔ جیسا کہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہ جناب رسول مقبول کے حرم میں داخل تھیں اسلئے حضرت ام کلثوم حضرت حفصہ کی اپنی سوتیلی نواسی تھیں۔ تب حضرت عمر کا اپنی سوتیلی پر نواسی

کو پیرانہ سالی میں زوجہ بنانا ایسا مکروہ واقعہ ہے۔ جو کسی شریف خاندان
میں آجتک سنا نہ گیا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس بے جوڑ بے قافیہ
ازدواج سے کوئی مہذب آدمی ایسا نہ نکلیگا۔ جو حضرت عمر کو نفرت کی
نگاہ سے نہ دیکھے۔ تم خود غور کرو۔ کہ از آدم تا ایندم کونسا ایسا بے حیا اور
بے غیرت گذرا ہے۔ جس نے تین بیبیوں کے رہتے ہوے اپنی بیٹی کی نواسی
سے (سوتیلی ہی ہی) یعنی پرنواسی سے جبکہ خود پیر فرتوت ہو۔ اور جبکہ وہ لڑکی
دختر صغیر سن زمانہ رشد کو بھی نہ پہنچی ہو۔ شادی کی ہے یا ایسے بے جوڑ ازدواج
کی خواہش کی ہے۔

یہ بات برائے خود اسقدر نفرت انگیز ہے کہ اگر کسی شریف کے نسبت
کہا جائے تو وہ اس کو سخت گالی سمجھ کر عجب نہیں کہ دست بقبضہ ہو۔ اور
اس میں تو شک ہی نہیں کہ اگر کوئی شیعہ کہے کہ حضرت عمر نے اپنی پرپوتی
سے شادی کی تھی۔ تو سارے سنّی بھائی اس کو سخت تبرا سمجھ کر عجب نہیں
کہ اس بیچارے کو راہ چلنے نہ دیں۔ اگرچہ ایسی نسبت حضرت عمر کو آپکی ایسی
پرپوتی سے دیجاے۔ جو آپ کے مادر جلو پوتی کی لڑکی ہو۔

ہم حضرت عمر کو اچھا نہیں سمجھتے۔ لیکن ایکبارگی ایسا برا بھی نہیں سمجھتے
کہ اُن کے نسبت یہ خیال کریں۔ کہ انھوں نے اپنی پیرانہ سالی میں اپنی پرنواسی
پر نظر ڈالی ہو۔ اور ایسی خلاف فطرت خواہش ظاہر کی ہو۔ جو سوائے بہائم کے
کسی مخلوق خدا نے نہ کی ہے۔ آپ لوگوں کو اختیار ہے کہ مجرد حضرت علی علیہ السلام
سے توسل ثابت کرنے کے لئے ایسی بات بنائی اور اپنے پیشوا پر ایسا داغ لگا

جس سے دنیا بھر کے کل شریف النفس لوگ ان سے نفرت کریں۔

محی الدین:۔ مگر حضرت فاروق کی یہ خواہش جب خلاف شرع نہ تھی تب ہم کو کچھ تردد نہیں۔ اگر ساری دنیا کا آدمی اس کو برا سمجھے۔ دنیا کے لوگ تو ہماری شریعت ہی کو برا سمجھتے ہیں

علی رضا:۔ بھئی تمہیں واللہ۔ دنیا بھر کے لوگوں کو جانے دو۔ تم خود کہو۔ کہ تمہارے نزدیک یہ بات خلاف فطرت اور خلاف طریقہ شرفا ہر قوم و قبیلہ معلوم ہوتی ہے یا نہیں

اور یہ جو کہتے ہو کہ جب شریعت میں جائز ہے۔ تو ہمکو لوگوں کے طعن و طنز کی کیا پروا ہماری شریعت ہی کو لوگ برا کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور سمجھہ کا پھیر ہے۔ جو میں کہہ رہا ہوں۔ ہرگز خلاف شرع نہیں ہے اور نہ ہماری شریعت نفرت انگیز ہے۔ ہماری شریعت نے تہذیت اور اخلاق اور فطرت کا بہت خیال رکھا ہے۔

ایک یہی مسئلہ ازدواج کا ہے کہ حق تعالےٰ نے قرآن میں صرف محرمات کا یعنی اون عورتوں کا بیان فرمادیا ہے۔ جن سے نکاح حرام ہے اور اس امر کو کہ غیر محرم میں کس سے شادی کرنا چاہیئے۔ اور کس سے نہ چاہیئے۔ بالکل اپنی مخلوقات کی مصلحت اور فریقین کی رضامندی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور مصلحت وقت میں ہر شخص فطرت دِن سن حیثیت ذاتی و صفاتی کا ضرور خیال کرتا ہے اور چونکہ ازدواج سے توالد و تناسل اور آرام و راحت و صلح خاندان مراد ہے۔ اس لئے بے ضرورت اور بے جوڑ شادیوں سے جس سے زن و

شوہر میں یا سوتنوں میں جنگ و جدال ہوا کرے۔ اشارۃً منع کیا گیا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

فانکحو ما طاب لکم مثنیٰ و ثلاث و رباع فان خفتم ان لاتعدلوہ فواحدۃً

یعنی تمہیں اختیار ہے کہ نکاح کرو۔ دو تین چار (عورتوں سے) لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کرسکو گے۔ تو صرف ایک سے (نکاح کرو)

تواریخ سے ثابت ہے کہ بوقت وفات حضرت عمر کے ان کی تین بیبیاں موجود تھیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے دو برس قبل وفات اپنی نکاح کیا تھا۔ اس لئے بوقت نکاح کلثوم کے تین بیبیاں حضرت کی موجود تہیں۔ اور اس وقت آپ کا سن شریف قریب ساٹھ برس کے تھا۔ تب یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت نے کیا سمجھ کر ایسا حوصلہ کیا ہوگا۔ کہ ساٹھویں برس کی عمر میں آپ تین بیبیوں کے علاوہ ایک لڑکی صغیر سن کے ساتھ عدل کرسکینگے۔ اس لئے میرا دل قبول نہیں کرتا کہ حضرت عمر نے جو خلیفہ وقت تھے۔ اور جو غالباً اس آیت قرآنی سے واقف ہونگے۔ اپنی صغیر سن پر نواسی سے ساٹھ برس کی عمر میں تین بیبیوں کے رہتے ہوئے نکاح کرنے کو عدل سمجھا ہو۔

محی الدین:۔ آپ اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔ حضرت عمر نے یہ عقد اپنے حظ نفس کے لئے نہیں کیا تھا حضرت نے یہ عقد خاندان رسالت سے توسّل حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔ جیسا کہ شیخ شہاب الدین نے حضرت عمر کا قول لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ مَالِی حاجتہٗ اِلیٰ النِّساءِ وَلٰکن

ابتغی الوسیلتہ الی محمد علیہ السلام یعنی مجھے عورت کی حاجت نہیں ہے۔ میں فقط وسیلہ طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہتا ہوں۔

علی رضا:۔ یہ تو اور مہمل ہے۔ یعنی جب عدل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو ایک صغیر سن لڑکی کی راہ روکنی اور اُسے ماتھے پر ہاتھ رکھہ کر شوہر کی حیات کے دن گننے کے لئے یا اپنے لاشہ پر بین کرنے کے لئے اپنے گھر میں لانا ہرگز داخل محبت نہیں بلکہ داخل عداوت ہے کیونکہ اس ازدواج سے تو آئے دن خلش اور رنجش بڑہتی رہیگی اور خاندان میں بجائے آرام وراحت کے ہزار طرح کی بے لطفی اور بے عنوانی رہا کریگی۔ کیونکہ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ جب بے جوڑ شادی ہوتی ہے۔ تو زن و شوہر کی اوقات تلخ کٹتی ہے۔ اور اگر اوس گھر میں پہلے سے اور بھی بیبیاں موجود رہتی ہیں۔ تو وہاں رات دن لڑائی جھگڑا پھیلا رہتا ہے۔ اور محض واسطے حصول وسیلہ کے ایک صغیر سن لڑکی کی راہ روکنی تو ایسی ہے۔ جیسی ایک نقل مشہور ہے۔ یعنی آفریدیوں کے ملک میں ایک پیر میاں گئے۔ اور ہزاروں آفریدیوں کو اپنا مرید کیا اور وہ لوگ حضرت کے بڑے معتقد ہو گئے۔ جب ایک برس کے بعد پیر میاں نے اپنے وطن واپس آنے کا قصد کیا۔ تو آفریدیوں نے کہا کہ ایسے بزرگ کا قدم جب یہاں سے چلا جائیگا۔ تو ساری خیر و برکت جاتی رہیگی۔ یہ سونچ کر اون لوگوں نے (بات کیا تھی) پیر میاں کو قتل کر ڈالا۔ اور بعدہٗ اُن کا مقبرہ عالیشان تیار کیا جس میں ہر سال بڑی دہوم دہام سے اون کا عرس کرنے لگے۔

یہ قصہ صحیح ہو یا خیالی ہو۔ یہاں پر مثال کے لئے نہایت مماثل ہے اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت عمر نے یہ شادی صرف بنظر حصول توسل ساتھ جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کی تھی۔ تو یہ تو بالکل تحصیل حاصل ہے تم خود کہتے ہو کہ آپ کو یہ شرف حاصل تھا۔ کہ آپ کی بیٹی حضرت حفصہ جناب رسول مقبول کے حرم میں داخل تھیں۔ تب پھر کونسی ایسی ضرورت لاحق ہوئی۔ کہ حضرت عمر نے اپنی پیرانہ سالی میں اس تحصیل حاصل کا قصد کیا۔ اور ایک کم سن لڑکی کے بیوہ بنانے پر تل گئے اور اتنا بھی نہ خیال کیا کہ تین بیبیاں تو گھر میں موجود ہیں۔ وہ چوتھی لڑکی جو آئیگی اوس کا نباہ کیونکر ہوگا۔ اور اس کے ساتھ کیونکر عدل کرسکونگا۔ اور اگر یہ کہو کہ حضرت عمر کو اس تقرب یا وسیلہ کا بطور قند مکرر استحکام مقصود تھا۔ تو یہ امر بعنوان احسن نہایت معقول طریقے سے اور موافق طریقہ شرفاء ہر قوم وقبیلہ انجام پا سکتا تھا۔ یعنی اُس وقت خدا کے فضل سے جناب رسول مقبول کے دو فرزندان یعنی حضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام جو سردار جوانان بہشت تھے۔ موجود تھے۔ حضرت عمر اپنی بیٹی یا پوتی ان شاہزادوں میں سے کسی کو یا دونوں کو دیتے۔ جس سے دوہرا توسل آپ کو خاندان رسالت سے حاصل ہوتا نسل کی ترقی ہوتی۔ سیادت آپکے خاندان میں آتی اور یہ وسیلہ قیامت تک قائم رہتا۔ ایسا نہ کر کے خود آپ کا بعالم پیری ایک صغیر سن پر نواسی سے شادی کرنا میرے نزدیک صرف خلاف عقل وعدل ہی معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ نہایت بے غیرتی اور بے شرمی کی بات معلوم ہوتی ہے اس لئے میرا دل کبھی قبول نہیں کرتا۔ کہ حضرت عمر نے ایسی خلاف

فطرت اور بے جوڑ شادی کی خواہش کی ہو جس سے دنیا بھر کے لوگ اون کو
نفرت کی نگاہ سے دیکھیں خدا کے لئے کچھہ نہیں تو اتنا تو سوچو کہ اگر نعوذ باللہ
یہ واقعہ سچ ہے تو کیسا معلوم ہو گا کہ ہر صبح کو حضرت حفصہ حضرت کلثوم کو
کہتی ہونگی السلام علیک یا امّی بنت بنتی ام کلثوم اور اس کے جواب میں حضرت
کلثوم کہتی ہونگی۔ وعلیک السلام یا بُنتی وام امی حفصہ یعنی حضرت حفصہ اپنی
زبان میں حضرت کلثوم کو میری نواسی اماں اور حضرت کلثوم حضرت حفصہ کو
میری بیٹی نانی کہتی ہونگی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ مجھے تعجب ہے کہ جناب
مولانا شبلی صاحب نے اپنی کتاب الفاروق میں جس میں آپنے علاوہ
تصنیف و تالیف کے مضمون آفرینی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے اور
جس کی تالیف میں جناب کو ویسی کاوش کرنی ہوئی ہوگی جیسی شعرا کو بزمانہ
مشاعرہ غزل طرح و غیر طرح کہنے میں ہوتی ہے اور جس میں آپ نے حضرت
فاروق کو دنیا بھر کے اعلیٰ طبقہ کا مہذب اور تعلیم یافتہ ہیرو بنایا ہے۔ یہ داغ
حضرت پر رہنے دیا۔ اور ایسے مکروہ اور مہمل قصہ کو اپنی کتاب میں درج کر کے
اپنے ہیرو کو اچھے اور شریف النفس لوگوں کے نزدیک ایک بے حیا اور بے
غیرت حرصی آدمی بنا دیا ہے۔ جناب مولانا شبلی صاحب سے دور اندیش
مصنّف کا جو سرسید کی اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور جو ہر بات میں فطرت
کا دم بھرتے ہیں اپنے ہیرو پر یہ داغ لگانا۔ کہ انہوں نے انتھاون برس
کی عمر میں تین بیبیاں رہتے ہوئے اپنی بیٹی کی صغیر سن سوتیلی
نواسی سے بیاہ کی خواہش کی تھی محل تعجب ہے۔ غالباً جناب مصنف

نے اس پہلو کو خیال نہ کیا اور نافہم مولویوں کے فقرے میں آکر اس جنجال میں پڑ گئے۔

محی الدین:۔ یہ سب قیاسات ایک طرف ہیں۔ اور واقعہ ایک طرف ہے۔ آپ یہ تو فرمائیے۔ کہ روایات متواترات کو آپ کیونکر باطل کر سکتے ہیں؟

علی رضا:۔ یہ قصہ تو ایسا مکروہ اور ناگفتہ بہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ بقول علماء سنت جماعت صحیح مان لیا جائے۔ تو دو بڑے رکن اسلام کی سیرت پر ایسا داغ آتا ہے۔ اور ان کی ایسی توہین اور تذلیل ہوتی ہے کہ جو شخص سنیگا۔ وہ ان کے کیریکٹر سیرت سے انتہا کی نفرت کریگا آپ کی کتابوں میں اس بے جوڑ بے قافیہ شادی کا حال جس میں لڑکا ساٹھ برس کا بوڑھا اور لڑکی چار یا پنچ برس کی دختر نابالغہ ہے یوں بیان کیا گیا ہے

اَنَّ عُمَرَ ابنَ الخطاب خَطَبَ اِلٰی علی ابنتہ اُمّ کلثوم فذکر لہ صِغرھا فقیل لہ انہ رَدّک فعاودہ فقال لہ علی ابعث بھا الیک فان رضیت فھی امراتک فارسل الیہ فکشف عن ساقھا فقالت لہ لولا انک امیر المومنین للطمت عینک۔

یعنی جب عمر ابن خطاب نے جناب امیرؑ سے ام کلثومؑ کی خواستگاری کی۔ تو حضرت نے اوس کی صغر سنی کا عذر کیا تب لوگوں نے کہا کہ جناب امیر نے تمہاری بات اٹھا دی۔ تب حضرت عمر نے پھر خواستگاری

کی۔ اوس پر جناب امیر نے اوس لڑکی کو اُن کے پاس بھیجدیا۔ اور کہا کہ اگر یہ راضی ہوجائے تو یہ تمہاری عورت ہے۔ جب وہ لڑکی وہاں پہنچی۔ تو حضرت عمر نے اوس کی ساق کھولی۔ اوس لڑکی نے کہا کہ اگر تم امیر المومنین نہ ہوتے تو میں تمہاری آنکھ پر طمانچے مارتی

دیکھو کتاب استیعاب

اور کتاب مناقب السادات میں شیخ شہاب الدین دولت آبادی نے باب ششم شرح خصاف سے لکھا ہے۔

كما خطب عمرُ امّ كلثوم و اعتذر علي و قال انها صغيرةٌ فقال مالي حاجة الى النساء و لكن ابتغي الوسيلة الى محمد عليه السلام و هو يقول كل سبب و نسب ينقطع بالموت الا سببي و نسبي فزوجها علي اباه لمهر اربعين الف درهم فساق ذالک الى عمر و هي ابنة اربع الى خمس ما جلسه عمرُ الى جنبه فرفع ميزرها و مسح يده على اسها فجر د ساقها فرفعت يدها و كادت ان تلطمه و قالت لولا انت امير المومنين للطمت على خدک فقال عمر ادعوها فانها هاشمية فرشتة

یعنی جب عمر نے اُم کلثوم کی خواستگاری کی اور علیؑ نے یہ عذر کیا۔ کہ وہ صغیرہ ہے تو کہا کہ مجھے حاجت عورت کی نہیں ہے لیکن میں وسیلہ طرف محمد علیہ السلام کے چاہتا ہوں۔ کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ کل نسب اور سبب بعد موت کے قطع ہوجاتے ہیں۔ الا میر انسب اور سبب تب علیؑ

نے چالیس ہزار درہم پر اوس کا عقد کر دیا۔ کہ جس وقت کہ سن اوس کا چار
پانچ برس کا تہا تب بٹھایا عمر نے اوس کو اپنے پہلو مین۔ اور اوس کی چادر
سر سے اتاری اور اپنا ہاتھ اوس کے ماتھے پر پھیرا اور ساق پا کو اوس کے
کھولا۔ تب اوس لڑکی نے ہاتھ اٹھایا اور قریب تہا کہ خلیفہ کے منہ پر طمانچہ
مارے اور کہا کہ اگر تو امیر المومنین نہ ہوتا۔ تو مین تیرے مُنہ پر طمانچے
مارتی۔ تب عمر نے کہا کہ اوس کو واپس کرو کیونکہ یہ زن ہاشمیہ قریشیہ ہے
بھئی محی الدین ذرا غور کرو۔ کہ اس وقت جناب شاہنشاہ جاپان
تحقیقات مذاہب فرمارہے ہیں۔ اگر موصوف البہ سیرت و اخلاق محمدیؐ
و تہذیب مرتضوی اور اصول اسلام کو پسند فرماکر یہ کہیں کہ بیشک اسلام
سب سے اچھا مذہب ہے اور اُس پر اون کا وزیر اعظم بودھ مذہب والا
یہ بول اٹھے کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں اسلام تو ایسا میلا مذہب ہے کہ
ایک بڑا رکن اسلام جو محمدؐ صاحب کا بڑا عالیشان نائب سمجھا جاتا ہے اس
نے ساٹھ برس کے سن میں تین بیبیوں کے رہتے ہوئے اپنی بیٹی
کی نواسی سے شادی کی تھی۔ اور اوس کے ساتھ علانیہ ایسی حرکت کی
تھی۔ جو کوئی شریف نہیں کرتا۔ اور اس لئے اوس لڑکی نے اوس کے
منہ پر طمانچہ لگانے کا قصد کیا تہا۔ اور دوسرے رکن اسلام نے (عیاذاً باللہ)
اپنی بیٹی کو بازاری سودا کی طرح بطور نمونہ کے اوس کے پاس بھیج دیا تہا
تو شاہنشاہ جاپان کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ اگر شاہنشاہ جاپان نے
علماء سنت جماعت سے یہ سوال کیا کہ کیا میرا وزیر جو کہتا ہے۔ سچ ہے۔

اور اگر یہ سچ ہے۔ تو انسان کی تواریخ میں کسی ملت اور مذہب میں اس کی مثال مل سکتی ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان حضرات کا کیا عالم ہوگا اور اس سوال کے جواب میں کیسا فشار ہوگا۔ خدا سمجھے اون راویوں سے جنہوں نے ایسے ایسے واہیات اور مہمل قصّے گڑھ کر اسلام کو محض بے آبرو اور شرمناک رنگ میں دکھا کر ڈوبویا ہے اور ایسے پاک مذہب کو محض میلا اور نفرت انگیز جامہ پہنایا ہے اور ہمارے آقا گوہر درج شرافت و قمر برج سیادت امیر المومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو نعوذ باللہ ایسا بے عزت اور بے شرم دیکھایا ہے کہ اوس برگزیدہ خدا نے اپنی بیٹی صاحب تطہیر کو نعوذ باللہ بطور نمونہ کے بہیجدیا اور وہ بہی ایسے شخص کی پاس جس کی صورت سے آپ کو نفرت تہی۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضرت ابو بکر نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آنے کی خواہش کی تہی۔ تو حضرت علی نے بوجہ کراہت حضوری حضرت عمر کے کہلا بہیجا کہ آپ تنہا آئیں تو مضائقہ نہیں لیکن کوئی دوسرا آپکے ساتھ نہ آئے الغرض یہ قصہ اس قدر مہمل ہے کہ کوئی معمولی عقل کا آدمی بہی اوس کو مان نہیں سکتا۔ اور مسلمانوں کے لئے تو ایسی بات کا ماننا خلفاء راشدین کی سیرت پر داغ لگانا ہے۔

باعتبار واقعات کے بہی ان روایات سے اوس لڑکی کا بنت جناب فاطمہ زہرا ہونا غیر ممکن ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ ۱۷ھ ہجری سے ۱۸ھ ہجری کے اندر ہونا بیان کیا جاتا ہے اور صاحب مواقف کہتے

ہیں کہ جب جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے باغ فدک کا دعوی کیا تہا تو حضرت اُم کلثوم نے گواہی دی تھی۔ اس لئے اگر بوقت انتقال جناب فاطمہ زہرا علیہا کے سن حضرت ام کلثوم کا پانچ برس کا ہی فرض کیا جائے اور دو برس زمانہ خلافت خلیفہ اول اور چھہ سات برس زمانہ خلافت خلیفہ ثانی اُس پر اضافہ کیا جائے۔ تو اس وقت سن اون معظمہ کا اٹھارہ برس سے چودہ برس تک ہوتا ہے۔ تب یہ بات کہ ایسی لڑکی کو جناب امیر علیہ السلام نے بطور نمونہ کے بھیج دیا تہا اور اوس لڑکی ساتھ حضرت فاروق نے بقول بعضے قبل از نکاح ویسی حرکت کی تھی۔ جو مذکور ہوی۔ اور یہ حرکت آپ نے بحالت صحت ذات وثبات عقل ایسی علانیہ اور بے محابا کی کہ لوگوں نے دیکہا اور کتابوں میں لکہا کس قدر مہمل اور خلاف عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر سن اوس لڑکی کا وقت نکاح چار یا پنچ برس کا فرض کیا جائے جیسا کہ حضرات سنت جماعت کی کتابوں میں لکہا ہے۔ تو اسی وقت قصہ فیصل ہے کیونکہ جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے سنہ۱۱ہجری میں وفات فرمائی ہے۔ تب جو لڑکی سنہ۱۷ہجری میں چار یا پنچ برس کی ہوگی وہ سنہ۱۲ یا سنہ۱۳ہجری میں یعنی دو یا ایک برس بعد وفات جناب سیدہ کے پیدا ہوئی ہوگی۔ اس لئے وہ بنت فاطمہ ہو نہیں سکتی۔

المختصر جب مصنفین متاخرین فرقہ سنت جماعت نے غور فرمایا کہ کوی بیٹی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی دو برس قبل از وفات حضرت فاروق کے صغیر سن ہو نہیں سکتی۔ تب اس راہ سے کترا کر ایک دوسرا قصہ گڑہا

یعنی یہ لکھ دیا کہ ام کلثوم سے حضرت عمر کو ایک لڑکا پیدا ہوا تہا۔ جس کا نام زید
ابن عمر تہا۔ مگر خیریت یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ بہی لکھدیا کہ زید ابن عمر
معہ اپنی مادر ام کلثوم کے زمانہ خلافت معاویہ میں مر گیا اور دونوں ماں بیٹے
کی نماز جنازہ حضرت امام حسینؑ اور عبد اللہ ابن عمر نے پڑہائی لیکن متواترات
سے یعنی کتاب روضۃ الشہدا و تحریر الشہادتین وغیرہ سے ثابت ہے۔
کہ جناب حضرت ام کلثوم بنت جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام معرکہ
کربلا میں ساتھ اپنے برادر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے موجود
تہیں اور بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اسیر ہوکر کوفہ و
شام گئیں۔ اور بعد رہائی مدینہ تشریف لائیں اور اپنے شہید بہائی کی عزاداری
کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو ام کلثوم زوجہ حضرت عمر فاروق تہیں
وہ ہرگز بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام نہ تہیں۔ حضرات مصنفین نے ایک نام
ہونے کی وجہ سے ایسا دہوکہا کہایا ہے اور اسی غلط بنیاد پر ایک عمارت
بے سقف و جدار قائم کی ہے۔

اگر یہ ام کلثوم نعوذ باللہ زوجہ خلیفہ ثانی ہوتیں۔ تو ابن زیاد و یزید بپاس
خاطر خلیفہ دویم کچہہ نہ کچہہ انکا احترام ضرور کرتا۔ اور کم سے کم مصنفین اور مورخین
واسطے دیکہلانے اتحاد اور ہمدردی درمیان خاندان خلیفہ ثانی و اہلبیت
طاہرین کے کچہہ نہ کچہہ اس کا تذکرہ فرماتے مگر کسی محدث یا مورخ یا مصنف
نے کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا ہے کہ کوئی زوجہ حضرت خلیفہ ثانی کی
معرکہ میں موجود تہیں یا اسیر ہوئیں۔

الغرض یہ قصہ عقلاً و نقلاً عرفاً و شرعاً بالکل بے سروپا اور بے بنیاد ہے۔ واقعہ صرف اسی قدر ہے۔ کہ ایک عورت اسما بنت عُمیس تہی۔ جس کا نکاح پہلے حضرت جعفر طیار سے ہوا تہا۔ بعدہٗ حضرت ابوبکر کے نکاح میں آئی اور اون سے اوس عورت کو ایک لڑکی اُم کلثوم نام پیدا ہوی اور تب اسما بنت عُمیس مذکورہ جناب امیر علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور کلثوم دختر حضرت ابوبکر بہی اپنی ماں کے ساتھ جناب امیر کے گھر میں آئی لیکن حضرت بی بی عائشہ کو اپنے باپ کی بیٹی کا بہی حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں رہنا ناگوار ہوا۔ اس لئے آپنے حضرت عمر خلیفہ وقت کے ذریعہ سے اس کو طلب کرایا جناب امیر علیہ السلام اس لڑکی کے جانے پر بہی راضی نہ تہے۔ مگر جب حضرت عباس نے سمجہایا کہ ایسی ایسی چہوٹی باتوں کے لئے قصہ طول کرنا بیکار ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے اوس لڑکی کو خلیفہ ثانی کے پاس بہیج دیا چنانچہ حسب نقل بعض متکلمین کے مصنف کتاب بوارق نے بہ سند کتاب استیعاب وکنز العمال اس حکایت کو یوں لکہا ہے۔

ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسما بنت عُمیس کہ اولاً زن جعفر طیار بود باز بہ نکاح ابوبکر آمدہ عبدالرحمن نام پسر و دختر ام کلثوم نام زائید بعد ازاں بہ نکاح علی ابن ابی طالب در آمد کلثوم ہمراہ مادر آمدہ عمر ابن خطاب با ام کلثوم دختر ابوبکر نکاح کرد۔"

ہرچند نکاح کرنا حضرت عمر کا اس لڑکی سے بہی خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن واقعہ اسی قدر ہے کہ اس لڑکی کو حضرت عمر نے منگوا لیا تہا

اور اسی کو طوعاً و کرہاً جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ ثانی کے پاس بھیجا تھا لیکن چونکہ اوس لڑکی کا نام بھی ام کلثوم تھا اس لئے یاروں نے اس پر خوب خوب طبع آزمایاں اور خامہ فرسایاں کیں۔ اور خوب خوب بے پر کی اوڑائی

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ خود غور کرو کہ تمہارے نزدیک آیا یہ قصہ قرین عقل و قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یا وہ قصہ جو تمہاری کتابوں میں مذکور ہے اور جس سے دو خلفاء عالیجاہ کی انتہا درجہ کی توہین و تذلیل ہوتی ہے اور دونوں کی سیرتوں پر بڑا دھبا آتا ہے۔

محی الدین:۔ یہ امر متعلق بہ تحقیقات واقعات تاریخی ہے۔ اس کو میں اپنے علما سے دریافت کرونگا۔

علی رضا:۔ دیکھو ہم نے تم سے تین اقرار لے لئے ہیں کہ فضائل اثنا عشر میں حضرت علی علیہ السلام کسی صحابہ سے کم نہ تھے اور اب ہم یہ کہتے ہیں کہ فضائل مفصلہ ذیل جو حضرت علیؑ کو اعلےٰ درجہ پر پہنچاتے ہیں حضرت ہی کی ذات خجستہ صفات کے لئے مخصوص ہیں اور کسی صحابہ کو حاصل نہ ہوئے۔ علاوہ اس کے علوم باطنی اور معرفت آلہی جس کی نسبت کل حضرات اہل تصوف بھی معترف ہیں۔ خاص حضرت علی ہی کا حصہ تھا پس اپنے علما سے اس کو بھی تحقیق کرنا کہ یہ سب فضائل حضرت کو حاصل تھے یا نہیں

۱۔ حضرت علی علیہ السلام خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے دیکھو سوانح عمری حضرت علی ابن ابیطالب صفحہ ۴۸۶

۲۔ حضرت علی نے کنار رسولؐ میں پرورش پائی دیکھو سوانح عمری علی مرتضیٰ صفحہ ۴۸

۳ حضرت علیؑ سابق الایمان ہوئے اور ایام طفولیت ہی سے مسلمان رہے ایضاً صفحہ ۴۸۸

۴ حضرت علیؑ کو حضرت رسولؐ نے انفسنا میں داخل کیا اور لحمک لحمی دمک دمی فرمایا ایضاً صفحہ ۴۹۴

۵ حضرت علیؑ مظہر العجائب کہلائے اور حضرت رسولؐ کو حضرت علیؑ سے طلب اعانت کی ہدایت ہوئی۔
یعنی نادِ علیاً مظہرَ العجائبِ تجدہُ عوناً لکَ فِی النوائبِ کہا گیا۔

۶ بہ شب معراج حق سبحانہ عز شانہ نے جناب امیرؑ کی آواز میں جناب رسول مقبولؐ سے بات کی دیکھو سوانح عمری صفحہ ایضاً ۴۹۸

۷ حضرت علیؑ کا ازدواج حضرت سیدۃ النساء العالمین سے ہوا مشہور ہے۔

۸ حضرت علیؑ نے فرمان واجب الاذعان خداوند منان یعنی سورہ برأت بمقابلہ ہجوم کفار بد شعار و جم غفیر منافقین ناہنجار بکمال کشادہ پیشانی پڑھا دیکھو سوانح عمری حضرت علی مرتضیٰؑ صفحہ ۶۱۲

۹ حضرت علیؑ خانہ کعبہ میں رسولؐ کے سر تاج صاحب معراج کے دوش مبارک پر سوار ہوئے ازالۃ الخفا صفحہ ۵۲ و سوانح عمری صفحہ ۵۰۸

۱۰ حضرت علیؑ شکم مادر میں تعظیم رسول کرتے تھے اور پہلی غذا آپ کی لعاب دہن رسولؐ تھی اور دنیا میں سب سے پہلے آپ کی نظر حضرت رسول اللہؐ پر پڑی دیکھو سوانح عمری صفحہ ۴۸۷

۱۱ نماز اور عبادات میں آپ پر درود بھیجنا جزو عبادت ہوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر کرنا عبادت تھا دیکھو سوانح عمری صفحہ ۶۳۲

۱۲ جناب رسول مقبولؐ اور حضرت علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے دیکھو سوانح عمری صفحہ ۲، ۵ و ۳، ۵

محی الدین: ۱ تا ۲ تا ۳ کو تو میں خود جانتا ہوں بقیہ کو اپنے علما سے تحقیق کرونگا

علی رضا: ہر چند میرے برار مطلب کے لئے اسی قدر کافی ہے مگر تاہم شب گذشتہ کو میں نے ایک ٹیبل تیار کیا ہے جس سے بذریعہ کتب اہلسنت ثابت کیا ہے کہ فضایل اثنا عشری میں بھی حضرت علیؑ کل صحابہ سے افضل تھے برخلاف اس کے خلفاء ثلثہ سب صفتوں میں بالکل فیل ہوئے ہیں یاد رکھو کہ جزو کثیر اس ٹیبل کا تمہارے کتب سے تیار کیا ہے کیونکہ مذہب شیعہ کی کتابیں تو تمہارے نزدیک بالکل بیکار ہونگی ؛

۱ افضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
معرفت خدا	۱ حضرت علیؑ سابق الایمان تھے اور ابتدائے شعور سے آپنے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا گویا کالبد آپ کا نور ایمان سے بنا تھا۔ ۲ حضرت علیؑ کا قول تھا لوکُشِفَ الغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا۔ ترجمہ اگر میری آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے جائیں تو اس سے میرے یقین میں کچھ فرق نہ ہوگا یعنی میرا باطنی یقین وجود باری تعالی کا اونکے برائے العین کے برابر ہے	بروز ہجرت آپ خداوند عالم کو ایسا بھولے کہ قریش کی آہٹ پاتے ہی بچوں کی طرح رونے لگے اور کہنے لگے کہ قریش کثیر ہیں ہم صرف دو آدمی ہیں کیونکر جان بچیگی تب حضرت رسول مقبولؐ نے یاد دلایا اِنَّ اللہَ مَعَنَا یعنی اللہ کو یاد کیجئے اللہ ہمارے ساتھ ہے
نمبر ۲ تقرب خدا	۱ حضرت علیؑ کی شان میں حضرت رسول مقبول نے فرمایا النظرُ الی وَجہِ علیٍّ عبادۃٌ یعنی علیؑ کی زیارت عبادت میں داخل ہے دیکھو مستدرک و فتوحات اسلام محاربہ صدیقیہ صفحہ ۱۳ ۲ حضرت علیؑ کا نام ساق عرش پر لکھا ہے۔ ۳ بروز قیامت لوائے حمد حضرت علی مرتضیٰؑ کی ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیا اوس کے نیچے ہوکر چلیں گے دیکھو معارج النبوۃ ۴ حضرت علیؑ کے شان میں آیات قرآنی بکثرت موجود ہیں الف سورۂ دھر بسند تفسیر کشاف	اہلسنت کے امام اعظم ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ ایمان ابی بکر صدیق و ایمان ابلیس واحد یعنی حضرت ابوبکر اور ابلیس کا ایمان ایک ہے دیکھو تاریخ بغداد و خلاصہ تاریخ مذکور مسمیٰ بہ مختصر تاریخ بغداد مؤلفہ ابن جزلہ

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
۱ حضرت فاروق چھبیس ۲۶ برس کی عمر تک کافر بت پرست ہے۔ ۲ مدت مدید تک آپ حضرت رسول مقبولؐ کے دشمن جانی رہے یہانتک کہ ایک مرتبہ آپ حضرت پر تلوار کھینچ کر آئے تھے ازالۃ الخفا فتوحات اسلام محاربہ فاروقیہ صفحہ ۱ اول ۳ ربیع الابرار علامۂ زمخشری و کتاب مستطرف و فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بعد اسلام شراب نوشی کی اور عالم نشہ میں عبدالرحمن ابن عوف کو ہڈی سے مارا اور دو شعر پڑھے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے کہدو کہ ہم کو شراب پینے سے بچاوے اور ہمارا کہانا بند کرے اور ہم نے آج سے روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔	۱ حضرت بہت زمانہ تک بے ایمان رہے ۲ آپ نے صدہا جلدیں کلام پاک قرآن مجید کی جلوا دیں دیکھو تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۷	۱ تم ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ اس کہنے سے ہمارا یہ مطلب ہے۔ کہ جو شخص ایک وقت کافر ہو وہ مسلمان ہو نہیں سکتا۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان یا حضرت عمر کا ابتدائے اسلام سے تا وفات جیسا ایمان رہا ان اوس سے حضرت علیؑ کا ایمان کسی وقت کم نہ تھا بلکہ زیادہ تھا بفرض محال اگر برابر بھی ہو۔ تو بھی غور کرکے دیکھو تو کہ سب حضرات کی مدت ایمان کو منہا کرنے سے باقی کیا رہ جاتا ہے کیا علوم متعارفہ کے اصول سے صرف سابق کی حالت خلفاء دوم وسوم کے حصہ میں باقی رہ جاتی ہے یا کچھ زیادہ؟
امام ابوحنیفہ صاحب حضرت عمر کے قول کے نسبت یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ قَوْلُ قَالَ عُمَرُ فَقَالَ قَوْلُ الشَّيْطَانِ ۵ دیکھو جامع صغیر صفحہ ۳۲	علامۂ ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب دجال خروج کریگا تو اس کی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں۔	

حضرت علی علیہ السلام

۳ فضیلت برگزیدۂ خدا یعنے خدا کا پیارا ہونا

ب قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ بندازالۃ الخفاء
ج انما ولیکم اللہ
د تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم
۱ل بروز جنگ خیبر حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ جس کو ہم کل علم دینگے وہ کرار غیر فرار ہے اللہ اس کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے۔ بعد اس کے وہ علم حضرت علیؑ کو دیا فتوحات اسلام صفحہ ۳۶
۲ل جب عقد حضرت امیرؑ کا ساتھ سیدۃ النساء العالمین کے ہونے کو تھا تو حضرت رسولخداؐ نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا فَھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ اللّٰہَ وَیُحِبُّ الرَّسُوْلَ وَیُحِبَّانِہٖ یعنی یہ وہ شخص ہے جو اللہ و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں معارج النبوۃ ۳ل رسولؐ نے حضرت فاطمہؑ زہرا سے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَطْلَعَ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَاخْتَارَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا اَبُوْکِ وَالْاٰخَرُ بَعْلُکِ یعنی خداوند عالم نے اہل ارض کو جانا اور دو شخصوں کو چن لیا ایک تمہارے باپ کو اور دوسرے تمہارے شوہر کو دیکھو شواہد النبوۃ دیوان جناب امیرؑ صفحہ ۴۶
۴ل ایک دن رسولخداؐ کے پاس ایک چڑیا بریان تھی حضرت نے خدا سے دعا کی خدایا بھیج میرے پاس اوس شخص کو جو تیرا بڑا پیارا ہے کہ میں اوسکے ساتھ یہ چڑیا نوش کروں بمجرد ختم ہونے اس دعا کی حضرت علیؑ تشریف لائے اور جناب رسولؐ نے حضرت علیؑ کے ساتھ وہ چڑیا نوش فرمائی دیکھو مشکوٰۃ المصابیح باب المناقب

۴ حضرت رسولخداؐ کا سچا دوست ہونا۔

۱ل جب قریش نے حضرت رسول مقبول کو مکے میں بہت ستایا تو حضرت نے مکہ سے ہجرت کا قصد کیا۔ یہ خبر سنکر قریش نے قسمیں کہائیں کہ سارے اہلبیت کو اور پیغمبر خدا کو آجکی شب مار ڈالیں گے چنانچہ اس قصد سے حضرت کی مکان کا تلواریں لئے ہوئے محاصرہ کر لیا اسوقت حضرت رسولخداؐ نے فرمایا کون ایسا ہے جو خدا کے لئے اور خدا کے رسول کی جان بچانے کے لئے میرے فرش پر تلواروں کی چھاؤں میں آرام کرے حضرت علی لبیک کہکر مستعد ہو گئے۔ اور بستر رسول پر جو قریش کے تلواروں کے محاصرہ میں تھا۔ آرام کیا اس وجہ سے جناب رسولخداؐ کو ہجرت فرمانیمیں آسانی ہوئی دیکھو مسٹر امیر علی صاحب کی کتاب روح الاسلام صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸
۲ل جب دشمنان نے بروز جنگ احد حضرت رسول اللہ کو گھیر لیا اور تیر لگانے لگے تو اسوقت حضرت علی سینہ سپر تھے دیکھو شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۷ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۴ - مدارج النبوۃ حال جنگ احد۔

حضرت ابوبکر

ل نہایۃ العقول میں ہے کہ خلفا خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان ان پر تسلط کرتا تھا اور وہ بت پرست تھے

۱ل جنگ احد و جنگ حنین میں رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگے دیکھو معارج النبوۃ وغیرہ
ل
۲ل حضرت رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہوئے

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
١ حضرت عمر کا بیگناہوں کو قتل کرنا اور اکثروں پر ظلم شدید کرنا مشہور و معروف ہے اور اسید نہیں دوست رکہتا ہے ظالمین کو دیکہو سیرۃ الفاروق صفحہ ٣٥ ٢ آپ نے اپنی بہن کو بوجہ اسلام لانے کے تلوار سے زخمی کیا۔ فتوحات اسلام محاربۂ فاروقیہ صفحہ ٢	تحفہ اثنا عشریہ میں لکہا ہے کہ بعد قتل حضرت عثمان کے حضرت علیؑ فرماتے ہیں قتلہ اللہ وانا معہ یعنی قتل کیا عثمان کو اللہ نے اور میں اوس کے ساتھ تہا	
١ حضرت عمر کا خود قول تہا کہ قبل اسلام حضرت رسول اللہ کی ایذا رسانی میں اشد الناس تہا اور ابوجہل سے کم نہ تہا۔ دیکہو سیرۃ الفاروق صفحہ ١٩ و ٢٠ ٢ بوقت صلح حدیبیہ حضرت عمر نے فرمایا کہ مجہہ کو رسول اللہ کے نبوت پر ایسا شک کبہی نہ ہوا۔ جیسا آج ہوا دیکہو مدارج النبوۃ ٣ جنگ احد میں حضرت رسول اللہ کو تنہا چہوڑ کر بہاگ گئے دیکہو شرح تجرید علامۂ قوشجی صفحہ ٣٨٧ معارج النبوۃ حال جنگ احد ٤ جنگ حنین سے بہی گریز فرمایا۔ ٥ حضرت رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے	١ جنگ احد میں حضرت رسول ص کو تنہا چہوڑ کر بہاگ گئے شرح تجرید علامۂ قوشجی صفحہ ٣٨٧ ٢ حبیب السیر میں ہے کہ آپ ایسے بہاگے کہ تین دن تک آپکا پتا نہ لگا۔ اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ مسلمانان ہزیمت آوردند و حضرت رسول را تنہا گذاشتند ٣ حضرت رسول ص نے مروان بن حکم کو مدینہ سے مردود کرکے نکالا تہا مگر آپ نے اُس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔	ہای افسوس جب خلفاء ثلثہ اس حد میں بہی گہٹ گئے تو افضل کیونکر ہو سکیں گے۔

فضیلت

حضرت علی علیہ السلام

۳ جنگ احد میں حضرت رسولخدا نے حضرت علیؑ کو کہا اِنَّهُ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْهُ اور حضرت جبرئیل نے کہا انا منکما دیکھو مدارج النبوۃ حال جنگ احد مشکوٰۃ المصابیح

۴ اسی جنگ میں حضرت علیؑ کی شانمیں لافتیٰ الا علی سیف الا ذوالفقار نازل ہوا۔

۵ حضرت علی اس جنگ سے بھاگنے کو کفر سمجھتے تھے جیسا کہ فرمایا لو اکفر بعد الایمان ان نی بک اسوۃ مدارج النبوۃ

۶ حضرت علیؑ ابتدائے شعور سے آخر وقت تک حضرت رسول اللہؐ کے ساتھ رہے اور خدمت آخری یعنی تجہیز و تکفین و تدفین بجا لائے۔

۷ حضرت علی کی شانمیں رسول مقبول نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین الیٰ اٰخرہٖ

۸ ترمذی میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسولخدا نے اپنے یاروں میں سے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کیا جب حضرت علیؑ آئے اور عرض کی کہ حضورؐ نے مجھے کسی کی اخوت مین نہ دیا تو حضرت نے فرمایا اے علی تم دین و دنیا میں میرے بھائی اور یار ہو دیکھو مشکوٰۃ المصابیح

۹ خود حضرت رسول مقبول کا قول تھا کہ علیؑ میرا ویسا دوست جان نثار ہے جیسے موسیٰ کا ہارون۔

۵ شریعت رسول اللہ کا عالم باعمل ہونا

اس مد میں ہم حضرت علی علیہ السلام کا رتبہ صرف ایک حدیث سے جو اصحاب علم و یقین کے لئے کافی اور جامع ہے ثابت کرکے قصیدۂ اس خانہ کو یہ کہکر سادہ چھوڑتے ہیں ؎ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ؛ یعنی حضرت رسولخدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔ کیا پردۂ زمین پر کوئی سنی عالم ہے جو اس سے انکار کرے کہ حضرت علیؑ افصح العرب والعجم ہے۔ اور یہ کہ حضرات ثلثہ کے وقت میں ہر مشکل مسئلوں میں حضرت علیؑ کیطرف رجوع کیا جاتا تھا اور آپکا فتوے قول فیصل ہوتا تھا۔

علاوہ اس کے مشہور ہے کہ جب بعد خلیفہ دوم کے لوگوں نے

۱ حضرت ابوبکر نے چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا علمائے اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ یہ حکم خلاف شرع تھا۔

۲ حضرت نے فجات سلمی کو جو مسلمان تھا آگ میں جلوا دیا یہ امر خلاف شرع ہے دیکھو شرح تجرید و فتح الباری وغیرہ

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
ع۱ حضرت عمر نے ایک زن حاملہ کو رجم کا حکم دیا حضرت علی نے تنبیہ کی کہ اسکا رجم جائز نہیں تب حضرت عمر باز آئے دیکھو شرح مواقف کنز الاعمال و رجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق و سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۱ ع۲ حضرت عمر نے ایک زانیہ مجنونہ کو سنگسار کا حکم دیا حضرت علیؑ نے منع کیا اور حدیث نبی صلعم یاد دلائی حضرت عمر نے کہا لولا علیؑ لھلک عمر یعنی اگر حضرت علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک تھا دیکھو استیعاب و سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۱ ع۳ حضرت عمر حد شرابخوری نہیں جانتے تھے اور حضرت علی نے بتلا دیا دیکھو کنز العرفان	ع۱ آپ بھی حضرت رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے تھے جناب امیر نے آپکے کردار کو دیکھکر فرمایا کہ جناب رسولخدا کے لئے آپ ایک غیر اچھا ہے دیکھو دیوان جناب امیر صفحہ ۲۹ ع۲ حضرت عثمان کے بارہ میں اسیقدر لکھنا کافی ہے کہ جمہور علماء اہل سنت کا قول ہے کہ حضرت عثمان صحابہ مجتہدین میں داخل نہیں ہیں ع۳ بوجوہ بالا آپ نے بلا تامل سیرت شیخین پر عمل کرنیکو قبول کر لیا۔	ع۱ مجھے سخت تعجب ہے کہ جب مسئلہ قتل و قصاص میں خلفاء ثلثہ کا یہ حال تھا تو پھر حضرت علیؑ سے علم و فضل میں مقابلہ کا کیونکر حوصلہ کر سکتے تھے۔ ع۲ یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ بغیر اسکے نیابت رسول کا حوصلہ بھی ہے پس خلفاء ثلثہ کا ان فضیلتوں میں ذکر اگر ہوتا تو قطع نظر تقابل کے انکو بے حقیقت کر دیتا ہے کیونکہ حاکم غیر قانون دان کبھی منصف اور اچھا حاکم ہو نہیں سکتا۔

فضیلت	حضرت علیؑ	حضرت ابوبکر
	حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہا تو یہ شرط کی کہ آپ سیرت شیخین پر عمل کیجئے آپ نے قطعاً انکار کیا اور فرمایا کہ میں اپنے علم و یقین پر عمل کرونگا۔ دیکھو امیر علی صاحب کی کتاب اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۱۴۱ ایضاً لائیچر ۱۸۸۴ء صفحہ ۶	۳ حضرت ابوبکر مسئلہ کلالہ اور میراث جدہ سے ناواقف تھے اسلئے علمائے اہلسنت قبول کرتے ہیں کہ امام کیلئے علم تمام احکام کا شرط نہیں ہے دیکھو تحفہ اثنا عشریہ ۴ حضرت ابوبکر مسئلہ میراث عمہ اور خالہ سے ناواقف تھے دیکھو کنز الاعمال ۵ حضرت ابوبکر نے چھٹا حصہ ترکہ متوفی کا نانی کو دادی کو رہتے ہوئے دلوا دیا عبدالرحمٰن ابن سہیل نے اسکی تصحیح کی دیکھو استیعاب ۶ زین الفتی تفسیر سورۂ ہل اتی میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ابوبکر سے تین سوال کئے ۱ کونسی چیز اللہ کے لئے نہیں ہے ۲ کونسی چیز اللہ کے نزدیک نہیں ہے ۳ کونسی چیز اللہ نہیں جانتا ہے۔ حضرت ابوبکر اس کے جواب میں عاجز رہکر اوس یہودی کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس آئے حضرت علی نے فوراً جواب دیدیا اور فرمایا ۱ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے ۲ اللہ کے نزدیک فقر و جور نہیں ہے ۳ اللہ اپنے نفس کے لئے بیٹا بیٹی نہیں جانتا۔ یہ سنکر وہ یہودی مسلمان ہوا اور کہا کہ تم بیشک وصی رسول اللہ کے ہو ۷ نہایۃ العقول امام فخرالدین رازی میں مندرج ہے کہ خلفائے ثلثہ کل مسائل شرعی سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ ۸ حضرت ابوبکر نے جب خالد کو مالک بن نویرہ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا تو تاکید کی کہ اگر مالک گرفتار ہو تو اسکو عزت کے ساتھ رکھنا اور قتل نہ کرنا مگر خالد نے اس کو قتل کیا حضرت عمر نے کہا کہ خالد نے ایک مسلمان کا خون ناحق کیا اور خلاف کتاب خدا کیا مگر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اس نے بہت ٹھیک کیا اب علمائے اہلسنت فرمائیں کہ کون خلیفہ عالم مسئلہ تھا اور کون برعکس دیکھو تاریخ خلفائے کرام صفحہ ۷
۲۶ معصوم ہونا	۱ حضرت علی کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوا۔ یعنی حقتعالی نے پارہ ۲۲ سورۂ احزاب میں فرمایا ہے لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا	۱ نہایۃ العقول میں ہے کہ خلفاء خاطی اور غیر معصوم تھے اور شیطان انپر تسلط کرتا تھا حالانکہ قرآن میں ہے کہ شیطان مومنین پر غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف گمراہوں پر تسلط کرتا ہے سورۂ حجر پارہ چہاردہم میں درباره شیطان یہ آیہ ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الا من اتبعک من الغاوین و ان جھنم لموعدھم اجمعین ٥ یعنی میرے بندوں پر تجھے ہرگز غلبہ ہوگا لیکن ان گمراہوں پر جو تیری پیروی کرینگے اور بہ تحقیق جہنم اونکی وعدہ کی جگہ ہے۔ اور اسی پارہ میں سورہ نحل میں ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا و علی ربھم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون ٥ یعنی اسکا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اسکا زور انہیں لوگوں پر چلتا ہے جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اسکے ساتھ شرک کرتے ہیں ۲ ابن حجر عسقلانی قبول کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بعد اسلام کے شراب پی۔

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
۴ حضرت عمر نے چاہا کہ زیورات خانہ کعبہ کو اور اوسکی مال و متاع کو خرچ کریں حضرت علیؑ نے منع کیا اور عدم جواز کا مسئلہ بتایا۔ کتاب ربیع الابرار زمخشری و جلال الدین سیوطی ۵ حضرت عمر خون بہا اسقاط حمل کا نہیں جانتے تھے جسکے جہل کا اعتراف آپنے بر سر منبر کیا اور اسکو ایک عام شخص نے بتلا دیا ازالۃ الخفا ۶ حضرت عمر مسئلہ نکاح زمان عدہ بحالت جہل عاقدین سے ناواقف تھے۔ اور اسلئے درمیان ایک مرد اور ایک عورت کے ہمیشہ کیلئے جدائی کا فتویٰ دیا اور مہر اوسکا داخل بیت المال کیا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ حکم غلط ہے حقیقۃً مہر عورت کا ہے اور بعد گذرنے عدہ کے فریقین کو اختیار ہے چنانچہ اسیطرح پر فیصلہ ہوا۔ ذخائر العقبیٰ۔ ۷ حضرت عمر مسئلہ قصاص سے جس حالت میں کہ بعض وارث نے معاف کیا ہو ناواقف تھے چنانچہ ایک مرتبہ باوجود معاف کرنے ایک وارث کے اپنے قتل کا حکم دیا ابن مسعودؓ نے تبلادیا کہ ایسی حالت میں قصاص جائز نہیں بلکہ دیت لیجائیگی چنانچہ اسی موافق فیصلہ ہوا دیکھو کنز الاعمال ازالۃ الخفا۔ ۸ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے معتدد غلطی مسائل کی کی ہے اسکا احصاء نہیں ہو سکتا۔ ۹ ایکبار حضرت عمر بڑے بڑے مہر باندھنے کی ممانعت کر رہے تھے۔ کہ ایک بوڑھیا نے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑہی وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا اور کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن نہیں سمجھتا حضرت عمر نے کہا کہ عمر سے سب کا علم زیادہ ہے یہانتک کہ ضعیفہ عورتوں کا اور پہر ممانعت نکی دیکھو مسند سرحلی طبع ششم صفحہ ۵۳ نوٹ ۱۰ ایک شب حضرت عمر نے ایک مکان سے گانے کی آواز سنی حضرت دیوار پہاند کر اوس مکان میں بے اجازت مالک مکان کے چلے گئے۔ اور فرمایا کہ تم لوگ خلاف شرع کر رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ عوام تو جو کچھہ کرتے ہوں مگر اسوقت حضور نے کہا۔ تین گناہ اور خلاف حکم صریح خدا و رسول کیا ۱ خلاف حکم خدا و رسول ۲	۱۳ ابن اثیر نے نہایہ میں حضرت عائشہ کا قول لکہا ہے کہ ام آپ حضرت عثمان کو شیخ احمق کہتی تہیں اور فرماتی تہیں کہ اس نعثل کو قتل کرو ۱۴ آپ اپنے اہل قرابت کو بڑے طرفدار رہتے اور اپنے مسبوق کی مثل تیز فہم نہ تہے اور وہم کی میں جلد آجاتے تہے تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۷۔ ۱ نہایۃ العقول میں ہے کہ خلفاء خاطی اور غیر معصوم تہے اور شیطان اونپر تسلط کرتا تہا ۲ اپنے قبیلے کی پالائشین مسلمانو کا حق تلف کرنا آپکا مشہور ہے	

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	۲ ابن مردویہ کا قول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا خمسۃ منا معصومون انا و علی و فاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام ۳ مودات سید علی ہمدانی میں عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور نو اولاد حسینؑ مطہر و معصوم ہیں ۴ مسند ابن حنبل اور مناقب ابن مغازلی شافعی اور مودات سید علی ہمدانی اور مستدرک اور جمع بین الصحاح میں ہے کہ فرمایا رسولخدا نے کہ انا و علی من نور واحد والحسن والحسین نوران من نور رب العالمین والفاطمۃ بضعۃ منی	
۸ عادل ہونا	حضرت علیؑ کی عدالت کی تعریف کون کر سکتا ہے مشہور ہے کہ جب ابن ملجم نے آپکے سر مبارک پر ضربت کاری لگائی اور بعدہ گرفتار ہو کر آیا تو حضرت نے فرمایا۔ کہ جب تک میں زندہ رہوں اسکو وہ آب و غذا دو جو مجھے دو اور اگر میں مرجاؤں تو اس کو صرف ایک ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے صرف ایک ضربت لگائی ہے چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے اپنے قاتل کو آب و طعام سے سیراب کرتے رہے سبحان اللہ و روحنا لہ الفدا اسکو ایک شاعر نے کیا خوب موزوں کیا ہے ؎ یا علی آپ کے کرم کی ہے دھوم بھیجا شربت برائے قاتل شوم اس عنایت سے ہو گیا معلوم دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری	۱ سعد بن عبادہ صرف اس جرم پر قتل کیا گیا کہ اسنے دعوئی خلافت کیا تھا اگر یہ کہا جائے کہ سعد نے خلاف حکم خدا اور رسول ایسی خواہش کی تھی اس لئے اس سزا کو پہنچے تو میں اتنا ضرور پوچھونگا۔ کہ حضرت ابوبکر کی خواہش کیسی تھی کہاں حکم خدا و رسول تھا اور اگر تھا تو آپنے حضرت عمر اور ابو عبیدہ کو کیوں نامزد کیا تھا ۲ مالک بن نویرہ قتل کیا گیا اور اسکی خوبصورت بی بی کو خالد نے بے عزت کیا مگر خالد کے ساتھ کوئی مخاصمہ نہ ہوا صرف یہ کہ دیت بیت المال سے دلوائی گئی۔

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
سیدھے در سے نہ آئے ع۲ خلاف حکم رسول بلا میری مرضی کے میرے گھر چلے آئے ع۳ خلاف حکم رسول خدا آپ نے تجسس کی آپنے قبول کیا دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۷۲ ع۲ جس وقت حضرت کا ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے اسوقت جناب رسول مقبول نے فرمایا تو مسلمانوں کی ستانے سے کب باز آئیگا۔ جب خدا تجھہ پر غضب نازل کریگا۔ سیرۃ الفاروق صفحہ ۲۷ ع۳ حضرت جھوٹھ بولتے تھے سیرۃ الفاروق صفحہ ۳۷ میں خود حضرت کا قول ہے کہ کل جو میں بولا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اوسکے وعدے کی خلاف تھا۔"		
عدالت آپکی ایسی تھی کہ عمال پولیس کیطرح دہمکی دیکر اقرار جرم کراتے تھے اور بعدہ قصاص کا حکم دیتے تھے ذخائر العقبیٰ میں منقول ہے کہ ایک عورت سے آپ نے دہمکی دیکر اقرار جرم کرایا اور اوسکے قصاص کا حکم دیا جب اوسے قتل کرنیکو لئے جاتے تھے تو راہ میں اوس کے نصیب سے حضرت علی علیہ السلام ملے حضرت نے سب حال دریافت کیا اور بعدہ اسکو لئے ہوئے حضرت عمر کے پاس آئے اور پوچھا کہ تمنے اقرار اسکا دہمکی دیکر لیا تھا۔ آپ نے اقرار کیا۔ تب مولا نے حدیث نبوی یاد دلا کر فرمایا کہ اسپر قصاص نہیں ہو سکتا چنانچہ اسوجہ سے وہ عورت خلاص ہوئی	ع۱ حضرت عثمان کو قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی نہیں اور ہر امر میں مستحیل طرف غلط جانب کے ہو جاتے تھے دیکھو تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۹ ع۲ آپنے بیت المال کا خزانہ کل اپنے اقربا پر تقسیم کر دیا دیکھو تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۶ ع۳ ہرمزان کو عبد اللہ ابن عمر نے قتل کیا تھا جب ہرمزان کے ورثا نے آپ کی عدالت میں مقدمہ رجوع کیا تو آپنے باوجود ثبوت جرم بپاس خاطر عبد اللہ کو رہا فرمایا اور دیت بیت المال سے دلوا دی ع۴ آپ کی اسراف پر حضرت عمار یاسر نے اعتراض کیا تو اسپر آپکے اقران نے انپر بہت ظلم کیا مگر آپنے ان ظالموں کے ساتھ کچھ نہ کیا تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۸	

	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
۸ طمع دنیا نہ رکھنا	۱ علامہ قوشجی نے شرح تجرید صفحہ ۳۸۸ میں لکھا ہی کہ حضرت علیؑ زاہدترین مردم تھے بعد رسول خدا کے اور متواترات سے ہے کہ لذات دنیا کو حضرت علیؑ نے ترک کیا اور باوجود قدرت اور کشادہ حالی کے فرماتے تھے کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دیدی ہیں عیش دنیا بہت کم ہے اور خطرہ اوسکا زیادہ ہے۔ ۲ حضرت کو اس دنیا کی نعمتوں کی خوشی نہ تھی آپ فرماتے تھے کہ زندگانی ابر کا سایہ ہے یا سونیوالوں کی نیند دیکھو تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۱۶۷	حضرت ابوبکر نے ایک اونٹ دوسو درہم پر خرید کیا تھا اوسکو حضرت رسولخدا صلعم کے ہاتھ نوسو درہم پر بیچا مدارج النبوۃ
۹ شجاعت ظاہری و باطنی رکھنا	حضرت علی علیہ السلام ۱ حضرت علی نے جنگ بدر فتح کی دیکھو شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۷ فتوحات اسلام صفحہ ۱۰۹ ۲ حضرت علیؑ نے غزوہ احد فتح کیا ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۴ فتوحات اسلام صفحہ ۱۸۔ کتاب المغازی واقدی صفحہ ۱۵۱۔ تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۳۵ شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۸۷ ۳ حضرت علیؑ نے جنگ خیبر فتح کی اور اس جنگ میں جب شیخین نے پسپائی کی تو حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ ہم علم اوسکو دینگے جو کرار غیر فرار ہے بعدہ علم حضرت علیؑ کو دیا مدارج النبوۃ وازالۃ الخفا فتوحات اسلام صفحہ ۳۶ ۴ حضرت علیؑ نے جنگ خندق فتح کی اور عمر ابن عبدود کو قتل کیا ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۵ فتوحات اسلام صفحہ ۳۰۔ اسی جنگ میں حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ ایک ضربت علیؑ کی دونوں جہانکی عبادت سے زیادہ ہے شرح تجرید مدارج النبوۃ ومعارج النبوۃ ۵ حضرت علیؑ نے بیخوف سورۂ برات بمقابلہ جم غفیر کفار بکشادہ پیشانی پڑھا۔	حضرت ابوبکر ۱ جنگ احد میں رسول اللہ کو چھوڑکر بھاگ گئے دیکھو شرح تجرید علامہ قوشجی صفحہ ۳۱۸ معارج النبوۃ ۲ بروز ہجرت قریش کی آہٹ پاکر بچوں کیطرح رونے لگے یہانتک کہ حضرت رسول اللہ کو منع کرنیکی نوبت پہنچی لم حقیقۃً بڑی خیریت ہوئی کہ حضرت کے رونیکی آواز قریش کے کان تک نہ پہنچی ورنہ قیامت تھی ۳ جنگ خیبر میں شکست کھاکر واپس آئے شرح تجرید علامہ قوشجی۔ ۴ جنگ حنین میں حضرت ابوبکر نے پہلے اپنی جماعت کی کثرت دیکھکر کہا کہ نہیں مغلوب ہونگا مگر لڑائی شروع ہوئی تو بھاگ گئے یہانتک کہ حضرت رسول اللہ کے ساتھ سوا نو آدمی کے اور کوئی نہ تھا اور ان نو آدمیوں میں خلفا ثلثہ داخل نہیں ہیں دیکھو تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۵۴ کتاب المغازی واقدی صفحہ ۱۴۱

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
حضرت عمر بطمع شتر حضرت رسول مقبولؐ پر تلوار کہینچکر آئے۔ سیرة الفاروق صفحہ ۲۲	حضرت عثمان بڑے مسرف تھے اسپر بہی بڑی دولت جمع کی تہی۔ اور بعد وفات آپکے بہت سا مال آپ کے گھر میں نکلا تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۴۲ ابرونگ صاحب کی تاریخ خلفا صفحہ ۱۶۱	
حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
۱ بروز جنگ خندق جب عمر عبدود مقابلہ کو آیا تو حضرت رسولؐ نے لشکر اسلام کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ کوئی ہے کہ اسکے مقابلہ کو نکلے جب کوئی نہ نکلا تب حضرت رسول نے خاصکر حضرت عمر کو کہا لیکن حضرت عمر نے صاف انکار کیا کہ مجہہ میں اسکی مقابلے کی طاقت نہیں ہے ۲ سال ششم ہجرت میں جب جناب رسول خدا صلعم مکہ تشریف لیگئے تو بمقام حدیبیہ پہنچکر فرمایا کہ ایک شخص کو قریش کے پاس صرف یہ پیغام لیکر بہیجا جاہتا ہوں کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے حج کے اور دوسرا کوئی مطلب نہیں ہے بعدہ آپنے اس کام کے لئے حضرت عمر کو کہا حضرت عمر نے صاف انکار کیا اور کہا کہ مجہہ کو کفار قریش مار ڈالیں گے۔ مدارج النبوة سیرة الفاروق صفحہ ۵۲ و ۵۳	۱ آپکا کسی جنگ میں کوئی کارنمایاں کرنا یا شجاعت ظاہری یا باطنی دکہلانا ظاہر نہیں ہوتا۔ ۲ جنگ احد سے حضرت رسول صلعم کو تنہا چہوڑ کر بہاگ گئے اور تین دن غائب رہے۔ ۳ بوقت صلح حدیبیہ جب مکہ گئے تو تین دن تک غائب رہے تحفۂ اثنا عشریہ مطاعن عثمان	مجہے سخت تعجب ہے کہ علاوہ صفات باطنی کے فضایل مندرجہ نمبر ہذا ۱ و ۲ و ۳ باعتبار دنیا خلیفہ رسولؐ کے لئے ضرور ہیں پس جب ان صفات میں بہی حضرت علیؑ افضل ہے تو پہر علما اہلسنت کس دلیل سے فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ صرف بوجہ قرابت کے فضیلت رکہتے ہیں اور اور اعتبار سے خلفا ثلثہ حضرت علیؑ سے افضل تہے ہم حیران ہیں۔ کہ اب اور اعتبار کس چیز کا نام ہے۔

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	۲۔ حضرت علیؑ نے جنگ حنین فتح کی اور خرول کو قتل کیا اور اسی جنگ میں اللہ نے مجاہدین کی تسکین فرمائی کما قال اللہ تعالیٰ وَاَنزَلَ اللّٰہُ السَّکِینَۃَ عَلٰی رَسُولِہٖ وَعَلَی المُؤمِنِینَ پارہ دہم سورہ توبہ	تفسیر بیضاوی بہ تفسیر آیہ کریمہ ویوم حنین" الی !! ادبم ولیتم مدبرین یعنی بروز حنین جب لشکر اسلام کی کثرت نے تمکو تعجب میں ڈالا تو تمہارا تعجب بکار آمد نہوا اور باوجود کشادگی کے زمین تم پر تنگ ہوی اور تم پیٹھ پھیر بھاگے
۱۔ حلیم اور متحمل ہونا	۱۔ مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک وقت جہاد میں ایک کافر کے قتل کو جو مستعد ہوئے تو اوسنے حضرت کے روئے مبارک پر تہوک پہینکا حضرت نے فوراً اوسکو چھوڑ دیا لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں جہاد قربتہ الی اللہ کرتا تہا پس اگر میں بعد اس بے ادبی کے اوسکو قتل کرتا تو وہ میری نفسانیت پر محمول ہوتا۔ ۲۔ ایک روز حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک عورت پیٹھ پر مشک رکھی چلی آتی ہے اور کچھہ حضرت ہی کی شکایت کر رہی ہے حضرت نے فوراً مشک اپنے دوش پر لے لی اور وجہ شکایت دریافت کی تو اس عورت نے کہا کہ میرا خاوند جہاد میں مارا گیا۔ اور حضرت علیؑ میری خبر نہیں لیتے حضرت علیؑ مشک لئے اس کے گھر گئے اور کہا کہ جو خدمت میرے تعلق کریں کرونگا ضعیفہ نے کہا کہ کہانا پکاؤ اور بچونکو بہلاؤ حضرت علیؑ خود تنور روشن کرکے روٹیاں لگانے لگے جب دہواں حضرت کی چشم مبارک تک پہنچا تو حضرت نے فرمایا ذق یا علی اسیر ہی تنور سے علیحدہ نہ ہوئے تا آنکہ روٹیاں پکائیں اور بچونکو کہلائیں۔ بعدہ ایک مومنہ اوس ضعیفہ کے گھر آئی اور کہا ارے تو نے یہ کیا غضب کیا امیر المومنین سے ایسی خدمت لی۔	۱۔ سعد بن عبادہ اس جرم پر قتل ہوئے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کے لئے ووٹ نہیں دیا کیا خلیفہ کے یہی معنی ہیں کہ اگر ایک شخص اپنی رائے یقینی متعلق تقرری کسی خلیفہ کے نہ دے تو قتل کیا جائے؟ ۲۔ بروز صلح حدیبیہ جب حضرت رسول مقبول صلعم نے صلح چاہی تو شخیص نے مخالفت کی عروہ نے جناب رسول سے کہا کہ یہ چند اوباش جو آپ کی گرد ہیں ان کا آپکو خوب تجربہ ہوا ہوگا کہ وقت پر کسقدر ثابت قدم رہتے ہیں اسپر حضرت ابوبکر اسقدر برہم ہوے کہ عروہ کو گالیاں دینے لگے۔ مدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۴۹ چھاپہ دہلی

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
ع۳ جنگ احد میں رسول اللہ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ع۴ جنگ خیبر سے شکست کھاکر واپس تشریف لائے۔		
ع۱ آپکی سنگدلی تو مشہور ہے ایک مرتبہ قبل اسلام آپ نے ایک عورت مسلمہ لبینہ نام کو پکڑ لیا اور صرف بہ قصور اسلام لانے اس کے اسکو مارنا شروع کیا جب مارتے مارتے تھک جاتے تب چھوڑ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تجھے چھوڑا نہیں ہے میں تھک گیا ہوں غرض آپ پہر پہر کر اوسکو ایذا پہنچاتے تھے دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۱۹ دیکھنا چاہئے بروز محشر اوس ضعیفہ کی آہ کیا اثر دکھلاتی ہے کیونکہ اوسکا معاف کرنا کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے یہ حق الناس ہے۔ ع۲ آپنے بدر کے قیدیوں کے نسبت یہی رائے دی کہ یہ سب قتل کیے جائیں اور اسیطرح جب آپکی رائے ہوتی تھی تو قساوت اور ظلم کیطرف دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۴۵	ع۱ حلیم ہونا حضرت عثمان کا تو اس سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابابکر سے آپکو کچھ رنج تھا جب بظاہر اوس سے مقابلہ نہ کرسکے تو اونکو حاکم مصر کا مقرر کرکے اودھر روانہ کیا۔ اور اسی کے ساتھ ایک قاصد کے معرفت حاکم مصر کو لکھا کہ محمد بن ابابکر جب وہاں پہنچے تو اوسکو مارڈالو قضارا یہ خط خود محمد بن ابابکر کو مل گیا۔ پھر تو وہ ایسا برہم ہوا کہ خدا کی پناہ دیکھو تاریخ خلفا کرام صفحہ ۲۴۰۔ اور مسٹر امیر علی کی سپرٹ اوف اسلام انگریزی صفحہ ۴۳ ہرچند اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے ایسی خط لکھنے سے انکار کیا مگر کل قصہ پڑھنے سے تم خود سمجھ لوگے۔ کہ اصل واقعہ کیا تھا ع۲ سچی بات یہی جو آپکی شان کے خلاف کہی جاتی ہے اوسپر آپکو غصہ آتا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب لوگوں نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ آپ مسرف ہے تو آپکو سخت غصہ ہوا اور آپ نے منبر پر چڑھ کے فرمایا کہ بیت المال کے خرچ کا خلیفہ وقت کو اختیار ہے اور جو شخص	

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
	یہ تو امیر المومنین علی ابن ابیطالب ہیں یہ سنکر وہ ضعیفہ بہت پشیمان ہوی اور آپ سے قصور معاف کرایا۔ ع۳ حضرت عائشہ ابتدائے ازدواج سے اپنی تا آخر حضرت علیؑ کے کیسی مخالفہ اور دشمن جانی رہیں یہاں تک کہ خود میدان جنگ میں مقابلے کو آئیں۔ مگر قربان حلم مولائے مومنین کہ جب حضرت عائشہ جنگ جمل میں گرفتار ہوئیں تو حضرت نے انکا اعزاز کیا اور انکو بعزت تمام مدینہ بھجوا دیا تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۵۰	
۱۱ امت نبی صلعم کا دونوں جہان میں خیر خواہ ہونا	ع۱ ماہران تفسیر و تواریخ پر مخفی نہیں کہ حضرت علیؑ تین روز تک معہ عیال و اطفال فاقہ کش رہے لیکن یتیم و مسکین و اسیر کو سیر کرتے رہے۔ ع۲ حضرت علیؑ رات کو روٹیاں کمر پر باندھ کر گلی کوچوں میں محتاجوں کو تلاش کرکے دیتے رہے۔ چنانچہ بعد شہادت آپکے بہت سی مجبور اپاہج لوگوں نے کہا کہ چند روز سے نہ معلوم میرا خبر لینے والا کہاں ہے۔ ع۳ روایت صحیح میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے نصف حسنات اپنے شیعوں کو بخشی ہیں۔ ع۴ سب سے بڑھکر احسان آپکا آپکے فرزند دلبند حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آپکا راضی برضا رہنا ہے منقول ہے کہ جب محضر قتل حضرت امام حسین علیہ السلام آپکے سامنے رکھا گیا تو آپ اولاً بوجہ درد فرزندی ساکت رہے مگر جب یہ کہا گیا کہ صلہ اسکا نجات امت ان عاصی ہے تو فوراً آپ نے رضینا بقضا کہکر دستخط کردیا روحنالہ الفدا	امت نبی کی خیر خواہی تو درکنار بنت رسول صلعم کے ساتھ ایسی حق تلفی کی کہ بدت العمر اس معصومہ نے آپ سے بات نکی پس اسی سے قیاس کرنا چاہیئے کہ عقبیٰ میں آپکی خود ایسی حالت رہیگی کہ آپ دوسروں کی دستگیری کرسکیں؟

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
	جھوٹھ بیان کرے اسپر اللہ کا قہر ہو۔ اور سپر عمار یاسر نے جو بموجب قول جناب رسول مقبول صلعم سر سے پاؤں تک ایمان سے معمور رہے۔ اونھی اور حضرت عثمان کی باتوں پر اعتراض کیا اوسپر حضرت عثمان کے اقران نے اونکو اسقدر مارا کہ وہ بیہوش ہوگئے۔ اور حضرت عثمان دیکھتے رہے۔ دیکھو تاریخ خلفاء کرام صفحہ ۲۳۸	
دنیا میں ہمدردی آپکی تو کبھی سنی نہ گئی بلکہ ہمیشہ آپکی سنگدلی اور درشتی پر فخر کیا جاتا ہے اور باعتبار دین تو اسی میں کلام ہے کہ آپ نے اپنی ذات شریف کو اس قابل رکھا ہے یا نہیں کہ آپ عاقبت میں دوسروں کی خیرخواہی کرسکیں۔	حضرت عثمان کی تو سوائے اس کے اور کوئی بات سنی نہیں گئی کہ آپنے اپنے اقران کا بہت پاس کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ اور یزید کو ملک شام میں بڑی قوت حاصل ہوئی لیکن نتیجہ اسکا ایسا برا ہوا کہ توبہ بھلی۔	؎ اس روایت کو ہمنے قصداً شیعوں کی کتابوں سے لیا ہے اسلئے کہ سنیوں کی کتاب میں اسکا نشان نہیں ہے اور وہ اس نعمت سے محروم ہیں

فضیلت	حضرت علی علیہ السلام	حضرت ابوبکر
۱۲ راضی بقضا رہنا	۱ مشہور ہے کہ بہ صبح شہادت جب آپ نماز ادا کرنیکو چلے تو مرغابیاں حضرت کے پائے مبارک میں لپٹ گئیں مگر آپنے کچھہ خیال نہ فرمایا اور اونکو چھوڑکر مسجد میں تشریف لائے اور خود اذان فرمائی اور خود ابن ملجم کو جگایا۔ ۲ اگر کوئی شخص بغور حضرت علی کے بہ شب ہجرت حضرت رسول اللہ صلعم کے بستر مبارک پر خواب کرنیکو مسٹر امیر علیصاحب کی کتاب روح الاسلام صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ میں پڑہکر خیال کرے تو بیشک یہ کہہ اٹھیگا کہ حضرت دل سے ویسے راضی برضا رہے جیسے حضرت اسمعیل بروز عید قربان صاحب مدارج النبوۃ و حبیب السیر لکھتے ہیں کہ اسی واقعہ کی نسبت حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیہ نازل ہوا ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ و اللہ رؤف بالعبادہ ۳ حضرت علی علیہ السلام کا شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر پاکر راضی برضا رہنا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا اس امتحان میں کامل رہنا ہے جسکا ذکر حق تعالے نے قرآن مین فرمایا ہے پس حضرت بہی اون لوگوں میں سے ہیں جنکے لئے خدا کی رحمت اور آسودگی اور برکت ہے۔ ۴ جسوقت کہ کفار قریش اپنی طاقت اور جمعیت کی وجہ سے بہت زور پر ہے حضرت علی علیہ السلام نے بلا خوف سورہ برات بمقابلہ جم غفیر پڑہا اور مطلق خوف نہ کیا اور نہایت کشادہ پیشانی سے خدا اور رسول خدا کے حکم کی تعمیل کی۔	علامہ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ شب احزاب خندق کو حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ جو کوئی اسوقت لشکر مخالف کی خبر لاویگا تو قیامت میں وہ شخص میرے ساتھ ہوگا بعدہ حضرت نے خاص طور پر حضرت ابوبکر کو جانے کو کہا مگر حضرت ابوبکر نے بخوف جان جانیسے صاف انکار کیا

حضرت عمر	حضرت عثمان	کیفیت
مقبولہ فریقین ہے کہ جہاد یا صلح کے وقت جو کچھہ جناب رسول مقبولؐ فرماتے تھے۔ وہ موافق حکم رب العالمین فرماتے تھے بروز صلح حدیبیہ حضرت رسول مقبولؐ صلے اللہ علیہ نے حضرت عمر کو ایک پیغام لے کر مکیہ جانے کو کہا۔ حضرت عمر کو خوف جان نے اسقدر گھیر اکہ راضی برضا رہنا در کنار جناب رسول مقبول کے حکم صریح کی نافرمانی کی اور صاف کہدیا کہ ہیں نہ جاونگا۔ مجھہ کو کفار قریش مار ڈالینگے دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۵۲ و ۵۳۔	جنگ حنین میں جسوقت کہ ایک جہاڑ ہمیں سے کچھہ مشرک نکل کر حملہ آور ہوئے تو آپ بخوف جان نکل بہاگے اور باوجودیکہ حضرت علی اور حضرت عباس بحکم حضرت رسول مقبولؐ کے پکارتے رہے آپ نے ایک نہ سنی اور حضرت رسول کو دشمنوں میں چہوڑ کر گھر کی راہ لی۔	

علی رضا:۔ اس ٹیبل کو تم لو اور ہر امر کی تحقیق و تفتیش کرو اس ٹیبل کو دیکھکر تم خفا نہ ہو اور مجھہ کو متعصب فضیلت پوش نہ کہو اس میں شک نہیں کہ تمہاری کتابوں میں خلفاء ثلثہ کی تعریفیں لکھی ہیں مگر مجھے اس مقام پر ان صفات حمیدہ میں تقابل مدنظر تھا۔ اور یہ ثابت کرنا تھا۔ کہ ہر صفتوں میں حضرت علیؑ کا درجہ اعلیٰ اور ارفع ہے اور خلفاء ثلثہ ہر صفت کے اعتبار سے کمتر ہیں پس اگر مطاعن خلفاء ثلثہ کے بارہ میں کسی امر کی سند نہ پاؤ تو اُس خانہ کو سادہ سمجھو تاہم میری بات نہیں جاتی کیونکہ جب تک تم ایک دوسرا ٹیبل اسی طرح کا ایسا درست نہ کرو کہ بارہوں فضیلتوں میں خلفاء ثلثہ حضرت علی علیہ السلام سے افضل یا مساوی ثابت ہوں۔ تب تک یہ ٹیبل جس سے جناب امیر علیہ السلام کا افضل خلفاء ہونا مستقر ہوتا ہے۔ قائم رہ جائیگا۔ لیکن جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس ٹیبل کو اس طرح پر درست کرنا کہ ہر فضیلتوں میں خلفاء ثلثہ حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہو جائیں۔ غیر ممکن ہے۔ اگر ممکن ہو۔ تو اپنے علماء سے کہو کہ کوشش کر کے دیکھہ لیں۔

محی الدین:۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں ہر امر کی خوب تحقیق کروں گا۔ اب رخصت کل وطن جاتا ہوں سلامٌ علیکم

علی رضا:۔ وعلیک السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

بوطن رفتنت مبارک باد ٭ بسلامت روی وباز آئی

اس مرتبہ جو محی الدین گھر آیا تو اس کے اعزہ واقارب کو سخت تعجب ہوا کہاں تو ہر وقت گپ شپ ہنسی قہقہے میں اوقات کٹتی تھی یا اب یہ کیفیت

ہے کہ ہر وقت سوچ میں رہتا ہے جب کوئی اوس سے کچھہ باتیں کرتا ہے۔
تو وہ ہاں ہاں ضرور کئے جاتا ہے مگر اس تذکرہ کے متعلق اگر اوس سے
کوئی سوال کیا گیا تو اس نے ایسا بے لگاؤ جواب دیا کہ گویا سابق کا ایک لفظ
بھی اس نے سنا ہی نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ خود مولوی برکت اللہ صاحب کو
جو محی الدین کے والد تھے ایسا ہی اتفاق ہوا۔ انھوں نے بہت سمجھایا۔ کہ
بیٹا تم امتحان تو دے چکے ہو جو کچھہ تقدیر میں لکھا ہے ہوگا خدا پر نظر رکھو۔
اس کا سوچنا کیسا اور خیال کیا! محی الدین ایک ہفتہ کے بعد گھر سے عظیم آباد
اور آرہ اور الہ آباد اور سہارنپور تحقیق و تفتیش کرتا ہوا پھر بانکی پور پہنچا کہ یکایک کلکتہ
گزیٹ شایع ہوا۔ اوس کو دیکھا تو اپنے کو سکنڈ ڈیویزن اور علی رضا کو فرسٹ ڈیویژن
میں پاس پایا فوراً سجدہ شکر بجا لا کر علی رضا کو تار دیا۔ علی رضا نے تار پڑھتے ہی
چار رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور ۱۵ دسمبر کو کالج میں نام لکھوانے کے لئے بانکی پور
پونہچا محی الدین بہی پہلی جنوری کو وارد بانکی پور ہوا اور ۱۵ جنوری سے دونوں صاحب
زادے فرسٹ یر کالج کلاس میں داخل ہو گئے۔ ایک روز علی رضا بعد نماز مغرب
محی الدین کے پاس آیا اور بعدہٗ صاحب سلامت و مزاج پرسی کی۔

علی رضا:۔ کیوں بھائی ان امور کو تحقیق کیا؟

محی الدین:۔ بھائی میں کیا کہوں آج کل کے علماء کی تو عجیب حالت ہے۔
جہاں کسی مذہبی امر کی تحقیق چاہی پس جواب تو بالائے طاق لامذہب ہونے
کے سرٹیفکٹ موجود ہیں اون امور کی تحقیق میں میں مہینوں سرگرداں رہا مگر
سوائے طعن و تشنیع کے اور کچھہ نہ پایا جب میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے فضائل بیان کئے۔ تو بعضوں نے بکشادہ پیشانی اور بعضوں نے طوعاً و
کرہاً کہا کہ صحیح ہیں لیکن جب میں حضرت علیؓ کے فضائل کو ساتھ فضائل صحابہ
کرام کے مقابل کرنے لگا تو بعضوں نے کہا کہ لونڈا رافضی ہو گیا بعضوں نے کہا اس
کا مزاج بہک گیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ کرسٹان ہو جائیگا یہاں تک کہ ایک
صاحب نے والد ماجد کو خط لکھ بھیجا کہ لیجئے مبارک محی الدین کو انگریزی پڑھانے
کا نفع آپ کو کیا اچھا ملا۔ کہ اب صحابہ کرام پر مُنہ آتا ہے × بھائی مجبور اس
طرف سے مایوس ہو کر خود جناب مولوی عطاء اللہ خاں صاحب بہادر
کی لابریری میں گیا۔ اور ایک ہفتے تک کتابیں الولٹ پلٹ کر دیکھتا رہا فضائل
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تو ٹھیک تمہارے کہنے اور لکھنے کے مطابق پایا
اور نواقص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم بھی اکثر صحیح پائے گئے لیکن بعض امور
کے نسبت کتابیں نہ ملیں اسلئے کہہ نہیں سکتا کہ صحیح ہیں یا غلط ایک روز ایک
بوڑھے مولوی صاحب نے جو وہاں موجود تھے پوچھا میاں کیا کرتے ہو؟ میں نے
کہا کہ حضور صحابہ کرام کے فضایل کو بہ نیت تقابل ساتھ فضایل حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کے دیکھ رہا ہوں انہوں نے فرمایا میاں تمہارا کدھر خیال ہے
یہ نازک امور ہیں اور تم ابھی بچے ہو تم سے اس کی تفتیش مشکل ہے۔ علاوہ
اس کے کتابوں کو دیکھو گے۔ تو کیا پاؤ گے۔ کیا شیعے غلط کہتے ہیں؟ کتابوں
میں تو اس سے بڑھکر نظر آئیگا اس راہ کو تم چھوڑو اور اپنا عمل اس شعر پر رکھو

گہر خر چہار ند و گوہر چہار ÷ فروشندہ را با فضولی چہ کار

الغرض اب میرا یہ اعتقاد مستحکم ہے کہ فضایل صحابہ اربعہ کے بارہ میں

جزو کثیر تمہاری تحریر و تقریر کا صحیح ہے اور بیشک حضرت علی ان امور میں خلفائے ثلثہ سے افضل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ سابق زمانے میں المامون خلیفہ بغداد کے وقت میں جو مناظرہ ہوا تھا تو میدان مناظرہ المامون کے ہاتھ رہا تھا جو حضرت علیؑ کے افضل خلفا ہونے کا مدعی تھا۔ یہ مناظرہ کتاب باب العقد میں ہے دیکھو کتاب المامون مؤلفہ مولوی شبلی صاحب صفحہ ۱۹۹ ساتھ ہی اس کے مجھے بھی تم سے بہت سے سوال کرنے ہیں جیسا کہ چند سوال کو تم نے ابھی اوٹھا رکھا ہے پس اس ایک مہینے کی دوڑ دھوپ میں میں نے بھی بہت سے اعتراضات جمع کئے ہیں ذرا ہوشیار رہنا؛

علی رضا:۔ میں ہوشیار ہوں میرا تو ورد ہے سُبحَانَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ۵ اب میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ فرض کرو کہ نبیؐ کے انتقال کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ حضرت کا ایک نائب مقرر کیا جائے اور تقرری اوس کی الیکشن یعنے انتخاب سے ہو۔ اسمیں چار اشخاص امیدوار نامزد کئے گئے یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی ۔ اور فرض کرو کہ تم اوس کے ایک ووٹر ہو تو میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ اب تو تم اوصاف یعنی شرائط نیابت رسولؐ سے بخوبی واقف ہو چکے اور ہر صفت میں بعد تحقیق و تفتیش حضرت علیؑ کو افضل مان چکے پھر تم کس کے لئے ووٹ دوگے؟

محی الدین:۔ بھائی اس کا جواب کل کہونگا۔

اس کے بعد گفتگو موقوف ہوئی اور صحبت برخاست۔

شب بھر اس سوال کے جواب میں محی الدین حیران رہا اور تین چیزوں کے درمیان سخت تکرار رہی ٭ ایمان فرقہ حقہ اثنا عشریہ جسکا نام شہزادہ نور ایمان ہے عربی گھوڑے پر سوار آہستہ آہستہ قلعہ جسم و جان کی طرف چلا آتا ہے اوس کو اس جاہ و حشم سے آتے دیکھ کر محی الدین کے تعصّب اور دل اور زبان کے درمیان جو مکالمے ہوئے قابل سُننے کے ہیں

تعصّب :- کیوں حضرت کچھہ خبر ہے اس غنیم بلائے بے درمان نے دل سے

تو ایسی تاخت ماری ہے اور ایسا چاروں طرف سے گھیرا ہے کہ مجھے تو کہیں مفر معلوم نہیں ہوتا ٭ برائے خُدا اس وقت آپ میری مدد کیجئے اور نہایت مضبوطی سے میری حفاظت کیجئے۔ کہ آپ بھی بے داغ رہیں اور مَیں بھی آپ کے سایہ میں سلامت رہوں۔

حضرت دل :- ہش دور ہو میں شاہانہ مزاج رکھتا ہوں میرے قلمرو میں پالسی کا نام نہیں مَیں تیرے غنیم کو دیکھ چکا ہوں

بالائے سرش زہوشمندی ٭ می تافت ستارۂ بلندی

وہ نوجوان بلند اقبال شہزادہ ہے اوس کی چمکتی ہوی پیشانی کا چم خم اور چاند سا مکھڑا تو صاف کہے دیتا ہے کہ وہ کسی بڑے باپ کا بیٹا ہے وہ تیرے روکے سے کہیں رک سکتا ہے قلعہ کے قریب تو آ گیا ہے اگر مجھہ تک پونہچ گیا تو میرا قلعہ اوس کا گھر ہے اور وہ میرا ولیعہد ہے۔

تعصّب :- کیوں بی صاحبہ آپ سنتی ہیں ؟ میری تو یہ پریشانی اور حضرت

زبان سے:- دل کا یہ سوکھا جواب !اب اِس وقت میں آپ کے پاس فریاد لایا ہوں۔ برائے خدا آپ جان بچائیے ورنہ میرا کہیں ٹھکانا نہیں

زبان:- بیٹا تو کیوں گھبراتا ہے مَیں تو تیری تابع فرمان ہوں لونڈی کو عذر ہی نہیں جو تو کہے وہی کرونگی اگر حضرت دل نے جواب دیا۔ تو کیا مضائقہ مَیں تو تیرے ساتھ ہوں اگر تیرا غنیم قوی ہے تو میں تیرے لئے باتوں اور فقروں کی فوج قاہرہ ابھی تیار کر دے سکتی ہوں حضرت دل تو خود قلعہ بند ہیں میدان مناظرہ میں تو میری ہی فوج کام کرتی ہی

تعصب:- تھنکس (احسان آپ کا) اس وقت آپنے تو میری بڑی آبرو رکھ لی گویا مرے دھان میں پانی آیا اگر اس وقت آپ نہ ہوتیں۔ تو حضرت دل نے میرا کام ہی تمام کیا تھا۔ میں تو کہیں کا نہ رہتا۔ ماں باپ جُدا چھوٹتے دوست آشنا جدا برہم ہوتے ذات سے خارج ہوتا شادی بیاہ حقّہ پانی بند ہوتا۔ قوم کی قوم دشمن ہو جاتی پس اب مَیں حضرت دل کو چھوڑ کر آپ ہی کے سائے میں پناہ لیتا ہوں۔

حضرت دل:- میاں ہوش کے ناخن لو اجب میں نہیں تو یہ قحبہ کیا کر سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ فوج اس کے پاس بڑی ہے مگر اس کی رسد تو میں ہی پہنچاتا ہوں پس جب رسد بند ہوئی تو کام تمام ہے

تعصب:- اب جو کچھ ہو آپ کی تو میں ایک نہ سنونگا جب تک دم میں دم ہے بی زبان سے کام لیتا ہوں۔

دوسرے دن کالج کے سائبان میں محی الدین اور علی رضا ملے۔ بعد

صاحب سلامت کے

علی رضا:۔ کیوں بھائی اوس بارہ میں کوئی رائے قائم کی؟

محی الدین:۔ ہاں بھائی میں نے رائے قائم کی۔

علی رضا:۔ ذرا میں بھی سُنوں۔

محی الدین زبان سے:۔ بھائی میں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ووٹ دیتا۔

علی رضا:۔ کیوں بھائی تم تو حضرت علیؑ کے افضل خلفا ہونے کے قائل ہو چکے تھے پھر یہ کیا؟

محی الدین:۔ بھائی میں یہ کہتا ہوں۔ کہ سیکڑوں آدمی تو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے پھر میں فرا سے فضایل کے فرق میں کیوں ایسی جرأت کرتا کہ جمہور کے خلاف ہوتا؟ آخر وہ بھی تو صاحب فضل و کمال تھے

علی رضا:۔ اور اگر حضرت علی کے ہاتھ پر پہلے لوگ بیعت کر لیتے تو تم کس کے ہاتھ پر بیعت کرتے؟

محی الدین:۔ اس کے تو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے بیشک حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔

علی رضا:۔ کیوں بھائی تم جمہور کی بھیڑیا دھسان ایک سو ہونے پر ایسا خون انصاف کر بیٹھے کہ افضل صحابہ کو جنہیں رسول مقبولؐ نے اپنا نفس ناطقہ قرار دیا یعنی انفسنا کہا چھوڑ دیتے؟ اس سے تو قصو معاف ایک سوال کی مبادرت کرتا ہوں کہ کیا اگر معرکہ کربلا میں تم ہوتے تو لشکر

یزید کا ساتھ دیتے - کیونکہ کثرت تو اودھر تھی اِدھر تو صرف بہتر بزرگوار تھے

محی الدین :- استغفراللہ اس وقت تو میرا خون جوش کہاتا ہے افسوس کہ ہیں آپ سے زبان ہار چکا ہوں ورنہ آپکو اس بیہودہ مثال کا مزا مل جاتا نعوذ باللہ من ذالک! کہاں کی بات کہاں ملاتے ہو - کہاں وہ واقعہ سخت کہ جس میں رسول اللہ کی اولاد پر کیسی سختیاں ہو رہی تھیں - اور کہاں یہ بات کہ جناب رسول مقبول کے بعد حضرت کا جانشین کون ہو! زید نہیں عمر سہی! عمر نہیں بکر سہی!

علی رضا :- تو کیوں بھائی حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد تم حضرت علیؑ کو منہ دکھلاتے؟

محی الدین :- کیوں نہیں؟ تم خود کہہ چکے ہو - کہ حضرت علیؑ حلیم تھے اور کمال درجے کا تحمل رکھتے تھے - پس اس انتخاب کا اون کو صدمہ کیا ہوتا؟ وہ ایسی ایسی نفسانیت سے بہت دُور تھے اون کے مزاج میں خودی نہ تھی - اون کو کیا؟ الیکشن کے امیدوار وہ بھی تھے حضرت ابوبکر بھی تھے وہ نہوئے یہ ہوے اس میں ایسے بے نفس آدمی کو صدمہ کیسا ملال کیسا؟

علی رضا :- بھئی افسوس تم نے سمجھا نہیں اس الیکشن میں صرف معاملہ دنیاوی نہ تھا اور نہ کوئی نوکری حضرت علیؑ کو ملتی تھی کہ وہ ہاتھ سے نکل گئی - اور نہ یہ الیکشن تمہارے پٹنہ میونسپلٹی کا الیکشن تھا کہ عوام الناس جی ہاں حضور کہنے والے بھر دیئے جائیں یہ معاملہ دین کا تھا اس میں قتل - قصاص - عدالت - جہاد - حقوق انسان - فرائض قومی و مذہبی

بیت المال وغیرہ داخل تھے! تم خوب جانتے ہو۔ کہ بے حکم شرع آب
خوردن خطاست * وگر خون بفتوی بریزی رواست * غالباً تم جانتے ہو
کہ کسی شخص کو اگر جج دورہ میں حکم پھانسی کا دے اور وہ حکم ہائیکورٹ سے
بحال رہ جاوے تو یہ جائز ہے اور اس کو قصاص کہتے ہیں لیکن اگر
مجسٹریٹ کسی کو اپنے اختیار سے پھانسی دے تو خود مجرم قتل عمد اور
واجب التعذیر ہو جائیگا اور اگر وہ مجسٹریٹ سرکار سے بحال نہ ہوا ہو یا تقرری
اوس کی خود ساختہ یا فریباً ہوئی ہو تو اور قیامت ہی شرع کا معاملہ اس سے بھی
زیادہ مشکل ہے وہاں جہاد کا سامنا ہے اگر بحکم حاکم جائز ہوا تو جہاد ہے۔
ورنہ طرفین کے مقتولین کا خون اوس حکم دہندہ کے سر پر۔ پس غور کرو کہ
حضرت علی علیہ السلام جو بڑے خدا ترس تھے ایسے امور عظیم کو غیر مستحق یا
ناقابل یا کم سے کم اپنے سے کم کے ہاتھ میں جانے کو کیونکر پسند کرتے اس میں
حضرت کو صرف اپنے نفس سے تعلق نہ تھا بلکہ اس میں کروڑوں بندگانِ
خدا کی جان اور آزادی وابستہ تھی۔

محی الدین:۔ مگر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر لائق نہ تھے۔ تو ایکبارگی اسقدر جمعیت کثیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی
علی رضا:۔ بھئی تم نے اس کا جواب تو ابھی خود دیا شاید تمہیں خبر نہیں
تم نے ابھی نہیں کہا کہ باوجود اعتقاد افضلیت حضرت علی علیہ السلام تم
حضرت ابوبکر کے لئے ووٹ دیتے * بس یاد رکھو کہ اس وقت جمہور
قریش وغیرہ تم سے زیادہ ایمان یا انصاف میں کامل نہ تھے اوس وقت

تو خلقت بھیڑ یا دھسان تھی۔ جدھر ایک نے رخ کیا اُدھر سب کے سب بھر گئے
میں تو یہ کہتا ہوں کہ اُس وقت کے عوام تم سے ایمان و عقائد میں بہت کم تھے
تم نے تو لشکر یزید کے ساتھ دینے کی مثال میں کیسی برہمی دکھلائی اور کیسا
تمہارا خون جوش کہانے لگا۔ مگر اُس وقت کے لوگ تو پچاس برس سے
کم ہی کے بعد فرزند رسول پر انتہا کی سختی اور بیرحمی اور ظلم شدید کرنے کو تیار
ہو گئے اور کر دیکھایا۔ اور دختران جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اسیر کر کے
شہر بشہر و دیار بدیار مثل بندیاں ترک و دیلم پھرایا پس جیسے تم باوجود کمال
تحقیق افضلیت حضرت علی علیہ السلام خلیفہ اول کے لئے ووٹ دینے کو
تیار ہو گئے۔ ویسی ہی اوس وقت کی بہی خلقت تھی اور اس وقت کی
یورش میں اسقدر کون خیال کرنے والا تھا کہ کون لائق ہے اور کون افضل
ہے اور کون مستحق ہے اوس وقت کے لوگوں کی دلی حالت کو حضرت عمر
نے جو بڑے دور اندیش تھے خوب سمجھا اون کا یہ خیال ہوا کہ جہاں تک
جلد ہو یہ مرحلہ طے ہو جائے ورنہ اگر ذرا وقفہ لوگوں کو سوچنے کا ملا تو ساری پالسی
حکمت عملی مٹی میں مل جائیگی اور حضرت علیؑ ضرور تخت پر بیٹھ جائینگے۔

محی الدین :۔ تو کیا تم کہتے ہو کہ نعوذ باللہ حضرت عمر نے اس الیکشن میں
کچھہ حرقت کی ؟

علی رضا :۔ مَیں خود کیوں کہوں ؟ تم کہو کہ واقعہ کیا کہتا ہے ؟

محی الدین :۔ واقعہ کیا کہتا ہے ؟

علی رضا : پہلا کام تو حضرت عمر نے یہ کیا کہ بعد انتقال حضرت رسولخداؐ

کے کہنے لگے۔ کہ رسول اللہ نے انتقال نہیں کیا ہے جب بعضوں نے کہا کہ ہاں تو آپ تلوار کھینچ کر مستعد ہو گئے کہ جو کوئی ایسا کہے گا۔ اوس کو مار ڈالونگا۔

محی الدین:۔ ماشاء اللہ شیعے بھی کیا مُنہ زور ہیں کدہر کی بات کدہر ملاتے ہیں ارے بھائی یہ فعل حضرت کا تو رسو لخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ انتہائے محبت پر دال ہے۔ حضرت مارے جوش محبت کے حال انتقال حضرت رسول مقبول ؐ کا سُن نہ سکتے تھے اور اس لئے تلوار کھینچ کر مستعد ہو گئے

علی رضا:۔ بھائی ماں باپ بھائی بزرگ کس کا نہیں مرا ہے مگر یہ تو ہم نے آج تک نہیں سُنا کہ وہ تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا ہو اوپر غضب تو یہ ہے کہ حال انتقال رسول اللہؐ صریح جان کر پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ نے انتقال نہیں کیا ہے اس کو کیا کہتے ہیں؟ اور ایسے کہنے والوں کو خدا نے کیا کہا ہے ہیں دبا گیا کچھہ نہ کہونگا۔

محی الدین:۔ جوش محبت میں آدمی کیا کچھہ نہیں کرتا۔ جوش غم میں آدمی اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ حضرت فاروق تو آپ کے جان نثار تھے۔

علی رضا:۔ بہت خوب اب میں حضرت عمر کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں یعنی حضرت کو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کا حد سے زیادہ صدمہ ہوا پس کیا ایسے شخص سے یہ امید نہیں کیجا سکتی ہے کہ کم سے کم تا دفن و کفن تو وہ کسی سے بات تک نہ کریگا اور دنیا ادھر کی اودھر ہو جائے وہ اُس بزرگ کی آخری خدمت یعنی غسل و کفن میں شریک

رہیگا؟ مگر ہائے افسوس یہاں تو معلوم ہوتا ہے کہ تجہیز و تکفین کے وقت سوائے حضرت علیؑ اور حضرت عباس کے اور کوئی نہ تہا حضرت عمر تو اور ہی دوڑ دہوپ میں تہے اسی کو ایک ممتاز شاعر نے یوں موزون کیا ہی

اہل دنیا کار دنیا ساختند ❊ مصطفےٰؐ را بے کفن انداختند

اور واقعی یہ بات بڑے شرم کی معلوم ہوتی ہے کہ از آدمؑ تا ایندم کسی قوم حتیٰ کہ جولاہے دُھنئے نے اپنے پیر مرشد کی نعش بے دفن و کفن نہیں چھوڑی ہے اس لئے بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ جناب رسولخداؐ کے ساتھ اسقدر اظہار دعوی محبت کریں کہ خبر انتقال سُنکر مجذوب بنکر اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو جائیں وہ بعد انتقال سرور کائنات کے اون کی نعش مبارک تو خس کے برابر بھی نہ پوچھیں اور شریک دفن و کفن نہ ہوں !!

تو کیا حضرت عمر کی جوش محبت کا خاتمہ صرف تلوار ہی کے کھینچنے تک تھا پھر کچھہ بھی نہیں بھائی صدمۂ مفارقت تو اوس برگزیدہ خداؐ کی پیاری بیٹی کو ہوا جس کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی ہ جس کو چھہ مہینے تک سوای گریہ و زاری کے اور کچھہ کام نہ رہا۔ مدینہ میں بیت الحزن اب تک موجود ہی یہاں تک کہ چھہ ہی مہینے کے بعد صرف اٹھارہ ہی برس کے سن میں اپنے باپ سے جا ملی !! اوس غریب نے تو کسی پر تنکا بھی نہ اوٹھایا تھا !!

اب علی رضا کو کہاں تاب تھی۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی اور محی الدین کی آنکھوں سے بھی قطرات اشک پیہم جاری ہوئے اور صحبت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن محی الدین علی رضا کے مکان پر آیا۔

محی الدین:- بھائی میں نے خوب غور کیا۔ حضرت عمر کا تلوار کھینچنا تو واقعی کچھہ عجیب طرح کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے لئے کیسا غم کیا مگر تلوار نہیں کھینچی علاوہ اس کے خود حضرت عمر نے حضرت ابابکر صدیق کے وفات کی خبر سُن کر کچھہ نہ کیا آخر ان سے بھی تو محبت تھی ان کے انتقال کا بھی تو صدمہ ہوا ہوگا۔ خبر انتقال مخفی کرنے کے لئے تلوار جب کھینچی ہے تو کسی پالسی ہی (حکمت عملی) سے کھینچی ہے، مگر میری نگاہ میں کوئی پالسی نظر نہیں آتی پھر یہ کیا حرکت حضرت عمر کی تھی میری سمجھہ میں نہیں آتی۔

علی رضا:- اس پالسی کا قصہ طویل ہے اگر تم اجازت دو تو کہوں۔

محی الدین:- بسم اللہ فرمایئے ذرا سنوں۔

علی رضا:- بھائی اصل حقیقت یوں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام بوجہ اپنے جوہر ذاتی و صفاتی کے حضرت رسولخداؐ کے مقرب ہوتے چلے تو اصحابِ ثلثہ مخصوص حضرت عمر کو بہت گراں گذرتا رہا جنگ خیبر میں حضرت علیؑ کو علم ملا مکہ میں سورہ برات پڑہنے کے لئے حضرت علیؑ العنات ہوی ازدواج حضرت خاتون جنت علیہا السلام کا حضرت کے ساتھ ہوا جب حضرت رسول مقبول غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تو علی مرتضیٰ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۵۴ بحوالہ کتاب بخاری کتاب المغازی مسلم کتاب المناقب ان امور سے جسقدر تقرب حضرت علیؑ کا ساتھ حضرت رسول مقبولؐ کے بڑہتا گیا اوسی درجہ ان لوگوں کا حسد بڑہتا گیا۔ مگر

حضرت رسول خداؐ کے سامنے کس کی مجال تھی جو سر اوٹھا سکے یا زبان ہلا سکے اس لئے یہ معاملہ چپ چپ چلا آیا بعض جگہ جو اس کا اظہار ہوا تو حضرت علیؑ یا حضرت رسول مقبولؐ نے اپنے تحمل سے اوس کو بآسانی دبا دیا رفتہ رفتہ اس کا پتا حضرت رسول اللہؐ کو بھی ملا اور حضرت کی خواہش ہوی کہ حضرت علی کو اپنا جانشین نامزد کریں۔ لیکن ان لوگوں کی مخالفت کے خیال سے منتظر وقت رہکر اپنے ارادہ کو روکے رہے یہانتک کہ زمانہ وصال کا حضرت کے قریب پہنچا اور حضرتؐ آخری حج ادا کرکے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لاتے تھے کہ ناگاہ بمقام غدیر خم حضرت جبرئیل یہ آیہ لائے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ ۵ (پارہ ششم سورہ مائدہ) ترجمہ پہنچا دو اے رسولؐ اس چیز کو کہ اتارا تم پر تمہارے رب نے اگر ایسا نکروگے تو تم نے اسکی رسالت نہیں پہنچائی اور اللہ محفوظ رکھے گا تمہیں آدمیوں سے تحقیق کہ اللہ نہیں ہدایت کرتا ہے قوم کافرین کو فقط۔ رسول مقبولؐ نے بہ مجرد نازل ہونے اس آیت کے حکم دیا کہ جتنے قافلے والے آگے ہیں اون کو پیچھے پھیر لو۔ اور جو پیچھے ہیں اون کا انتظار کرو۔ غرض جب سارا قافلہ جمع ہو گیا جسکی تعداد ستر ہزار تھی تو حضرت نے پالان شتر کا ایک ممبر بنایا۔ اور اس پر جا کر خطبہ فصیح اور بلیغ پڑھا۔ اور اپنے زمان وصال کی طرف اشارہ فرما کر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اوٹھایا۔ یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام سرو قد کھڑے ہوے تب آپ نے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ

اَلَسْتُ اَوْلیٰ منکُمْ قَالُوْا بَلیٰ اَنْتَ اَولیٰ مِنّیْ وَمِنْ ابی وَاُمّیْ فقال رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا علیٌّ مَوْلَاہُ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ یعنی حضرت نے فرمایا آیا میں تم لوگوں سے اولیٰ نہیں ہوں سبھوں نے کہا آپ مجھ سے اور میرے ماں باپ سے اولیٰ ہیں تب حضرت نے فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اوس کا یہ علیؑ مولیٰ ہے خدایا دوست رکھ تو اس کو جو دوست رکھے علیؑ کو اور دشمن جان اوس کو جو دشمن سمجھے علیؑ کو اور نصرت کر اوس کی جو نصرت کرے اس کی اور ذلیل کر اوس کو جو اسے ذلیل کرے۔ بعدہٗ آپ ممبر سے اوتر آئے اوس وقت سارے قافلہ میں بڑا جوش ہوا اور سب قافلے والوں نے جناب امیرؑ کو مبارک باد دی چنانچہ حضرت عمر نے بھی کہا بَخٍ بَخٍ یَا عَلِیُّ اَنْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلَایَ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ دیکھو مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علیؑ و تفسیر کبیر چھاپہ کلکتہ صفحہ ۶۳۳ یہ واقعہ اٹھارہویں ذی الحجہ کا ہے اوس کے دو ہی مہینے کے بعد جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض الموت نے گھیرا اور بجا آنے لگا اوس وقت حضرت عمر نے بذریعہ حضرت عائشہ کے کچھ کام نکالنا چاہا مگر بارگاہ رسالت میں کرٹن لکچر کو (وہ باتیں جو عورتیں اپنے تابع فرمان شوہر سے خلوت میں کرتی ہیں) کیا دخل وہ تدبیر کارگر نہ ہوئی اور رسول اللہ سمجھے کہ غدیر کی کارروائی زبانی ہوئی ہے اگر کو نوشتہ ہو جائے تو قصہ رفع ہو۔ یہ سوچ کر حضرت نے دوات قلم کاغذ مانگا حضرت عمر نے جو زمانہ کے چالاک

تھے سمجھ گئے اور فرمایا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللہِ اس شخص کو ہجران ہے ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے اس قصہ کو شاہ محمد کبیر صاحب ابو المعالئی نے تاریخ خلفاء کرام میں بہ صفحہ ۶۰ بسند صحیحین قبول کیا ہے لیکن اوس کی محض رکیک تاویل کی ہے اور صحیح بخاری صفحہ ۸۴۶ میں یہ عبارت مندرج ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَفِی الْبَیْتِ رِجَالٌ فِیْھِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ھَلُمَّ اَکْتُبُ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ قَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَیْہِ الْوَجَعُ یعنی ابن عباس نے کہا کہ جب آنحضرت کے وقت احتضار کا پہنچا اور گھر میں بہت سے آدمی تھے ایک ان میں عمر ابن خطاب تھے آنحضرت نے فرمایا لاؤ میں تمہیں ایسی کتاب لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو پس عمر نے کہا کہ ضرور نبی پر درد کا غلبہ ہے الغرض بعدہٗ بقول شیعیان بتاریخ ۲۸ صفر اور بقول اہلسنت والجماعت بتاریخ ۱۲ ربیع الاول جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ نے رحلت فرمائی حضرت عمر خلائق کے مزاج سے واقف تھے اس لئے پہلے تو یہ مشہور کیا کہ جناب رسول مقبولؐ نے انتقال ہی نہیں کیا ہے اور اس وقت سودائے عشق رسول مقبولؐ میں آپ ایسے مجذوب اور از خود رفتہ ہو گئے کہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے کہ جو ایسا کہیگا اوس کو قتل کرونگا مطلب اس پالسی کا صرف یہ تھا کہ جس میں لوگوں کو سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ نہ ملے بعدہٗ جب حضرت نے دیکھا کہ حضرت

علیؑ اور حضرت عباس علیہما السّلام جناب رسول مقبولؐ کی نعش اطہر کے تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے اور اس طرف سے میدان خالی ہو گیا. تب تو سارا جذب حضرت عمر کا کافور ہو گیا اور آپ بڑے مدبر الممالک بن کر خلافت کی تدبیر میں مصروف ہوے اس اثنا میں آپ کو خبر ملی کہ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے ہیں اور سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں یہ سننا تھا کہ تینوں خلیفہ نعش مبارک حضرت سرور کائنات کو چھوڑ کر سقیفہ کی طرف دوڑے اور اس کے بعد جو واقعہ ہوا اوس کو کتاب سیرۃ الفاروق صفحہ ۷۲ سے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں.

حضرت ابوبکر کس طرح خلیفہ ہوے

"انصار نے ابھی سعد کے ہاتھ پر بیعت نہ کی کہ تینوں اصحاب سقیفہ میں پہنچ گئے جب انصار نے اون کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تم مہاجر ہو اور تمہارا اڑا فخر ہے لیکن ہم نے بھی بہت رنج اٹھایا ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنے میں سے ایک امیر مقرر کریں حضرت عمر جن کا چند ساعت پہلے کا جوش بھی ابھی کم نہ ہوا تھا چاہتے تھے. کہ اوس کے جواب میں تقریر کرنیکو کھڑے ہوں. مگر حضرت ابوبکر نے اون کی تند مزاجی اور سخت گوئی سے ڈر کر اون کو روک دیا اور خود تقریر کرنی شروع کی اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے کہا کہ ہر ایک لفظ جو انصار نے اپنی تعریف میں کہا ہے وہ درست اور صحیح ہے لیکن نسبی شرافت اور رعب و دبدبہ میں قریش سب سے افضل ہیں اور

سوائے اون کے عرب کسی کی اطاعت میں سر نہ جھکائیگا۔ اس پر انصار نے کہا کہ اچھا یوں ہونے دو کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ حضرت عمر نے کہا کہ دور ہو ایسا کبھی نہ ہوگا۔ دو امیر ایک جگہ نہیں رہ سکتے انصار اور سعد کی طرف سے حباب مباحثہ کرنے کھڑا ہو گیا اور رنج اور غصہ کے الفاظ زبان پر آنے لگے حضرت عمر اوس سے خفا ہوئے اور کہا کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اوس نے بھی ایسے ہی الفاظ کہے حضرت ابوبکر گھبرائے کہ اس غصہ اور غضب سے معاملہ دگرگوں نہ ہو جائے اور آگے بڑھ کر انصار کو خطاب کر کے کہنے لگے۔ کہ یہ دو آدمی تمہارے سامنے کھڑے ہیں (حضرت عمر اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا) ان دونوں میں سے جسکو تم چاہتے ہو منتخب کر لو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو حضرت عمر نے نہایت بلند آواز سے جس سے تمام مجلس گونج اٹھی کہا کہ نہیں۔ رسول اللہؐ تمہارے لئے پہلے ہی سے امامت کا حکم دے چکے ہیں تو ہی ہمارا امیر ہے اور مجھ سے افضل ہے حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں کہا کہ تو مجھ سے زیادہ قوی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ تو رسول اللہؐ کے بعد خیر الناس ہے یعنی سب آدمیوں سے بہتر ہے۔ حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں کہا کہ "میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے سنا ہے کہ عمر سے کسی اچھے شخص پر آفتاب نہیں طلوع ہوا مگر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ لیکر اوس پر بیعت کی اون کی بلند آواز نے مسلمانوں کے دلوں کو گویا ہلا دیا۔" الغرض اس طرح پر حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور حضرت عمر کے بعد جو لوگ لگے لگائے تھے۔ اون سے بیعت کرائی گئی۔ بعدہٗ اور لو

نے بیعت کی لیکن بنی ہاشم نے یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سارے جدّی قرابت داروں نے جو ہر ایک کے جوہر ذاتی وصفاتی سے واقف تھے بیعت نہ کی دیکھو کتاب المرتضیٰ صفحہ ۵۵۔

کیوں بھائی محی الدین اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا امر خلافت ایسا لاوارثی مال تھا۔ کہ جس کا جی چاہے اُٹھالے؟ کیا خدانخواستہ خاندان رسالت کا چراغ ایسا گل ہوگیا تھا۔ کہ اندھی نگری چوپٹ راج ہوجائے کیا علی مرتضےٰ اس قابل نہ تھے کہ ان کا نام لیا جائے کیا وہ اس قابل بھی نہ تھے۔ کہ مشورہ میں شریک کئے جائیں جس منصف مزاج آدمی کے سامنے یہ کارروائی پیش کروگے صاف کہہ دیگا۔ کہ یہ کارروائی ایسی ہے کہ یا تو خاندان رسالت میں اس وقت کوئی معمولی لیاقت کا بھی آدمی موجود نہ تھا۔ یا یہ کہ (اگر کوئی شخص تھا تو) اس غریب کی حق تلفی کے لئے دیدہ و دانستہ یہ کارروائی کیگئی اور اسی غرض سے موقع وقت پاکر ایسی تعجیل سے کام نکالا گیا اور اگر اوس منصف مزاج کو تم یہ کہو کہ اوس وقت جناب رسول مقبول کا ایک فرزند (داماد) لائق جس کو خود رسول مقبول اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور جو ہر معرکہ میں سب لوگوں سے سبقت لے جاتا تھا موجود تھا۔ لیکن یہ کارروائی نیک نیتی سے واسطے رفع فساد کے جھٹ پٹ کرلی گئی تو وہ نیک نیتی کے لفظ پر ہنس دیگا۔ اور تمہارا منہ دیکھ کر چپ رہجائیگا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرات خلفاء ثلثہ کی نیت بخیر ہوتی اور حضرت علی مرتضیٰ سے بغض یا کینہ یا حسد یا نفاق نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر نہایت متانت اور سنجیدگی سے

یوں تقریر فرماتے۔

اگر حضرت علیؑ سے حضرت ابوبکر کا دل صاف ہوتا۔ تو یوں تقریر فرماتے

حضرات مہاجرین و انصار۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ لوگ اس وقت اس مقام پر اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ کسی کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ مقرر کریں میں کہتا ہوں کہ ہر بات کا موقع ہے آپ لوگ غور کیجئے کہ اس وقت اس امر کے چھیڑنے کا کونسا موقع ہے ابھی نعش مبارک اوس سرور کائنات کی جس نے ابتدائے وجود باجود سے تا دم واپسین ہمارے اور آپ کے واسطے کیسی کیسی زحمتیں اٹھائیں اور کیسے کیسے احسان کئے۔ بے غسل و کفن رکھی ہے اس لئے میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس وقت ہم لوگوں کو یہ چاہیئے کہ سب لوگ شریک ہو کر اوس آقائے دارین کی آخری خدمت بجا لائیں یا یہ کہ اوس کی نعش کو چھوڑ کر امور دنیاوی یا تقیح خلافت کا قصّہ چھیڑیں۔

اس لئے میں بکمال منّت التجا کرتا ہوں کہ اس وقت اس قصہ کو موقوف رکھیئے اور سب لوگ در دولت پر چل کر آقائے کونین کو نعیم جاودانی کی طرف رخصت فرمایئے بعدہٗ جو امر مناسب ہو کیجئے اس میں شاید دو تین ساعت سے زیادہ توقف نہ ہوگا۔

لیکن اگر آپ لوگوں کو یہی ضد اور اصرار ہو کہ کوئی خلیفہ ہم مہاجرین یا انصار سے

اسی وقت مقرر ہو جائے تو میں کہتا ہوں کہ مہاجرین و انصار سے تلاش یا انتخاب کی ضرورت تو اس وقت البتہ ہوتی اگر کوئی قابل شخص خاندان رسالت میں نہ ہوتا۔ لیکن خاندان رسالت میں تو اس وقت خدا کے فضل سے خود حضرت سرور کائنات کا پیارا فرزند (داماد) جس نے حضرت کے آغوش مبارک میں پرورش پائی اور جس کو خود حضرت نے لحمک لحمی و دمک دمی فرمایا اور جس کی لیاقت ذاتی و صفاتی کے ہم لوگ سب کے سب گواہ رویت ہیں اور جو کبھی رسول مقبول ؐ کی خدمت و اطاعت سے جدا نہ ہوا چنانچہ اس وقت بھی خدمت آخری میں مشغول ہے موجود ہے تو پھر دوسرے شخص کے خلیفہ ہونے کے لئے تلاش یا انتخاب کی کیا ضرورت ہے کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں ہے اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْکَ وَ اسْتَخْلَفَ عَلِیًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْیَانِ وَ النِّسَاءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ یعنی جب رسول کریم غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تو علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا علی مرتضیٰ نے کہا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں خلیفہ بناتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ مجھ سے ایسے رتبہ پر ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے (یہ عبارت کتاب المرتضیٰ مؤلفہ حافظ عبد الرحمن صفحہ ۴۵ میں بحوالہ بخاری کتاب المغازی مسلم کتاب المناقب مندرج ہے) کیا آپ لوگ واقعہ غدیر کو جس کو آج سے پورے تین مہینے بھی نہیں گذرے ہیں بھول گئے کہ خود سرور کائنات نے بمقام غدیر خم

پالان شتر کا ممبر بنایا تہا اور اوس پر جلوہ افروز ہوکر ستر ہزار آدمیوں کو مخاطب کرکے فرمایا تہا۔ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمانوں کے لئے اون کی جانوں سے زیادہ دوست ہوں سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر کہا بارخدایا جس کا میں مولی ہوں علیؑ بھی اوس کا مولی ہے بارخدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو علیؑ سے عداوت رکھے تو بھی اوس کو دشمن سمجھہ (دیکھو یہی کتاب المرتضیٰ صفحہ ۹۴ کی عبارت ہے) مجھے اُس دن بھائی عمر کا جوش بھولتا نہیں کہ کس جوش سے دوسرے دن صبح کو علی مرتضیٰ سے ملے تھے۔ اور فرمایا تہا هَنِیْئًا لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْطَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ یعنی مبارک اے علیؑ ابن ابیطالب کہ آج آپ صبح سے میرے مولی بلکہ جمیع مومنین و مومنات کے مولی ہوئے (تفسیر کبیر چھاپہ کلکتہ صفحہ ۳۳۶ میں مندرج ہے) حضرات مہاجرین و انصار یاد رکہئے کہ علی مرتضیٰ وہ ہیں جن کے بارے میں خود سرور کائنات نے فرمایا اَلنَّظَرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَةٌ یعنی علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے (یہ عبارت سوانح عمری علی مرتضیٰ میں بہ صفحہ ۳۵۷ مندرج ہے) وہ ایسے ہیں کہ عبادت پروردگار میں بھی اُن کا ذکر ہوتا ہے یعنی درود میں ہم لوگ کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

وہ ایسے ہیں کہ اون کو رسول صلعم اکرم نے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فرمایا۔
وہ ایسے ہیں کہ جنگ اُحد میں جب فوج اسلام کے پاؤں اوکھڑ گئے تو اس وقت علی مرتضیٰ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے اور تنہا دشمنوں سے لڑتے تھے اور جناب رسول مقبول کی حفاظت بھی کرتے تھے گویا حضرت کی تیغ بھی تھے اور سپر بھی تھے۔

وہ ایسے بہادر اور شجاع ہیں کہ جب معرکہ خیبر میں مرحب نے فوج اسلام کو شکست دی تو ہم لوگ تو بالکل دم بخود تھے اور کسی کی ہمت میدان جنگ کی طرف رخ کرنے کی نہ پڑتی تھی مگر واہ ری جرأت علیؑ مرتضیٰ کی کہ وہ تنہا میدان جنگ میں چلے گئے اور ایک ضربت حیدری میں اوس دیوزاد کو دو ٹکڑے کر دیا اوس وقت صدائے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار سے سقف فلک گونجنے لگا ہمارے بھائی حضرت عمر نے جو میرے مراتب کا خیال کر کے مجھے خلافت کے لئے تجویز کرنے کا قصد کیا ہے یہ ان کا حسن ظن ہے اور میں ان شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں وہ ہوں کہ اپنے کو اور علیؑ کو خوب جانتا ہوں۔

علیؑ مرتضیٰ وہی شخص ہیں کہ جب جناب رسول اکرم نے مجھے سورہ برأت کا اعلان کرنے کے لئے روانہ فرمایا تو فوراً وحی خدا آئی کہ یہ کام علیؑ مرتضیٰ کا ہی ابوبکر کو واپس طلب کرو چنانچہ میں واپس آیا اور علیؑ مرتضیٰ نے بکشادہ پیشانی فرمان واجب الاذعان حضرت رب العزت کا بمقابلہ جمہور کفار و منافقین پڑھ کر سنا دیا اس میں شک نہیں کہ بہ شب ہجرت میں جناب رسول مقبول کے ساتھ تھا لیکن مجھے

اتنا یقین ضرور تہا کہ میں جائے امن میں ہوں یا یہ کہ میرا وہی حال ہوگا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہوگا لیکن علی مرتضی اپنی جان کو حوالہ بخدا کر کے اوسی شب بستر نبوی پر جو تلواروں اور نیزوں سے گہرا تہا اور جہاں ہر لحظہ موت کی ہیبت ناک صورت سامنے کھڑی تہی بے خوف و خطر ڈٹے رہے۔

یہ بھی ٹھیک کہ رسول اللہ نے مجہے امامت کا حکم دیا تہا۔ مگر ظاہر ہے کہ نماز میں اقتدا کرنا ایسا کام ہے۔ جو روزمرہ آپ لوگوں کے آپس میں جاری ہے کہ جب دو چار آدمی بوقت نماز موجود رہتے ہیں تو اون میں سے کوئی امامت کرتا ہے اور باقی اقتدا کرتے ہیں اس حکم سے میں نفس رسولؐ سے ہرگز بڑھ نہیں سکتا اور نہ مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌ مَولَاہُ کے درجہ تک پہنچ سکتا ہوں۔

نسبی شرافت علی مرتضی کا مثل آفتاب عالم تاب کے روشن ہے کون نہیں جانتا کہ اون کے والد قریش کے سردار اور خانہ کعبہ کے محافظ اور کلید بردار تہے اور اب تو بحکم خدائے عز و جل اشرف المخلوقات مفخر موجودات افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرزندی کا شرف حاصل ہے۔

رعب و دبدبہ علی مرتضی کا جنگ اُحد و خیبر و خندق میں خوب آزمایا ہوا ہے جس کو آپ لوگ دیکھ چکے ہیں اس لئے اعادہ کی احتیاج نہیں۔

پس ایسے یگانہ روزگار کے ہوتے آپ لوگوں کو کسی طرح جائز نہیں کہ کسی دوسرے کو حتی کہ مجہہ کو خلیفہ بنانے کا قصد کیجئے اور مجہہ سے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میں ایسا غضب ڈھاوں کہ علی مرتضی تو ادہر رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوں اور میں ادہر اون کی غیبت میں خلیفہ بن جاوں کیونکہ مجہے

روز ے از روزہا حضرت رسول مقبولؐ کو منہ دکھانا ہے اگر حضرت نے سوال
کیا کہ تم نے کس بات پر علی مرتضیٰ پر سبقت کی اور کس استحقاق سے میرے پیارے
داماد کو محروم کر کے تخت خلافت پر بیٹھے تو میں کیا جواب دونگا۔

اس مقام پر میں اظہار ایک امر کا فرض سمجھتا ہوں یعنی جناب رسول مقبول نے
بمقام غدیر خم جو علی مرتضیٰ کو مَن کُنتُ مولاہُ فَعَلِیٌّ مُولاہُ فرمایا تھا وہ بعد نزول
آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے تھا اس سے ظاہر ہے
کہ جناب رسول مقبول نے علی مرتضیٰ کو بموجب حکم تاکیدی حضرت احب العزت
کے مولائے مومنین بنایا تھا آپ لوگونکو اختیار ہے مانئے یا نمانئے لیکن
میں اس کو چھپا نہیں سکتا۔ کیونکہ ایسے ایسے امور کے چھپانے میں بڑے
الزام کا خوف ہے جیسا کہ حق سُبحانہٗ جلّشانہٗ سورہ بقر پارہ سَیَقُول میں
فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ
بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتَابِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ
یعنی بہ تحقیق کہ جو لوگ چھپاتے ہیں اوس چیز کو کہ اوتارا ہم نے دلیلوں سے
اور ہدایت سے بعد اسکے کہ بیان کیا ہم نے واسطے آدمیوں کے کتاب میں)
وہ ایسے ہیں کہ خدا اون پر لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے اون پر
لعنت کرتے ہیں۔

اگر رسم و رواج زمانہ پر بھی ہم لوگ خیال کریں تو مجھے کب شایان ہی کہ
حضرت سرور کائنات کے داماد فرزند نوجوان شہزادۂ عالمیان کو محروم
کروں اور خود بایں پیرانہ سری اپنے داماد کے تخت پر بیٹھوں اگر آپ لوگوں

ہیں کسی کا یہ خیال ہو کہ میں سن رسیدہ تجربہ کار ہوں اور گرم و سرد زمانہ سے زیادہ واقف ہوں تو وہ نفع بھی کہیں نہیں جاتا بوقت ضرورت اپنی رائے اور مشورہ سے اپنے شہزادہ کونین کی تائید اور حمایت کرتا رہوں گا پس میں تو دل میں ٹھان چکا ہوں کہ آج بعد فراغت تجہیز و تدفین حضرت خیر المرسلین کے اپنے ہاتھ سے تاج خلافت اپنے شہزادہ عالمیان سردار کون و مکان علی مرتضیٰ کے سر پر رکھ کر عمر بھر اوس کی اطاعت میں اور حمایت میں حاضر رہونگا اور اس بقیہ چند روزہ زندگانی کو اسی در دولت پر عبادت پروردگار میں کاٹ دونگا آپ لوگ میرے لئے دعا کیجئے کہ میری عاقبت بخیر ہو اور میری اس رائے اور وصیت کو مانئے اور ضرور مانئے کہ علی مرتضیٰ کو اپنا امام اور اپنا آقا اور خلیفہ رسول سمجھئے اور اوس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہمیشہ کمربستہ رہئے دیگر خیالات فاسد سے اپنے دلوں کو پاک کیجئے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

اس کے بعد حضرت عمر جن کا چند ساعت کا جوش سودائے عشق رسول اللہ کا ابھی تک کم نہوا تھا بلکہ اس خبر کے سننے سے کہ اوسی سرور کائنات کے پیارے داماد کی حق تلفی کی لوگ تیاری کر رہے ہیں مقتضائے محبت و اطاعت تو یہی ہے کہ اور بڑھ گیا ہوگا اپنے کڑکتی اور مجلس کی گونجانے والی اور مسلمانوں کے دلوں کی ہلانے والی آواز میں یوں فرماتے۔

بھائی مسلمانو سنو بھائیو میں جس مزاج کا آدمی ہوں تم لوگ خوب جانتے ہو۔ میں بروز غدیر علی مرتضیٰ کو اپنا اور تمہارا مولی اور آقا مان چکا ہوں میں اپنی بات کا پورا ہوں میری بات ایک ہے میں تو اوس قول سے پھرنے کا

نہیں اگر کوئی مجھے علی مرتضیٰ سے قوی تر کہے تو مجھے یہ جھوٹی خوشامد پسند نہیں
آتی میری قوت اور علیؑ کی قوت میدان جنگ میں خوب دیکھی جا چکی ہے مجھ کو
ہرگز مقابلہ کا دعویٰ نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اکرم نے
براہ دلجوئی مجھ سے فرمایا تھا کہ آفتاب عمر سے کسی اچھے پر طلوع نہ ہوا مگر اس
سے میں اوس درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ جو علی مرتضیٰ کو حدیث شریف انا و علیٌّ
من نورٍ واحدٍ سے حاصل ہوا پس علی مرتضیٰ کے رہتے کس کی مجال ہے
کہ مسند نبوی پر قدم رکھے اس لئے میں تو اسی وقت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْفَةُ
رَسُوْلِ اللّٰهِ کا نعرہ بھرتا ہوں اب کس کی مجال ہے کہ علی مرتضیٰ کی اطاعت
سے جدا ہو اور اگر کسی کے دل میں ایسا خیال فاسد ہو تو وہ اپنی رگ گردن کو
اس میری تلوار کے نیچے سمجھے۔

بھائی محی الدین اب خدا کے لئے ذرا غور کیجئے کہ اگر حضرات شیخین یہ تدبیر و
تقریر و تحریک کرتے تو کیا اس میں اسلام کا کچھ نقصان ہوتا ہے کیا خدا اور رسول خدا
اس سے ناراض ہوتے ہے کیا ان تقریروں میں ایک لفظ بھی اعتقاد جمہور سنت
جماعت کے خلاف یا غلط یا جھوٹھ ہے ہے میں نے تو اس تقریر میں ان فضایل شیخین
کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ جن کا ہماری کتابوں میں وجود نہیں اور اس لئے شیعہ ان کو
نہیں مانتے کیا یہ تقریر نہایت متین و سنجیدہ اور Dignified اور باوقعت
اور بلند پایہ نہ ہوتی ہے کیا یہ تحریک کسی سچے مسلمان اور سچے اعتقاد والے کے
کانشینس (علم و یقین) کے خلاف ہوتی ہے کیا اس تقریر پر حباب کی مجال ہوتی

کہ ایک لفظ بولتا یا اوس تہکہ فضیحتی اور کوسا پیٹی کی نوبت آتی۔ جو درمیان جناب اور حضرت عمر کے ہوئی؟

مین اپنے دل کی بات کہتا ہون کہ اگر حضرات شیخین اوپر کے دل سے بہی ایسی تقریر وتحریک کرتے اور اس پر بہی علی مرتضیٰ بوجہ اتفاق وقت یا گجرائی دیگر اصحاب سقیفہ کی خلیفہ نہ ہوتے تو بہی مین حضرات شیخین کو ایکدم الزام سے بری کر دیتا لیکن ہزار افسوس جس وقت حضرات موصوفین کی اوس تقریر وتحریک کو جو کتاب سیرۃ الفاروق سے ابہی منقول ہوئی ہے دیکہتا ہون اور خیال کرتا ہون کہ حضرات شیخین نے سقیفہ کی کارروائی مین علی مرتضیٰ سے اس طرح قطع نظر کیا کہ گویا حضرت علی کا دنیا میں وجود ہی نہ تہا یا اونکو ایکدن بہی صحبت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب نہ ہوی تہی تو قلب کانپ اٹہتا ہے اور دنیا اندھیر معلوم ہوتی ہے اور کسی طرح دل قبول ہی نہیں کرتا کہ ایسی کارروائی بغیر مستحکم اور مضبوط بغض ونفاق کے ہوئی ہو۔

برائے خدا تمہیں بتلاؤ کہ جب خلفاء ثلثہ کو حضرت علی سے کمال محبت تہی اور ایکدوسرے کے جان نثار تہے تو اس وقت علی مرتضےٰ کا کیا قصور تہا کہ یون متروک النظر ہو گئے حضرت عمر کو اس وقت کہاں کا نسیان آگیا کہ جس بزرگ کو بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ اپنا اور تمام جہاں کا مولا قرار دیا تہا اوس کا ۱۲ ربیع الاول کو ذکر تک ندارد فاعتبروا یا اولی الابصار ؎

برائے خدا غور کرو کہ یہ کیسی بات ہے کہ نام نہ لیا جائے علی مرتضیٰ کا اور نام کس کا لیا جائے کہ میاں ابو عبیدہ کا قصور معاف آفتاب کے آگے کرمک شب تاب یا ساقی کوثر کے مقابلہ مین پانی پانڈے!! میاں ابو عبیدہ نسبی شرافت اور

رعب و دبدبہ میں فضل قریش کب سے ہو گئے

لیکن حق تو یہ ہے کہ بیچارے ابوعبیدہ کا اس میں مطلق قصور نہیں اُن کا نام تو فقط نمایش کے واسطے لیا گیا تھا اون بیچارے کو تو نہ خلافت کا حوصلہ تھا اور نہ لیاقت تھی اسی لئے اون کا نام لیا گیا کہ وہ خلیفہ ہو ہی نہیں سکتے تب یہ معاملہ درمیان حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے دائر رہجائے گا۔ اوس وقت اس کا فیصلہ حسب اصول انچہ تو بگذاشتی بر داشتم ہو جائے گا جیسا کہ واقعی ہوا۔

پس بھائی ایسے دہوکھے دھڑی کی خلافت کو کون منصف مزاج مان سکتا ہے

محی الدین:۔ ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ بات ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر نے نیک نیتی سے یہ سمجھ کر "کہ جناب امیرؑ تو راضی ہو ہی جائیں گے واسطے رفع فساد کے جھٹ پٹ یہ کارروائی کر لی ہو اور جناب امیرؑ راضی ہو گئے ہوں۔

علی رضا:۔ تب تو حضرت علیؑ تجہیز و تکفین سے فراغت پاتے ہی حضرت ابوبکر سے آکر بیعت کر لیتے مگر حضرت نے بیعت نہ کی اور اس کارروائی سے کمال ناراض ہوئے۔

آیا انتخاب حضرت ابوبکر کا ازروئے اصول کے جائز تھا

علاوہ اس کے اگر اس الیکشن میں ایسی جلدی کی گئی کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا توقف گوارا نہ کیا گیا اور اراکین خاندان رسالت اور اون اچھے لوگوں کا جو حضور اقدس کی خدمت آخری کو اپنا فخر دارین سمجھ کر

شریک تھے اور یقیناً وہ لوگ بڑے ایماندار مسلمان تھے انتظار نہ کیا گیا اور کل کارروائی صرف چند ساعت میں ختم کردی گئی تو ایسا الیکشن کسی اصول کے رو سے جائز نہیں رہ سکتا کیونکہ الیکشن جائز تو وہ ہے جس میں (۱) سب لوگوں کو قبل سے اطلاع دی جائے (۲) جلسہ انتخاب میں تعداد معقول اون اشخاص کی جو رائے دینے کا حق رکھتے ہوں موجود ہو (۳) بحاضری امیدواران الیکشن سب لوگ اپنی آزادانہ رائے دیں اور تب غلبہ آراء پر قول فیصل قرار دیا جائے اس الیکشن میں یہ باتیں مطلق نہ تھیں بلکہ بجائے نوٹس دینے کے پہلے تلوار کھینچی کہ رسول مقبول کے انتقال کی خبر نہ ہو اور بجائے موجود رہنے رائے دہندگان مستحق کے بنی ہاشم میں سے کوئی موجود نہ تھا اور بجائے حاضر رہنے کل امیدواران انتخاب کے وہ مقبول بارگاہ جس کو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثل اپنے مولائے مومنین قرار دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ غیر حاضر تھا تب اس کارروائی کو الیکشن کہنا یا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر کو جمہور اسلام نے منتخب کیا محض مسنوعی یعنی لفظ الیکشن کی بدنامی ہے ایسا الیکشن تو ادنیٰ منیوسپلٹی میں جائز نہ ہوگا چہ جاکہ وہ الیکشن جس کو دونوں جہان سے تعلق تھا۔ اللہ اکبر! یعنی جس میں حضرت خاتم النبیینؐ افضل المرسلینؐ کا نائب مقرر ہونے والا تھا۔ اس کو صرف یہ کہیں گے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور یہ فقرہ ان کا چل گیا۔

محی الدین: بھئی قصور معاف کس قدر بٹری ہوگئے ہو تمہیں تو ایسی انگریزی چڑھ گئی ہے کہ خدا کی پناہ! بھائی یہ الیکشن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

نائب کا تھا۔ اس میں جو آپ انگلستان اور فرانس کے الیکشن کے قاعدے برت رہے ہیں یہ دیوانہ پن ہے یا نہیں۔

علی رضا:- معقول! الٹے چور کو توالے ڈانڈ! خود دم بھر کہیں قرار نہیں لیتی اور بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور الٹا ہم پر الزام دہرتے ہو جب ہم نے وراثت شرعی کے روسے دعوی کیا تو اُدہر سے بات بنا کر نکل بہاگے جب وصیت سے بحث شروع کی تو خود سلطنت جمہوری کے اصول چہانٹنے لگے اب اس میں جب ٹین ہوتے ہو۔ تو بغلیں جہانکتے اور مجہے دیوانہ بناتے ہو غور تو کرو کہ یہ کامن ویلتھ اور سلطنت جمہوری کا راگ کس نے چہیڑا تہا؟ کس نے یہ کہا تہا کہ نائب رسولؐ ہونے کے لئے وراثت یا قرابت کو دخل نہیں عوام جس کو پسند کریں وہی نائب رسولؐ ہو؟ کیا ہم نے خود نہیں کہا تہا کہ جب عوام الناس کسی شخص کو ادنیٰ درویش نہیں بنا سکتے تو نائب رسولؐ کیا بنائیں گے؟ یہ اس دن سے کس بات کی بحث ہو رہی ہے! خیر بہر کیف ہم پر تو یہ الزام دیتے ہو کہ نائب رسول کے الیکشن میں ہم انگریزی اور فرانسیسی قواعد کو دخل دیتے ہیں اب ہم تم سے پوچہتے ہیں کہ انگریزی نہیں تو خدا کے لئے تمہیں بتلاؤ کہ عربی الیکشن کے کیا قاعدے ہیں؟ کیا اوس کا قاعدہ یہی ہے کہ جس شخص کو رسول مقبولؐ ستر ہزار مختلف قوم اور قبیلہ کے آدمیوں کے سامنے مولائے مومنین قرار دیں اور اُس کو ستروں ہزار آدمی بطیب خاطر مجمع عام میں مولائے مومنین مان لیں وہ کچہہ نہیں اور جس کو سقیفہ کے دس بارہ محض خفیف الاوقات آدمی بے سمجہے بوجہے منتخب کریں وہ سب کچہہ!! کیا سلطنت جمہوری اسی کا نام ہے؟ کیا جمہور کے معنی عربی میں دس بارہ خفیف الاقات آدمی ہیں؟ کیا دنیاو

دین کا بادشاہ اور پیشوا عرب میں یوں ہی مقرر ہوتا ہے؟ کیا عربی اصول سے سلطنت جمہوری کا پریسیڈنٹ ساعت دو ساعت میں چراغ گل اور پگڑی غایب کی طرح مقرر ہوتا ہے؟ قصور معاف اگر عربی الیکشن کا یہی قاعدہ ہے تو ہر ایک قہوہ خانے یا رچانڈو خانے سے دس بیس خلیفہ روز منتخب ہو سکتے ہیں۔ خیر ہم کہاں تک دماغ خالی کریں۔ اب برائے خدا حقاً ایماناً تم ہی کہو کہ نائب رسول کے انتخاب کا اگر انتخاب پر دار مدار تھا جیسا تم کہتے ہو، کوئی قاعدہ ہے اور ہونا چاہیئے یا نہیں اور اگر ہے اور ہونا چاہیئے تو کیا؟

اس سوال کے جواب میں دو گھنٹے تک محی الدین سر جھکائے ہوئے غور کرتا رہا مگر کوئی قاعدہ معقول جس سے یہ الیکشن محفوظ رہجائے نہ نکلا جب بہت گھبرایا۔ تو علی رضا نے کہا کہ بھائی کیا سوچتے ہو اور کہاں تک سونچو گے سونچنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ الیکشن تو ایسا بے اصول ہے کہ خود تمہاری حضرت عمر نے بعد کام نکالنے کے اس الیکشن کو رد کر دیا تھا۔ اور صاف کہدیا تھا کہ خلافت حضرت ابوبکر کی محض اچانک طور سے ہوی اگر پھر کوئی ایسا کرے تو اوس کو قتل کرو دیکھو تحفۂ اثنا عشری ص ۲۸۰ پس اس الیکشن کا ناجائز اور خلاف اصول ہونا تو باقرار مقرر قوم بقلم خاص ثابت ہے۔

آیا سقیفہ کی کارروائی نیک نیتی سے ہوئی؟

محی الدین:- اگر یہ الیکشن اصول سے ٹھیک نہ ہو تب بھی جب نیک نیتی سے ہوا۔ تو سب کچھ جائز ہو گیا۔

علی رضا:- بھائی ایسا امر عظیم یعنی دنیا اور دین کے بادشاہ اور پیشوا مقرر ہونے کا امر اگر باوجود بے قاعدہ اور بے اصول ہونے کے صرف بوجہ نیک نیتی کے جائز قرار دیا جائے تو ایلکشن لڑکوں کا کھیل ہو جائے دس بیس مل کر ایک محلہ میں زید کو دس بیس مل کر ایک محلہ میں عمر کو دس بیس ملکر ایک محلہ میں خالد کو نیک نیتی سے خلیفہ مقرر کریں تو کم سے کم فی قہوہ خانہ ایک خلیفہ ہو جائے لیکن اگر تم اس کو بھی جائز کہو۔ تو ہم کہیں گے کہ تب حضرت عمر نے کیوں منع کر دیا کہ اگر آئندہ کوئی اس طرح پر خلیفہ مقرر کرے تو اس کو قتل کرو؟ کیوں لوگوں کی آزادی میں دست اندازی کی ہے؟ کیوں حضرت سلمان فارسی وغیرہ کو بھی اپنے نیک نیتی کے استعمال سے روکا ہے؟ ہم نے ابتک نیک نیتی کے الفاظ کو صرف بحث کے لئے فرض کیا ہے ورنہ حقیقتہً اس کارروائی میں نیک نیتی کا تو شائبہ تک نہ تھا کیونکہ دو چار روں میں حضرت عمر اس کارروائی میں چار رنگ لائے اولاً جب رسول مقبول نے دوات قلم طلب کیا تو آپ بڑے سول سرجن بنکر فرمانے لگے کہ رسول مقبول کو بوجہ غلبہ درد کے بحران ہے ثانیاً جب حضرت نے انتقال فرمایا تو آپ عشق رسول اللہ میں مجذوب بنکر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت رسول نے انتقال ہی نہیں کیا ہے ثالثاً جب سقیفہ بندی کی خبر پائی تو چشم زدن میں سارا جذب رفت گذشت ہوا اور آپ بڑے اسٹیٹمین و مدبر بنکر رسول اللہ کی نعش مبارک چھوڑ کر سقیفہ میں تشریف لائے اور وہاں کڑکتی آواز سے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ رابعاً جب کام نکل گیا تو فوراً آپ نے بڑے جنرل بنکر مارشل لا جاری کر دیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے تو اس کو قتل کرو!! میرے نزدیک تو اسی رنگ بدلنے

سے ساری قلعی کھل جاتی ہے لیکن تم کو اگر باور نہو تو باعتبار واقعات کے ذرا غور کر کے خیال کرو کہ سقیفہ میں جو لوگ جمع تھے وہ مسلمان تھے اگر اون کو یہ حضرات اتنا فرما دیتے کہ بھائیو۔ اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے ابھی نعش مقدس جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پڑی ہوئی ہے چلو ہم تم سب مل کر اس فرض عظیم سے ادا ہو جائیں۔ تب انتخاب ہو رہے گا تو کیا وہ لوگ انکار کرتے؟ اور اگر لجاجت اور آرزو منت سے نہ مانتے تو کیا مجلس کی گونجانے والی اور مسلمانوں کے دلوں کی ہلانے والی آواز جناب رسول مقبولؐ کے تجہیز و تکفین کی شرکت کے لئے بلند ہوتی تو اس کا کچھہ اثر نہ ہوتا؟ مجھے سخت تعجب ہے کہ خبر انتقال رسول مقبول چھپانے کو جو تلوار کھچی تھی۔ وہ اُس وقت کس نیام میں مخفی ہو گی؟ کیا اس وقت اس کا کھچنا منافی شان سودائے عشق رسول اللہ تھا!!! اگر تم کہو کہ سقیفہ والے ایسے شور پشت نافرمان تھے کہ ایسی التماس معقول کو ان حضرات کے نہ سنتے۔ بلکہ بصورت توقف دوسرے کسی کو خلیفہ بنا لیتے۔ تب ہم کو ان لوگوں کے ووٹ دینے میں کمال شک ہوتا ہے لیکن اگر تم اس پر بھی ضد کرو کہ ان لوگوں نے ووٹ دیئے تو ہم کہیں گے کہ تب یہ قضیہ اتفاقیہ ہوا یعنی اگر خلفاء ثلثہ ذرا چوکتے اور بر وقت خبر نہ لیتے تو کوئی دوسرا خلیفہ مقرر ہو جاتا اس لئے کچھہ دور نہیں ہے کہ اگر آپ لوگ تھوڑا انتظار کرتے تو حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہو جاتے۔ پس ایسا الیکشن حضرت ابو بکر کا ہرگز قابل استدلال نہیں اور نہ سقیفہ والوں کا ووٹ قابل اعتبار رہا ہے میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ ایسے شور پشت نافرمان کم اعتقاد لوگوں کے ووٹ پر جو حضرت رسول مقبولؐ ایسے اشرف الناس کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے

بلکہ خارج ہوئے یہاں تک کہ ایسے ایسے بڑے لوگوں کو اس شرف اور ادائے فرض سے روکا ہر گز فخر نہ کرنا چاہیئے بلکہ شرمانا چاہیئے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اس قدر تعجیل کی ضرورت جو تمہارے علمانے لکھی ہے اور خلفائے ثلثہ کی محرومی کو شرف خدمت آخری رسول مقبولؐ سے عوام کے سر دے مارا ہے۔ وہ صرف بنظر عیب پوشی ہے ورنہ اس تعجیل کی سوا اس کے اور کوئی ضرورت نہ تھی کہ جس میں جلسہ انتخاب میں حضرت علی علیہ السلام پہنچ نہ جائیں اور ان کی غیر حاضری کا موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ نعش ہائے مقدس وابرار کی تجہیز وتکفین میں سوائے فوج یزید کے تو اور کسی گروہ یا جماعت کی بے اعتنائی سنی نہیں گئی تب ہم سقیفہ والوں کو ایسا سنگدل کیوں کہیں کہ اُن لوگوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں ایسی بے اعتنائی کی کہ دوسروں کو اس کار خیر کی شرکت سے روکا۔ اس مقام پر حضرات مصنفین سنت جماعت نے جب دیکھا کہ اگر سقیفہ کا سچا اور سادہ واقعہ پبلک کے سامنے پیش کیا جائیگا تو ہر شخص بول اٹھیگا کہ یہ الیکشن محض فارس (تماشا) تھا اور اس میں محض نامناسب تعجیل کی گئی۔ تو ان حضرات نے بے رنگ رنگ آمیزی اور بے مزہ عبارت آرائی بلکہ مکروہ مبالغہ سے کام لیا ہے۔

بعض حضرات لکھتے ہیں کہ اس الیکشن کے ہونے سے بڑا سخت طوفان شر وفساد کا رک گیا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ غدر کی بھڑکتی آگ بجھ گئی۔

میں جو خیال کرتا ہوں تو اس واقعہ میں نہ کہیں آگ تھی اور نہ کہیں پانی تھا اور اگر تھا تو بالکل حضرت عمر اور ابوبکر کے ہاتھ میں تھا۔ یعنی واقعہ تو یہی ہوا کہ

جو حضرت عمر نے کہا اوس کو سب نے مانا یعنی حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا اوس پر کوئی شخص چوں نہ بولا بلکہ سبھوں نے انکی پیروی کر کے بعیت کر لی تب اگر کوئی آگ تھی تو ایسی تھی کہ حضرت عمر کے ایک فو کرنے میں بجھ گئی اور اگر طوفان تھا تو ایسا تھا کہ آپکے ذرا گرمانے سے بالکل بخرہ بن کر کرۂ زمہریر میں جاملا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا۔ + جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

اب کوئی ان حضرات مصنفین سے پوچھے تو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تک تو سلطنت میں بالکل امن امان تھا۔ نہ کوئی فوج بگڑ گئی تھی اور نہ کوئی قوم یا قبیلہ باغی ہوا تھا۔ پھر حضرت کے انتقال کے ایک گھنٹے کے بعد فساد کی آگ کس نے بھڑکائی اور شر کا طوفان کیونکر اٹھ گیا کن باغیوں کا رسالہ تیار رہا۔ اور کس مقام پر اون کا میگزین جمع ہوا جس کو اس الیکشن نے دبا دیا۔

یہ افسوس کی بات ہے کہ واقعات تاریخی کے بیان میں حضرات مصنفین سنت جماعت جن میں بعض علماء عالی قدر ہیں اپنے کو ایسی پست اور ذلیل جگہ میں لے جائیں کہ ایسے بھونڈے مبالغے اور ایسی ابلہ فریب عبارت آرائیوں سے کام لیں

مَیں کہتا ہوں کہ جب سقیفہ والے ایسے تھے کہ حضرات شیخین کی خود ساختہ کارروائیوں کو صرف بزور الفاظ مان گئے۔ اور خلیفہ اول کو خلیفۂ رسول قبول کر لیا اور بعیت کر لی۔ تب یہ کیونکر ممکن ہے کہ اگر یہ حضرات جناب رسول مقبول صلعم کی مکمل کارروائی غدیر کو درمیان میں لاکر یہ فرماتے کہ خلیفہ رسول وہی

ہے جو بروز غدیر ہمارا اور تمہارا مولیٰ ہو چکا ہے۔ تو وہ لوگ نہ مانتے یا کم سے کم یہ حضرات اگر ان لوگوں سے اس مسئلہ کو تا تجہیز و تکفین جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملتوی کرنے کو فرماتے تو وہ لوگ سرکشی یا مخالفت کرتے

میں پھر حضرات مصنفین سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر حضرت علی علیہ السلام خلیفہ رسولؐ ہو جاتے اور یہ تینوں خلفائے ثلثہ حضرت کے ساتھ زبان اور دل سے ساتھ رہتے تو فساد کہاں اور کیونکر ہوتا۔ قوم کی باگ تو حضرت عمر کے ہاتھ میں تھی۔ جو یہ چاہتے وہ ہوتا جیسا کہ ہوا۔

ہاں اگر حضرات مصنفین یہ فرمائیں کہ اگر حضرت علیؑ تخت پر بیٹھتے یعنی خلیفہ رسولؐ ہوتے تو انہیں تینوں بزرگواروں کو ناگوار ہوتا اور یہی لوگ بگڑ بیٹھتے اور لڑائی جھگڑے شر و فساد پر تل جاتے اور قوم ان کے ساتھ ہو جاتی تو یہ امر آخر ہے لیکن اگر ایسی فیلنگ (دلی حالت) حضرات شیخین کی فرض کر لی جائے تب یہ امر نہایت قرین عقل و قرین قیاس ہے کہ سقیفہ کی کارروائی نیک نیتی سے نہ ہوئی تھی اور یہی میرا دعوےٰ ہے۔ اور یہ بات کہ اس ایلکشن کی وجہ سے بھڑکتی آگ بجھ گئی۔ اور چڑھتا طوفان رک گیا محض غلط اور مہمل ہے اور بالکل عبارت آرائی ہے بلکہ واقعہ برعکس اس کے ہے یعنی اس ایلکشن کے ہونے سے ایسی آگ بھڑکی جو آج تیرہ سو برس تک نہ بجھی اور اس ایلکشن نے ایسا طوفان بپا کیا کہ سفینۂ آل نبیؐ ایسا ڈوب گیا جو آج تک اوبھر نہ سکا۔

ایک بات لہذ قابل غور ہے ذرا سوچئے تو کہ جب بعد خلیفہ ہو جانے حضرت ابوبکر کے حضرت عمر نے حکم دیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے اوس کو قتل کر دو تو حضرت عمر کے

دل میں کون کھٹکتا تھا کیا اون کے دل میں علیٰ مرتضیٰ کی طرف سے ذرا خوف نہ تھا اور اگر حضرت علیؑ کی طرف سے خوف نہ تھا تو کس کا خوف تھا اور اس حکم کی کیا ضرورت تھی؟

بھائی محی الدین حضرت علیٰ مرتضیٰ سے حضرات شیخین کی برہمی تو اسوقت اسدرجہ تک پہنچ گئی تھی کہ بعد تخت نشینی حضرت ابوبکر کے جو واقعہ ہوا اسکو لفظ بلفظ کتاب المرتضے صفحہ ۵۸ سے نقل کرتا ہوں "علی مرتضے حضرت عباس و زبیر بی بی فاطمہؑ کے گھر میں ہو بیٹھے ابوبکر صدیق نے عمر فاروق کو اُن کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ اُن کو بی بی فاطمہؑ کے گھر سے نکالدیں اور یہ کہدیا کہ اگر اُن کو نکلنے سے انکار ہو تو اُن سے لڑائی کرو عمر فاروق تھوڑی سی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لے گئے اس اثنا میں بی بی فاطمہؑ راستہ میں اُن سے مل گئیں اور پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر پھونکنے اُنھوں نے کہا ہاں" تب اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حکم حضرت عمر کا صرف حضرت علی علیہ السلام کی حق تلفی کے لئے تھا اور ہرگز کارروائی سقیفہ کی نیک نیتی سے نہوئی۔

آیا جناب امیر علیہ السلام سقیفہ کی کارروائی سے راضی ہوئے

اور یہ جو کہتے ہو کہ اس کارروائی سے حضرت علی علیہ السلام راضی ہوگئے ہونگے اس کی حقیقت تو حضرت کے ان اشعار سے جو آپ کے دیوان میں بہ صفحہ ۱۰۵ مرقوم ہیں ظاہر ہوگی۔

تعلم ابابکر ولا تک جاہلاً ۔ بان علیاً خیر خاف وناعل

وان رسول اللہ اوصے بحقہ ۔ واکد فیہ قولہ بالفضائل

ولا تبخسنہ حقہ وارددالولی ۔ الیہ فان اللہ لیس بغافل

ترجمہ یاد رکھ اے ابوبکر اور جاہل مت بن کہ علی بڑا شہسوار ہے اور علی وہ شخص ہے کہ رسول اللہ نے اُس کے حق میں وصیت کی اور اپنے اقوال فضائل سے اس وصیت کی تاکید فرمائی پس مت چھین حق اُسکا اور پھیر دے اسکو دنیا اس کی اور جان لے کہ اللہ غافل نہیں ہے اور صفحہ ۱۲۳ میں یہ اشعار موجود ہیں

وفی القرآن الزمہم ولائی ۔ واوجب طاعتی فرضا بعزم

کما ہارون من موسیٰ اخوہ ۔ کذاک انا اخوہ وذاک اسمی

لذاک اقامنی لہم اماما ۔ واخبرہم بہ بغدیر خم

فمن منکم یعادلنی بسہمی ۔ واسلامی وسابقتی ورحمی

فویل ثم ویل ثم ویل ۔ لجاحد طاعتی ومرید ہضمی

وویل للذی یشقی سفاہا ۔ یرید عداوتی من غیر جرم

ترجمہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں لازم کی ہے اہل اسلام پر محبت میری اور واجب کی ہے طاعت کو میری مثل اور احکام و فرائض کے اور جیسا کہ حضرت ہارون کو سوا اخاۃ حضرت موسیٰ سے ہے اسیطرح مجھکو مماثلت اسم اور سوا اخاۃ اپنے ابن عم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے اسیوجہ سے میں اہل اسلام کے لئے امام قایم کیا گیا چنانچہ خبر دی باری تعالیٰ نے اقامت امامت کے مقام غدیر خم میں۔

پس کون ہے تم لوگوں میں سے کہ مساواۃ ظاہر کرے ہمارے سہم میں ؟ اور کون شخص ہے کہ مقابلہ کرے ہمارے ساتھ سابق الاسلام اور سابق الامر اور طیب النسب ہونے میں وائے ہو اُن لوگوں پر کہ جو فردائے قیامت ملاقی ہوں گے خداوند عالم سے ساتھ ہمارے مظلمہ کے۔

وائے ہو وائے ہو حال پر منکرین طاعت ہمارے اور ارادہ ظلم رکھنے والوں پر ہمارے وائے ہو وائے ہو اُن لوگوں پر کہ جو از راہ سفاہت تفاوت رکھتے ہیں اور افسوس ہے افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ جو بے جرم و خطا مجھ سے عداوت رکھتے ہیں فقط

علاوہ اس کے اور تمہاری کتابوں میں بھی حضرت علیؑ کی ناراضامندی اس الیکشن سے بہ تصریح تمام مندرج ہے یعنی جب حضرت علیؑ سے حضرت ابوبکر کی بیعت کی خواہش کی گئی تو حضرت نے صاف مُنہ پر کہدیا کہ میں تم سے زیادہ اس امر کا مستحق ہوں میں تمہاری بیعت نہ کروں گا بلکہ تم کو میری بیعت کرنی چاہیے تم نے خلافت رسول اللہ کی قرابت جتا کر لی اب ہم اہلبیت سے لئے لیتے ہو ؟ کیا تم نے انصار سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم تم سے بوجہ قرابت رسول کی خلافت کے واسطے اولےٰ ہیں ؟ پس میں تمہاری ہی دلیل سے تم پر حجت لاتا ہوں میں رسول اللہ سے قریب تر ہوں اور اُن کے غیروں سے بہتر ہوں تم خدا سے خوف نہیں کرتے ہو ؟ حضرت عمر نے کہا تمکو ہم نہ چھوڑیں گے جب تک بیعت نکرو گے جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا اِحْلِبْ حَلَباً لَكَ شَطْرُهُ اُشْدُدْ لَهُ الْيَوْمَ يَرُدُّهُ عَلَيْكَ غَدًا ترجمہ کچھ ایسا کھینچ لو کہ تمکو بھی مل جائے مضبوط کرو اُن کے

لئے آج کے دن کہ پھیر دیں وہ کل نکلوائے عمر میں تمہاری بات نہ مانوں گا علیؑ مرتضیٰ نے یہ بھی کہا کہ اے گروہ مہاجرین ڈرو خدا سے اور محمد مصطفےٰ صلعم کی سلطنت اُن کے گھر سے نہ نکالو اور اُن کے اہل کو اُس حق اور مرتبہ سے دور نہ کرو جو اُن کو تمپر حاصل تھا قسم خدا کی اے گروہ مہاجرین ہم تمام لوگوں کی نسبت زیادہ مستحق ہیں اور ہم اہلبیت ہیں اور ہم اس امر کے زیادہ احق تم سے ہیں یاد رکھو کہ ہم لوگ کتاب خدا کے پڑھنے والے ہیں اور سنت رسول خدا کے عالم ہیں اور امر رعیت کے تحمل کرنے والے ہیں عدالت کے ساتھ تقسیم کرنے والے ہیں قسم خدا کی یہ کام ہمیں لوگوں کا ہے پس تم اپنی خواہش نفسانی کو راہ نہ دو تا کہ گمراہ نہو جاؤ اور حق سے دوری نہ اختیار کرو۔ قیس بن سعد نے یہ سُنکر کہا کہ اگر انصار یہ گفتگو آپ کی قبل بعیت ابوبکر کے سُنتے تو دو شخص بھی آپ کے بارے میں خلاف نہ کرتے" دیکھو ابوبکر جوہری کی کتاب ثقیفہ اور خواجہ احمد بن اعثم کوفی اپنی معتبر اور مستند تاریخ میں بہ صفحہ ۳ چھاپہ دہلی مطبع یوسفی یوں لکھتے ہیں۔

جب تمام حاضرین جلسہ بعیت کر چکے صدیق اکبر نے حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کا پیغام بھیجا آپ نے قبول کیا اور جسوقت کہ مجمع میں تشریف لائے رسم سلام ادا کر کے اپنے مرتبہ سے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ مجھے کس لئے بلایا ہے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو ان سب مہاجرین اور انصار نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ بھی ہم سے متفق ہو جائیں اور جس طرح جملہ اصحاب نے ابوبکر کو خلیفہ بنا کر بعیت کر لی ہے آپ بھی بعیت کر لیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے اس منصب کو ہمارے ہاتھ سے بہانہ

کر کے چھینا ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے ذریعہ
سے اپنے آپ کو برتر بنایا ہے میں تمہاری حجت کو تم ہی پر تمام کرتا ہوں اور مدلّل
دعوے تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں۔ مجھ سے وہ بات سنو جو بال سے بھی
زیادہ باریک ہے اور تمکو لازم تھا کہ اُسے بیان کرتے اے رسولؐ کے دوستو
دیکھو دنیا میں حضرت محمد صلعم کا کون زیادہ قریبی رشتہ دار ہے خدا سے ڈرو
اور بہانہ نہ ڈھونڈو انصاف پر قادر ہو کر۔ انصاف کی بات کہو۔ ابو عبیدہ بن
جرّاح نے کہا اے ابو الحسن تم ہی اس کام کی لایق ہو۔ بلکہ سب سے پہلے اسلام
لانے اور قرابت میں سب پر فضیلت رکھنے کے سبب اس سے زیادہ منصب کے
سزا وار ہو لیکن اب رسول کے اصحاب نے اتفاق کر لیا ہے اور ایک کام پورا ہو چکا
ہے تم بھی اصحاب کی خوشی کے لئے رضامند ہو جاؤ اور جھگڑا کر کے اس مصلحت کو
درہم برہم نکرو علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو عبیدہ تم نبی صلعم کے پیارے
اور امین ہو اور اس اُمّت کے معتمد اپنے حال پر رحم کھاؤ اور جو سچ بات ہو اُسے
ظاہر کرو۔ ربّ العزّت نے جو بزرگی خاندان نبوت کو عطا کی ہے اُسے اپنے
گھروں کی طرف منتقل نکرو ہمارے ہی گھر میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ہمارے
ہی مکانوں میں جبرئیل وحی لیکر آئے ہیں علم اور فقہ اور دین اور سنت اور
فریضہ کے معدن ہم ہی ہیں خلق اللہ کی بھلائی کو ہم ہی خوب جانتے ہیں تم
لالچ خورے نہ بنو اور اپنے آپ کو ہلاکت کے بھنور میں نہ ڈالو اس میں تمہارا
ہی نقصان ہے۔ بشیر بن البراء نے کہا اے ابو الحسن خدا کی قسم اگر تمہاری یہ باتیں
بیعت سے پہلے لوگوں کے کانوں تک پہنچتیں تو کوئی صحابی آپ کی مرضی

کے خلاف نکرتا اور سب یک دل و یک زبان ہو کر آپ کی بیعت اختیار کر لیتے لیکن تم تو اپنے گھر میں ہو بیٹھے اور ہم سے علیحدگی اختیار کی لوگوں نے جانا کہ تم بہانہ کر کے اس کام سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہو جب بات طے ہو گئی تو اب تشریف لائے حضرت علی علیہ السلام نے کہا۔ اے بشیر کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ میں رسول خدا صلعم کی نعش مطہر کو گھر میں پڑی رکھتا اور کفن و دفن کی تدبیر سرسری طور پر کر کے جھگڑے کے لئے کمر بستہ ہو جاتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا"

محی الدین:۔ حضرت نے اسوقت جوش حرارت میں ایسا فرمایا ہو ممکن ہے کہ آخر میں آپ راضی ہو گئے ہوں۔

علی رضا:۔ ہرگز نہیں۔ میری کتابوں میں تو کیا کچھ نہیں مگر تمہاری کتاب استیعاب میں جو عبارت ہے اسکا ترجمہ ذیل میں ہے امام عبدالبر رفاعہ بن رافع شعبی سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ بعد حضرت عثمان کے خلیفہ ہوئے تو طلحہ و زبیر نے خروج کیا ام الفضل نے یہ حال علی مرتضےٰ کو لکھا علی مرتضےٰ نے فرمایا کہ طلحہ اور زبیر سے عجب ہے جب جناب رسالتمآب نے انتقال فرمایا تو ہمنے یہ بات کہی کہ ہم لوگ اُن کے اہل اور اولیا ہیں اور اُن کی سلطنت میں کوئی ہم سے منازعت کرنے والا نہ ہو گا لیکن ہماری قوم نے اسکو منظور نہ کیا اور ہمارے غیر کو اپنے اوپر والی کیا قسم خدا کی اگر پھوٹ کا اور اس امر کا کہ کفر پھر عود کر آئے گا اور دین کے ہلاک ہو جانے کا ڈر نہوتا تو ہم ضرور کل معاملات درہم و برہم کر دیتے پس ہم نے بہ مجبوری رنج و ملال

پر صبر کیا۔

یہ داغ حضرت علیؑ کے دل سے کبھی نہ مٹا اور جب جب موقع آیا آپنے اپنے حق کا اظہار کیا اور اپنی حق تلفی پر متاسف ہوئے چنانچہ بعد خلیفہ دوم کے بھی جب آپ کو خلافت نہ ملی اور عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کو منتخب کیا تو حضرت علیؑ نے جیسا کہ مولانا شبلی صاحب اپنی کتاب المامون کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ صبر جمیل کیا لیکن اپنے استحقاق کے اعلان و اظہار میں اسوقت جو حضرت نے علی روس الاشہاد تقریر فرمائی وہ لفظ بلفظ کتاب المرتضیٰ مولفہ حافظ عبدالرحمن صاحب حنفی سے نقل کی جاتی ہے دیکھو صفحہ ۷۶ کتاب مذکور۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب عبدالرحمن نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو اسوقت علی مرتضیٰ نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا

"تم سب کو میں قسم دیتا ہوں سچ سچ کہنا کہ درمیان اصحاب رسول خدا کے کوئی ایسا شخص ہے کہ جب آپ نے عقد مواخاۃ (بھائی چارہ) اپنے اصحاب میں باندھا تو میرے سوا کسی سے یہ کہا ہو انت اخی فی الدنیا والآخرہ سب نے کہا کوئی نہیں اس کے بعد کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے حق میں رسول کریم نے فرمایا ہو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ سب نے کہا کوئی نہیں۔

پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے حق میں آنحضرت نے فرمایا ہو اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سب نے کہا کوئی

ہنیں۔
پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے کہ اسکو سورہ برأت کے پہنچانے کا امین قرار دے کر یہ کلمات اسکے حق میں کہے ہوں لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِّنْ عِتْرَتِیْ
سب نے کہا کوئی ہنیں۔
پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جسکو رسول خدا نے جب سریّون میں بھیجا تھا تو کل مہاجرین والفصار پر امیر کیا ہو اور اُن کو امیر لشکر کی اطاعت اور فرمان برداری کا حکم دیا ہو اور مجھ پر کسی کو امیر مقرر نہ کیا ہو سب نے کہا کوئی ہنیں۔
پھر کہا میرے سوا کوئی ایسا ہے جس کے حق میں رسول خدا نے کہا ہو اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا سب نے کہا کوئی ہنیں۔
پھر کہا کیا تم ہنیں جانتے ہو کہ جب اکثر لوگ رسول خدا کو مقام مخاطرہ میں اعدا کے پاس چھوڑ کر میدان محاربہ سے بھاگ گئے تو میں ثابت قدم رہا سب نے کہا یہ سچ ہے۔
پھر کہا میرے سوا تم میں کوئی ہے جو دائرہ اسلام میں سب سے پہلے آیا ہو سب نے کہا ہنیں۔
پھر کہا کوئی شخص رسول کریم سے ازروے نسب کے میرے سوا قریب تر ہے سب نے کہا ہنیں یہ تقریر سنکر عبدالرحمن نے کہا جو کچھ آپ نے بیان کیا سب سچ ہے مگر لوگوں نے عثمان کی طرف رغبت کر کے بیعت کر لی ہے اُمید ہے کہ آپ بھی لوگوں سے موافقت کریں گے"
اب میں حیران ہوں کہ اس سے اور زیادہ علی مرتضےٰ کیا کہتے اور اس سے زیادہ

کن الفاظ میں اپنا حق طلب کرتے اور کن لفظوں میں اپنی محرومی اور حق تلفی اور دل شکنی کو بیان فرماتے؟

آخر آخر وقت میں بھی جناب علیؑ مرتضیٰ نے اپنے مراتب وحقوق کا اعلان و اظہار بمقابلہ امیر معاویہ کے فرمایا ہے جو آپ کے دیوان میں بہ صفحہ ۱۲۹-۱۳۰ اس طرح منظوم ہے

مُحَمَّدُ نِ النَّبِیُّ اَخِیْ وَصِہْرِیْ	وَحَمْزَۃُ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ عَمِّیْ
وَجَعْفَرُ نِ الَّذِیْ یُضْحِیْ وَیُمْسِیْ	یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃِ ابْنُ اُمِّیْ
وَبِنْتُ مُحَمَّدٍ سَکَنِیْ وَعِرْسِیْ	مَشُوْبٌ لَحْمُہَا بِدَمِیْ وَلَحْمِیْ
وَسِبْطَا اَحْمَدُ وُلْدَایَ مِنْہَا	فَمَنْ مِنْکُمْ لَہُمْ سَہْمٌ کَسَہْمِیْ
سَبَقْتُکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ طُرًّا	غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلْمِیْ
وَاَوْجَبَ لِیْ وَلَایَتَہُ عَلَیْکُمْ	رَسُوْلُ اللّٰہِ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ
وَاَوْصَانِیْ النَّبِیُّ عَلَی اخْتِیَارٍ	لِاُمَّتِہٖ رِضًا مِنْکُمْ بِحُکْمِیْ
اَلَا مَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ بِہٰذَا	وَاِلَّا فَلْیَمُتْ کَمَدًا بِغَمِّہٖ
اَنَا الْبَطَلُ الَّذِیْ لَمْ تُنْکِرُوْہُ	لِیَوْمِ کَرِیْہَۃٍ وَیَوْمِ سِلْمِ

ترجمہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو نبی خلایق کے ہیں بھائی اور خسر ہمارے ہیں اور حضرت حمزہ سید الشہدا چچا ہمارے ہیں۔

اور حضرت جعفر کہ جو صبح و شام ساتھ ملائکہ کے پرواز کرتے ہیں ابن عم ہمارے ہیں اور دختر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق دینے والی گھر کی اور زوجہ ہماری ہیں اور وہ مخدرہ ایسی ہیں کہ لحم اور خون اُن کا ہمارے لحم اور خون سے مخلوط ہے۔

دونوں نواسے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے یعنی حسنؑ وحسینؑ فرزند ہمارے ہیں بطن سے اُن معظمہ کے۔

پس کون شخص ہے تم میں سے کہ نصیب اُسکا مثل ہمارے نصیب کے ہو۔

سبقت لے گیا میں تم لوگوں پر طرف حد اسلام کے در آنحالیکہ میں طفل تھا اور ساعات بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

اور واجب کیا رسول اللہ نے ہماری ولایت کو

تم لوگوں پر غدیر خم کے روز

اور وصی گردانا مجکو نبی نے اپنی اُمت کے لئے واسطے اجرائے احکام کے آگاہ ہو لے معاویہ جو شخص چاہے ایمان لانا اس امر پر وہ ایمان لائے ورنہ لازم ہے اُس شخص کو کہ اپنے حزن وغم میں گھٹ کر مرجائے اور میں ایسا شجاع و دلیر ہوں کہ نہ مقابلہ کرسکے تم لوگ مجھ سے معرکہ میں اور صلح میں

محی الدین جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے شجاع و دلیر تھے تو آپ نے سکوت کیوں کیا؟

علی رضا:۔ مدارج النبوۃ میں روایت ہے کہ بوقت رحلت جناب سرور کائنات نے حضرت علی کو بلایا جب حضرت علیؑ آئے اور حضرت رسولؐ خدا کے سر انور کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھا تو حضرت نے فرمایا کہ اے علیؑ فلاں یہودی کے اسقدر درہم میرے ذمہ باقی ہیں جو واسطے تجہیز لشکر اسامہ کے میں نے قرض لئے تھے ضرور اُسکا حق میرے ذمہ سے ادا کرنا اور اے علیؑ تم اول وہ شخص ہوگے کہ کنارہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے اور بعد میرے مکروہات تمہیں

پہنچیں گے تمکو دل تنگ ہونا چاہئے اور صبر کرنا مناسب ہے اور جب تم دیکھو کہ
لوگوں نے دنیا اختیار کی ہے تمکو آخرت اختیار کرنی چاہئے۔

محی الدین:۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؑ اس خلافت سے ناراض ہوئے ہوں مگر حضرت
عمر نیک نیتی سے بوقت کمیٹی یہ باور کرتے ہوں کہ حضرت علی ناراض نہوں گے

علی رضا:۔ ماشاء اللہ! تم حضرت عمر کو ایسا بھولا بھالا سمجھتے ہو کہ بجائے خود
اتنا قیاس نکر سکے ہوں کہ جس شخص کو ابھی نبی علیہ السلام نے مجمع عام میں
مولائے مومنین قرار دیا ہے اسکو دوسرے شخص کے امیر المومنین ہونے سے
کچھ گراں نہوگا؟ یہ کہکر تو تم حضرت عمر کی ساری مدبری اور دور اندیشی میں
دھبا لگاتے ہو اور بفرض محال اگر ایسا خیال تھا تو کسی آدمی کو بھیجکر جناب امیر
اور جناب عباس کے ووٹ منگوا لینے کی کیوں جرات نہوئی؟ دونوں حضرات
کہیں دور دیس نہ تھے۔

محی الدین:۔ لیکن حضرت عمر کی بے نفسی تو اسی سے ثابت ہے کہ باوجودیکہ
حضرت ابوبکر نے آپکو پروپوز کیا تھا مگر آپ نے اپنے لئے اسوقت خلافت
نہ لی اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر خود بیعت کی۔

علی رضا:۔ بھائی یہ بالکل سٹہ بازی تھی حضرت ابوبکر ایک ضعیف آدمی
بالکل حضرت عمر کے ہاتھ میں تھے اور حضرت عمرؓ در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ
اند کی چال چلتے تھے اسوقت لوگوں کے دکھلانے کو ایسا کیا لیکن بعد خلافت
تو حقیقتہً حضرت ہی سب کچھ تھے سر سید احمد خاں صاحب کا قول ہے کہ
حضرت ابوبکر کی خلافت کا زمانہ تو شمار ہی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ درحقیقت

وہ زمانہ بھی حضرت عمرؓ ہی کی خلافت کا تھا سیرۃ الفاروق صفحہ ۸۰ طبع ثانی صفحہ اول۔

محی الدین تم کہتے ہو کہ واقعہ غدیر کا ہمارے علما کا مقبولہ ہے پس وہ کیا تاویل کرتے ہیں ظاہرا تو اس میں جانشین کرنے کی نشانی پائی جاتی ہے

علی رضا:۔ آپ کے علمار کی رائے ہے کہ چونکہ اہل یمن کچھ خلاف ہو گئے تھے اس لیے یہ الفاظ صرف حضرت علی کی مدح میں بیان کیئے گئے اور چونکہ حضرت علیؑ کی ایسی مدح ہوئی اس لیے حضرت عمر نے مبارک باد دی اس کارروائی کا عملی مطلب کچھ نہ تھا۔

محی الدین:۔ اس بارہ میں تم کیا کہتے ہو

علی رضا:۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ کچھ نہ کہوں اور اس مجرد واقعہ کو اور تمہارے علما کی رائے کو بلا دلیل تمہارے علم و یقین پر حوالہ کروں بھلا یہ بات کسی کی عقل میں آئے گی کہ حضرت رسولؐ مقبول حضرت علیؑ کو لَحمُکَ لَحمِی دَمُکَ دَمِی اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وغیرہ وغیرہ تو گھر پر کہیں لیکن اس مرتبہ یہ اہتمام کریں کہ ایک لق و دق میدان میں (صرف یمن والوں کو نہیں بلکہ) سارے قافلے والوں کو مجتمع کر کے پالان شتر کا ممبر بناویں اور خطبۂ فصیح و بلیغ پڑھ کر اپنی رحلت کی خبر دیں اور یہ سب اہتمام صرف اتنے کام کے لئے کہ حضرت علی کی مدح کا ایک فقرہ پڑھ کر جس کا عملی مطلب کچھ نہو اتر آئیں ! اور اس پر سب لوگ مبارک باد دیں !! ایسی رائے تمہارے علمار کی میرے نزدیک تو پڑھنے والوں کی عقل کی توہین ہے کیا یہ طور عموماً جاری نہیں ہے کہ جب

آقا مرنے لگتا ہے یا کہیں سفر دور و دراز کرتا ہے تو اُسوقت اپنے نوکروں کو بلاکر اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے دیکھو ابتک ہم تمہارے آقا تھے اب میرا سفر ہے اب یہ تمہارے آقا ہیں؟ کیا اس کہنے میں باپ صرف اپنے بیٹے کی مدح کرتا ہے اور نوکروں کو کچھ ہدایت نہیں کرتا؟ کیا ایسی ہدایت کے بعد اگر وہ شخص مرجائے تو اُس کے نمک خواروں کو یہ شایاں ہے کہ اس کی آنکھ بند کرتے ہی اس کے کسی مصاحب یا کسی دوسرے قرابت دار کو اُسکا جانشین بنالیں؟ اگر وہ لوگ ایسا کریں تو خلق خدا اُن کو کیا کہے گی۔ ہم کچھ نہیں کہتے

محی الدین حق تو یہ ہے کہ یہ تاویل میرے علمار کی میری سمجھ میں نہیں آتی اگر صرف یمن والوں کا خیال تھا تو وہ لوگ کہیں بلائے جاتے اور سمجھا دیے جاتے اس اہتمام کی تو کوئی ضرورت نہ تھی اور جملہ مبارک باد تو اور بھی بے ضرور ہوجاتا ہے حضرت علیؑ کی صفت تو ہوا ہی کرتی تھی مگر مجھے معلوم نہیں ہے کہ اور صفتوں کے وقت صحابہ کرام نے کبھی مبارک باد دی تھی یا نہیں مبارکباد تو ہمیشہ کسی منصب حاصل ہونے کے وقت دیجاتی ہے اسکو میں اپنے علمار سے ضرور تحقیق کروں گا

علی رضا :- ضرور تحقیق کرنا لیکن ایک بات میری اور سن لو کہ اگر یہ فرض محال یہ تاویل مان بھی لی جائے تاہم میری بات نہیں جاتی یعنی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جناب امیر علیہ السلام کی حکومت اسقدر مطبوع تھی کہ مجرد ایک قوم کی شکایت پر آپنے یہ اہتمام کیا کہ ستر ہزار آدمیوں کو جمع کرکے جسمیں مختلف قوم اور قبیلے حتیٰ کہ مختلف ملک کے

لوگ جمع تھے یہ فرمایا کہ ایہا الناس جیسا میں ہوں ویسا یہ میرا بھائی ہے
پس کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کی دلی خواہش تھی کہ لوگ
اُس کے مطیع و فرمان بردار رہیں اور اس کی شکایت عین میری شکایت ہے؟
کیا ایسی کارروائی واسطے استقلال و استحکام حکومت کے حضرت نے فرمائے تھے
یا واسطے اختتام کے؟ کیا اس کارروائی کے بعد کوئی منصف یہ کہہ سکتا ہے کہ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کبھی پسند کرتے کہ جس کے لیے ایسی کارروائی کی جائے
وہ غریب دو تین ہی مہینے کے بعد مجبور خانہ نشین کر دیا جائے حتی کہ یمن کی حکومت
بھی اُس سے چھین لی جائے اور دوسرے لوگ مولائے مومنین بن جائیں؟ کیا
حضرت علیؑ کے لیے مولائے مومنین ہونا صرف دو تین ہی مہینے کے لیے تھا
اور بعدہ پچیس برس کے لیے اس میں تمادی لاحق ہو گی؟ جناب رسول مقبول
کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ہمارا اب تھوڑے دنوں میں دنیا سے کوچ ہے۔ اگر
حضرت کی یہ خواہش ہوتی یا یہ بات معلوم ہوتی کہ میرے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ
ہوں گے اور اس وجہ سے یمن کی بھی حکومت اُن کے قبضہ میں آجائے گی
اور حضرت علی برخواست ہو جائیں گے تو اس کارروائی کی مطلق ضرورت
نہ تھی ایسی حالت میں جناب رسول مقبول کاہے کو اور کس دن کے لیے
کہتے کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے خدا تو دوست رکھ اسے جو
دوست رکھے اسے اور دشمن جان اُسے جو دشمن جانے اُسے اور نصرت کر
اس کی جو نصرت کرے اس کی۔ میں کہتا ہوں کہ جب حضرت علی کو خلافت
ملنے کو نہ تھی تب بیچارے حضرت علیؑ کو نصرت کی کون ضرورت تھی کیا خانہ

نشینی کے لئے !!

محی الدین :۔ تمہاری کون سی کتاب میں ہے کہ یہ کارروائی حضرت رسول مقبول نے بعد نزول آیہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ کے فرمائی تھی ۔

علی رضا :۔ تفسیر عمدۃ البیان وغیرہ جملہ تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت تاکیدی نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلعم نے وہ کارروائی فرمائی جو ابھی مذکور ہوئی اور بعد اس کارروائی کے یہ آیہ کریمہ نازل ہوا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ترجمہ آج ہم نے کامل کیا دین تمہارا تم پر اور تمام کی اپنی نعمت تم پر اور راضی ہوئے تمہارے دین سے جو اسلام ہے فقط اس آیت میں خطاب کرنا باری تعالیٰ کا جناب رسولؐ کو اسوقت بصیغہ جمع کچھ عجب لطف دے رہا ہے الغرض اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ آیہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ کے بعد فوراً حضرت رسول مقبول نے غدیر کی کارروائی فرمائی تو اسمیں کوئی شک نہیں رہتا ہے کہ حضرت نے وصیت بحکم تاکیدی ربانی فرمائی تھی اور اگر یہ کارروائی اس حکم کی تعمیل نہ سمجھی جائے تو نعوذ باللہ حضرت رسول مقبول پر الزام رہجاتا ہے کہ حضرت نے ابلاغ رسالت نہ فرمایا کیونکہ بعد واقعہ غدیر کے تو کوئی کارروائی حضرت نے ایسی نہیں فرمائی جو روزمرہ نہ فرماتے ہوں پس تم اپنے علما سے دریافت کرو کہ اگر یہ نہیں تو حجۃ الوداع کے بعد حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے کونسی کارروائی کی جس کے بغیر اسوقت تک رضائے پروردگار میں ابلاغ رسالت ناتمام متصور تھا اور وہ کون سی کارروائی تھی جس میں پروردگار عالم نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

فرمایا؟ یہ "الیوم" پر کیوں زور دیا گیا ہے۔

محی الدین اسکا کیا ثبوت ہے کہ آیہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ حضرت رسول مقبول کے حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوا

علی رضا۔ بالفعل ایک کتاب آیات بیّنات للذین امنوا وعملوا الصلحت میرے مذہب میں چھپی ہے اس کے صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۷۳ تک اٹھارہ کتب تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر خم شان میں جناب امیر علیہ السلام کے نازل ہوا ہے اس لئے غالباً تمہارے علما اس سے انکار نہ کریں گے کہ یہ آیہ بعد حجۃ الوداع کے نازل ہوا ہے علاوہ اس کے علامۂ نیشاپوری اپنی تفسیر میں اور امام واقدی اسباب نزول میں اور عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ آیہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوا اور تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کی عبارت صفحہ ۶۳۶ چھاپہ کلکتہ میں لفظاً لفظاً حسب ذیل ہے (العاشر) نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ فِیْ فَضْلِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ وَلَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ اَخَذَ بِیَدِہٖ وَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ ھَنِیْئًا لَکَ یَا بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ یعنی یہ ایت فضیلت میں علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے نازل ہوئی اور جب یہ ایت نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے خدایا دوست رکھ اسکو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن جان اسکو جو اس سے دشمنی کرے اس کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو آپ کو اے ابن ابیطالب کہ آپ آج صبح سے میرے بلکہ جمیع مومنین

ومومنات کے مولیٰ ہوئے

اب میں تمہاری دیانت وعلم ویقین سے چند سوال کرتا ہوں اور دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ اگر زبان سے جواب دینے میں کچھ حجاب معلوم ہو تو دل میں خوب سوچو اور انصاف کرو

(۱) اس تفسیر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں کہ جناب رسول مقبول نے یہ کارروائی بحکم تاکیدی حضرت باری تعالیٰ جل شانہ کے فرمائی تھی اور یہ ایسا امر عظیم تھا کہ اس کے بغیر تبلیغ رسالت ناتمام تھی۔

(۲) آیا حضرت علی علیہ السلام کے ہوتے سقیفہ کی کارروائی جس میں تین ہی مہینے کے اندر دوسرا شخص مولائے مومنین بنا دیا گیا اور خود حضرت علیؑ اُس کے تابع بنا دیئے گئے کبھی موافق مرضی خدا اور رسول خدا کے ہو سکتی ہے؟

(۳) بعد نزول اس آیہ کے اور بعد کارروائی غدیر کے اگر کسی شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے حقوق کو درگذر کر کے دوسرے شخص کو مولائے مومنین بنا دیا اور حضرت علیؑ کو مجبور خانہ نشین کر دیا تو اُس کو تم حضرت علی کا دوست کہو گے یا دشمن؟

(۴) کیا یہ دعا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ خدایا دشمن جان اُس کو جو اُس کا (یعنی علی کا) دشمن ہے) قیامت تک قبول نہ ہوگی؟

(۵) جناب رسول مقبول کو کس کا خوف تھا کہ جناب باری تعالےٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ یعنی اے محمد تم آدمیوں کا خوف مت کرو

اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا۔

اس مقام پر تمہارے علمار نے لفظ مولیٰ میں بڑی نکتہ چینی فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ مولیٰ سے فقط مدح مراد تھی اس سے مولیٰ بالتصرف مقصود نہ تھا اس کے جواب میں ہمارے عالم کامل جناب مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے ایک مجلّد ضخیم وجسیم عبقاتُ الانوار تالیف فرمائی ہے۔ لیکن میں اس امر میں کوئی ضرورت اسقدر طول کلام کی نہیں دیکھتا میں فرض کر لیتا ہوں کہ یہ کلمات جناب رسول مقبول نے صرف مدح میں جناب امیر علیہ السلام کے فرمایا تھا تب یہ ماننا ہوگا کہ جناب رسول مقبول نے یہ مدح خوانی جناب امیر علیہ السلام کی پروردگار عالم کے ایسے حکم تاکیدی سے فرمائی تھی کہ اگر آپ تعمیل نہ کرتے۔ یعنی مدح نہ کرتے تو تبلیغ رسالت ناتمام رہ جاتی اس رو سے تکمیل رسالت کی موقوف اوپر مدح خوانی حضرت امیرؑ کے ہو جاتی ہے پس بھائی اگر غور کرو تو تمہارے علمار کی تاویل سے درجہ حضرت علی علیہ السلام کا تمہارے قیاس سے زیادہ ہو جاتا ہے اللہ اکبر!

وہ کون سا ایسا مقبول بندہ خدا کا ہے جس کی مدح کرنا حق تعالےٰ نے اپنے رسول کا فرض گردانا!! اور رسول بھی کون کہ جسکو قاب قوسین او ادنےٰ کا شرف حاصل ہو اور فرض بھی کیسا کہ اگر ادا نہو تو رسالت ناتمام!!! اللہ اکبر اللہ اکبر!! جب آپ کے علمار یہ کہیں تو سرمستان بادۂ خم غدیر کیوں نہ بول اُٹھیں۔

رباعی

تعریف علیؑ بہ گفتگو ممکن نیست
گنجایش بحر در سبو ممکن نیست
من ذاتِ علیؑ بہ واجبی کے دانم
الّا دانم کہ مثل او ممکن نیست

اب ایک بات اور قابل غور آپ گے ہے برائے خدا انصاف فرمائے کیا آپ کا دل اِس کو قبول کرتا ہے کہ جس شخص کی مدح کرنا خداوندعالم اپنے حبیب افضل المرسلین کا فرض گردانے وہ مجبور خانہ نشین اور تابع بنایا جائے اور جس کو سقیفہ والے خفیف الاوقات لوگ جو رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کی بھی پروا نکریں خلیفہ بنائیں وہ امیر المومنین بنے!! بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا!!!

ہزار افسوس کہ سقیفہ میں حضرات شیخین نے اتنا بھی نہ کہا کہ خلیفہ رسول وہ شخص ہو جس کی مدح رسول خدا بحکم خدا کر گئے ہیں!!

محی الدین:۔ لیکن آیہ یاایہا الرسول میں تو مطلق ذکر مدح کرنے یا خلیفہ بنانے کا نہیں ہے پھر آپ یہ کیونکر کہتے ہیں کہ جناب رسول مقبول نے کارروائی غدیر کی بہ تعمیل حکم اس آیت کے فرمائی بھی ممکن ہے کہ اس آیت سے کوئی دوسرا امر مراد ہو اور رسول مقبول نے یہ دوسری کارروائی علیحدہ کی ہو۔

علی رضا:۔ بھئی عقل سے آدمی اللہ کو پہچانتا ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بلا تشبیہ بلا تشبیہ فرض کیجئے کہ جب جناب نواب گورنر جنرل

بہادر شملہ سے کلکتہ جاتے ہوں اس وقت ایک تار حضور قیصر ہند کا
اُن کے پاس اس مضمون کا آوے کہ جس امر کے لئے بار بار آپ کو لکھا
گیا اُس کی تعمیل فوراً کیجئے اور اگر نہ کیجئے گا تو آپ واپس بلوائے جائیگا"
اور فرض کیجئے کہ یہ تار اُن کو اثنائے راہ میں بمقام دبانکے پور اسٹیشن
ملے اور موصوف الیہ اس تار کے پڑھتے ہی (کلکتہ) پہنچنے کا بھی
انتظار نہ کریں۔ بلکہ فوراً گاڈی سے اُتر کر وہیں اسٹیشن پر ایک دربار
منعقد فرمائیں اور اس دربار میں بمقابلہ روسا و اکابر کے فرمائیں کہ فلاں
شخص جو ہماری کونسل کے ممبر ہیں لفٹنٹ گورنر بنگال مقرر کیے گئے تو
کیا اس کارروائی کے بعد اس میں آپ کو کچھ شک رہے گا کہ حضور قیصر ہند
کے تار کا مقصد حقیقۃً یہی تھا کہ فلاں صاحب لفٹنٹ گورنر مقرر
ہوں ؟ کیا آپ سمجھیں گے کہ اس تار کا مقصد دوسرا تھا اور یہ
کارروائی علٰحدہ تھی ؟

میرے نزدیک عقلاً یہ مثال آپ کے جواب کے لئے کافی ہے۔ لیکن
اگر آپ اسپر بھی ہٹ دھرمی کریں تو میں آپ کو امام فخر الدین رازی
صاحب کے حوالہ کروں گا کیونکہ آپ کی دونوں باتوں کا جواب
آپ کے امام صاحب دے چکے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیہ فضل
میں حضرت علیؑ ابن ابیطالب کے نازل ہوا پس اگر اس آیہ کے مشارالیہ
حضرت علیؑ نہوں تو اُن کا فضل اس سے کیا ہوگا دوسرے یہ کہ
امام صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ اَخَذَ بِیَدِ الخ

یعنی بمجرد نازل ہونے اس آیت کے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فرمایا پس اس آیت کا حضرت علی علیہ السلام کے فضل میں نازل ہونا اور اس آیہ کے نازل ہوتے ہی جناب رسول مقبول کا اعلان ولایت کرنا تو آپ کے امام صاحب کا مقولہ ہے علاوہ اسکے کتاب مذکور میں بہ صفحہ ۲۹ ہ چھاپہ کلکتہ لکھا ہے کہ آیہ یا ایہا الرسول کے نزول کے بعد حضرت رسول مقبول صرف اکاسی یا بیاسی دن زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ اٹھارھویں ذالحجہ سے بارھویں ربیع الاول تک اگر دو انتیس اور ایک تیس کا چاند لیا جائے تو ٹھیک بیاسی روز ہوتے ہیں اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر نازل ہوا اور ہم لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس کارروائی کے بعد آیۂ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوا

محی الدین:۔ لیکن آیہ یا ایہا الرسول سے آیۂ اکملت لکم بہت فضل پر واقع ہے پس تم یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ دونو آیتے متواتر وارد ہوئے

علی رضا:۔ اس کی وجہ تو ظاہر ہے کہ ترتیب قرآنی ٹھیک موافق زمانہ تنزیل کے نہیں ہے فریقین میں مسلّم ہے کہ پہلا سورہ جو حضرت پر نازل ہوا وہ سورۂ اقرء باسم ہے مگر ترتیب میں وہ پارہ عم یعنی اخیر پارہ میں واقع ہے اور پارہ اول سے بہت فصل پر واقع ہے اور آیہ "یا ایہا الرسول" اور آیہ اکملت لکم" تو کم سے کم ایک سورہ اور ایک پارہ میں واقع ہے۔

محی الدین:۔ تو اس بارہ میں سیرے علمار کیا لکھتے ہیں

علی رضا:۔ بعضے تو لکھتے ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ واقعۂ غدیر کے بعد فوراً یہ آیت نازل ہوئی لیکن اکثر کہتے ہیں کہ یہ آیت مکّہ میں جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حج آخری ختم ہوا یعنی قبل نزول آیۂ یا ایہا الرّسول کے نازل ہوئی مگر ایک دلیل سے یہ قیاس بالکل غلط ہو جاتا ہے کیونکہ آیۂ یا ایّہا الرسول سے صاف ثابت ہے کہ اُسوقت تک ایک ایسا امر عظیم و اہم باقی تھا جس کی تعمیل نہونے سے رضائے پروردگار میں امر رسالت ناتمام تھا یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا تھا وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ یعنی (ای محمد) اگر تم اُس کام کو نہ کروگے تو گویا تم نے رسالت ہی نہیں کی پس جب ایسا امر اہم جس کے بغیر ابلاغ رسالت ناتمام تھا ہنوز باقی تھا تو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کیونکر کہا جا سکتا تھا اور کیونکر یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ بروز عرفہ تو خداوند عالم کہے کہ آج ہمنے تمہارا دین کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے اسلام سے راضی ہوئے اور پھر آٹھ دس ہی دن کے بعد فرمائے کہ اے محمد تم فلاں کام کرو اگر نکروگے تو تم نے گویا خدا کی رسالت ہی نہیں کی آپ کے علماء کو اختیار ہے کہ خداوند عالم کو ایسا متلوّن الطبع کہیں کہ کہ آج تو ایک شخص پر اپنی نعمت کا خاتمہ کرے اور کل اسکو کہے کہ اگر تم فلاں کام نکروگے تو تمہارا بالکل ریاض بیکار ہوگا مگر مجھے مطلق شک نہیں اور نہ کوئی عاقل شک کر سکتا ہے کہ آیۂ کریمہ "اکملت لکم" یقیناً

بعد آیۂ "یا ایہا الرسول" کے آیا اور چونکہ ہم ثابت کر چکے کہ آیۂ "یا ایہا الرسول"
بروز کارروائی غدیر کے آیا تھا اور چونکہ حجۃ الوداع کے بعد جناب رسول
مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سوائے کارروائی غدیر کے اور کوئی ایسی
کارروائی نہ کی جو ہمیشہ کرتے ہوں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ رضامندی
پروردگار عالم کی اور یہ اتمام نعمت اس معبود برحق کا علی مرتضیٰ علیہ السلام
کی جانشینی پر ہوا اور آیۂ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ
لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کیا اور
آج ہم نے تم پر اپنی نعمتوں کا خاتمہ کیا۔
اور آج ہم تمہارے اسلام سے راضی ہوئے۔
بعد کارروائی غدیر کے نازل ہوا۔

محی الدین مگر آیۂ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اس مقام پر واقع ہے جہاں حق
تعالیٰ نے حلت حرمت ماکولات کی (یعنی کھانے کی چیزوں کی) بیان
فرمائی ہے اور بعد نام ذکر نے حرام چیزوں کے فرما دیا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ یعنی آج ہم نے تمہارا دین کامل کیا اور آج
اپنی نعمت تم پر تمام کی

علی رضا: بعد پڑھنے آیات ماقبل و مابعد کے کوئی شک نہیں رہتا
کہ یہ آیت اس مقام پر بالکل بے محل ہے آیات ماقبل و مابعد سمیت یہ
آیت قرآن مجید میں یوں لکھی ہے

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَۃُ

وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ؕ **ترجمہ** حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر سوائے اللہ کے دوسرا نام لیا گیا اور جو مر گیا گھٹ کر یا چوٹ سے یا گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا پھاڑنے والے (جانور نے) مگر جن کو تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور جو جانور کہ تم مارو ساتھ تیروں کے۔

آج نا امید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

آج ہم نے پورا کیا دین تمہارا تم پر اور پورا کیا ہم نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا تمہارے واسطے دین اسلام کا پس اگر کوئی ناچار ہو گیا بھوک سے بغیر خواہش گناہ کے تو اللہ بخشنے والا ہے۔

سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر الفاظ "آج نا امید ہوئے کافر تمہارے دین سے" لغایتہ "تمہارے واسطے دین اسلام" اس مقام سے نکال لئے جائیں تو عبارت نہایت مسلسل رہتی ہے اور کسی قسم کا حرج معلوم نہیں ہوتا برخلاف اس کے رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کے بعد عبارت فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ کس قدر بے جوڑ معلوم ہوتی

ہی یعنی جملہ "ہم راضی ہوئے تمہارے اسلام سے" کے بعد یہ عبارت کہ "پس اگر کوئی ناچار ہو گیا بھوکھ سے بغیر خواہش گناہ کے" بالکل بے لگاؤ معلوم ہوتی ہے غالباً تمہارے علمار قبول کریں گے کہ فَمَنِ اضْطُرَّ کا "ف" "ذَالِکُمْ فِسْقٌ" سے ملا ہوا ہے اور درمیان کا جملہ بالکل جملہ معترضہ علیحدہ ہے علاوہ اسکے تم خود غور کرو کہ قبل اس آیت کے ذکر اُن چیزوں کا ہے جنکا کھانا شرعاً حرام ہے تب اُن چیزوں کے ذکر کے بعد یہ فرمانا کہ آج میں نے تمہارا دین تمپر کامل کیا اور آج تمپر اپنی نعمت تمام کی اور آج تمہارے اسلام سے راضی ہوئے بے محل معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترتیب دہندہ قرآن نے سہواً یا قصداً اس آیت کو اس جگہ لکھدیا ہے کیونکہ اگر شان نزول اس آیت کی نعمت کھانے پینے کی سمجھی جائے تو اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ تو فی الجملہ چسپاں ہو گی لیکن اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (یعنی کامل کیا ہم نے تمہارا دین تم پر) بیکار ہو جائے گا کھانے پینے سے تکمیل دین کیونکر ہو گی اور اس کے بعد رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ تو اور بھی بے معنی ہو جائے گا کیونکہ اسلام سے راضی ہونے کے لئے کوئی بات منجانب اسلام ہونی چاہئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی کام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ آج ہم نے تمہارا دین تم پر کامل کیا اور آج تمپر اپنی نعمت تمام کی اور آج تمہارے اسلام سے راضی ہوئے۔

محی الدین ہاں یہ تو واقعی صحیح معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اس روز کوئی امر منجانب اسلام ضرور ہونا چاہئے اور کھلنے

پینے کی نعمت فوری ہوتی ہے جس کو فوراً زوال ہے لیکن جس شد و مد
سے اعلیحضرت جل شانہ نے اس نعمت کا ذکر کیا ہے اس سے نعمت جاوید
مراد معلوم ہوتی ہے اور تب یہ بات ہمارے حضرات صوفیہ کے اعتقاد سے
کہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مسلمانوں کے لئے ایک نعمت جاودانی
ہے بہت مطابق ہوجاتی ہے۔

علی رضا:۔ اب میں نے واقعہ خلافت اور الیکشن کو پوست کندہ تمہارے
سامنے بیان کردیا اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس الیکشن میں حرفت
ہوئی یا نہیں اور آیا انتخاب جائز طور پر ہوا یا نہیں؟

محی الدین:۔ اس کا جواب کل دوں گا

یہ کہہ کر محی الدین نے جناب مولوی عطاء اللہ خاں صاحب بہادر کی
لیبریری میں جاکر دونوں امور کی تحقیق کی تو صحیح پایا یعنی واقعہ غدیر کا
جس قدر علی رضا نے کہا تھا سچ تھا اور آیہ یا ایہا الرسول بھی واقعی بعد حجۃ
الوداع کے نازل ہوا تھا جب محی الدین شب کے وقت آرام کرنے کو گیا
تو اسکو یہ سما نظر آیا۔

شہزادۂ نور ایمان:۔ کس شان سے آتا ہوں کوئی روک کے دیکھے
دعوے ہو کسی کو تو مجھے ٹوک کے دیکھے
قلعہ کی پانچوں کھائیوں کے اس پار
اسپ صبا رفتار پر سوار ہے

حضرت دل تعصّب سے :- دیکھ یہ وہی شہزادہ ہے کیا صورت ہی کیا تجمّل ہے - کیا عنفوان شباب ہے ہائے ایسا شہزادہ تجھ گمنام کے قلعہ بندیوں سے مجھ تک نہ پہنچے اور میں رات دن اسکے لئے تڑپا کیا کروں

تعصب :- آپ بھی کیا مہمل ہیں شہزادہ اچھا ہے تو ہوا ایک پرائے شخص کو اپنے قلعہ میں آنے دینے کا نفع کیا ہے ؟ غور تو کیجئے کہ اسکے آتے ہی کیسا کیسا انتشار پیدا ہو جائے گا -

زبان :- ہاں بیٹا سچ کہتا ہے یہ میاں مٹھو تو یوں ہی ٹیں ٹیں کرتے ہیں دور اندیشی تو ان میں ذری چھو نہیں گئی ہے مگر خیر تم گھبراتے کیوں ہو میری فوج کٹ گئی تو کیا ہوا ابھی پانچ کھائیاں کیسی گھری ہیں کہ اللہ کی پناہ پہلے اُن کھائیوں کو تو پار ہولے تب نہ مجھ تک پوہنچے گا تم گھبراؤ نہیں دیکھو وہ کیسا منہ کے بھل گرتا ہے

تعصّب :- روحی لک الفدا

دوسرے دن علی رضا محی الدین کے مکان پر گیا بعد صاحب سلامت

علی رضا :- کیوں بھائی کوئی رائے قایم کی

محی الدین :- ہاں بھائی میں نے رائے قایم کی میرے نزدیک اس ایلکشن میں جو ہوا وہ اچھا ہوا ہمارا مونھ نہیں کہ ہم اسکو برا کہیں

علی رضا :- ماشاء اللہ کتنا ہی کہو کتنا ہی بتاؤ مگر پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ خیر بہر کیف ذرا اپنی دلیل بھی سن لوں -

پہلی کھائی

محی الدین :- بھائی جس قدر تم نے کہا وہ سب صحیح بھی ہو تب بھی میں کیونکر یقین کر سکتا ہوں کہ جو لوگ رسول اللہ کے ایسے یار غار ہوں کہ ہر وقت جاں نثاری پر کمر باندھے رہے ہوں جنھوں نے ایک زمانہ تک صحبت رسول صلعم اوٹھائی ہو ان پر رسول اللہ کی صحبت کا اتنا بھی اثر نہوا ہو کہ اُن کو حق تلفی اور فریب کاری سے روکے ؟ ایسا ماننا تو رسول پر دھبا لگانا ہے۔

شہزادہ نور ایمان :- یا حیدر کرار پہلی کھائی پار

علی رضا :- بھائی تواریخ سے تو ثابت ہوا ہے کہ نفسانیت میں لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا دعوے خدائی تک کر بیٹھے ہیں اور یہ جو کہتے ہو کہ اصحاب کے افعال سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دھبا لگتا ہے یہ تو بالکل بے بنیاد ہے بڑی بھاری مثال یہاں پر تو شیطان کی موجود ہے ہزاروں برس مقرب بارگاہ احدیت رہا مگر ذرا سی نفسانیت میں ایسا بگڑا کہ مردود ازلی و ابدی ہو گیا۔

ہاروت ماروت کیسے ملایک مقرب تھے لیکن دنیا میں آکر بگڑ گئے تو کیا تم کہو گے کہ ان سبھوں کے مردود ہو جانے سے نعوذ باللہ ذات باری تعالیٰ پر کچھ دھبا آتا ہے۔

باعتبار دنیا کے بھی دیکھو کہ حضرت نوح کے بیٹے آپ کی صحبت پائے

ہوئے تھے آخر بگڑ گئے اس سے حضرت نوح کا کیا بگڑا؟ بنی اسرائیل نے
حضرت موسیٰ کی صحبت پاکر اور نور قدرت دیکھ کر گوسالہ پرستی کی حضرت
موسیٰ پر کیا الزام؟ باعتبار تواریخ متاخرین بھی دیکھ لو کہ بہرام خان
خاناں کیسے جلیل القدر عہدہ دار بلکہ افسر دربار اکبر تھے مگر آخر بگڑ گئے
اس سے اکبر پر کیا الزام حال کی بات ہے کہ سلیمان پاشا باوجود سابق
کی نمک خواریوں کے لالچ میں آکر زار روس سے مل گئے اس سے سلطان
المعظم عبدالحمید خان کا کیا قصور؟ علاوہ ان مثالوں کے دو بڑے
حسرتناک واقعے اس خاندان کے تمہارے کل اعتراضات وشبہات
کو رفع کردیتے ہیں ذرا بغور خیال کرو یعنی دربارہ جناب امام حسنؑ کے
جناب رسول مقبول نے فرمایا کہ خدایا میں دوست رکھتا ہوں اسکو
پس دوست رکھ تو اسکو اور دوست رکھ اسکو جو دوست رکھے اسکو
اور دربارہ حضرت علی علیہ السلام کے فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ
یعنی علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور دربارہ حضرت علیؑ اور
ان کی اولاد پاک کے فرمایا اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ
یعنی مجھے جنگ ہے اس شخص سے جو جنگ کرے ان لوگوں سے اور
ہمکو صلح ہے اس شخص سے جو صلح رکھے ان لوگوں سے اور ابن عمر سے
روایت ہے وہ کہتے ہیں دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِیْ عَائِشَةَ وَسَأَلْتُ اَیُّ النَّاسِ
کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ
فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا یعنی میں ساتھ اپنی پھپی کے عائشہ کے

پاس پہنچا اور سوال کیا کہ رسول خدا کے نزدیک محبوب تر کون شخص
تھا حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ فاطمہ اور جب پوچھا کہ مردوں میں کون
محبوب تر تھا آپ نے فرمایا کہ شوہر اُسکا (یعنی علی مرتضیٰ علیہ السلام)
یہ سب حدیثیں اور روایت کتاب مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب میں
موجود ہیں لیکن دنیا جانتی ہے کہ وہی حضرت عائشہ نے اُنہیں
حضرت فاطمہؑ کے پیارے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ
یہ سلوک کیا کہ حضرت کی نعش مبارک کو پہلوئے مزار مبارک جناب
رسولؐ مقبول میں دفن ہونے نہ دیا اور ایسی سخت مزاحمت کی کہ اگر جناب
امام حسین علیہ السلام تحمل نفرماتے تو نوبت جدال و قتال کی پہنچتی
اس لئے ہمارے امام مظلوم کی لاش گور غریباں میں بمقام بقیعہ دفن
ہوئی۔ چنانچہ سنیوں کے معتبر اور مستند مصنف نے تاریخ اعثم کوفی میں
بہ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ دہلی یوں لکھا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام نے
انتقال کیا تو سعید بن عاص مدینہ کے حاکم نے عائشہ کے پاس اطلاع
کی کہ جنازہ کو وہاں دفن ہونے نہ دے ام المومنین عائشہ صدیقہ
اونٹ پر سوار ہو کر اور کسی قدر عثمانی گروہ کے آدمی لیکر روکنے میں
مشغول ہوئی شیعوں میں سے بھی بعض نے للکارا کہ اے عائشہ ایک
دن تو اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے نکلی تھی اور آج اونٹ پر بیٹھ کے
پیمبر کے نواسے کے جنازہ کو روکتی اور اسے اپنے نانا کے پہلو میں
دفن نہیں ہونے دیتی ہے اُس وقت آدمیوں کے دو گروہ ہوگئے

کچھ عائشہ کے طرفدار بن گئے اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے امام حسینؑ نے
حسب وصیت اپنے مقدس بھائی کا لاشہ دادی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے پاس
دفن کر دیا اور بعضوں کے قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس نعش مبارک پر
تیر برسائے گئے اور وہی حضرت عائشہ بمقام بصرہ جنگ جمل میں واسطے مقابلہ
حضرت علی علیہ السلام کے کھلے میدان خود بہ نفس نفیس ناقہ پر سوار ہوکر
میدان جنگ میں تشریف لائیں اور محاربہ کیا یہ واقعات ایسے مشہور و
معروف ہیں کہ سند کی احتیاج نہیں جن جن کتابوں میں واقعات خلافت
جناب امیر علیہ السلام لکھے ہیں دیکھ لو۔ الغرض جب جناب حضرت عائشہ
جن کو شب و روز شرف صحبت جناب رسول مقبول حاصل تھا اور جو حضرت
کے برتاؤ کو ساتھ اپنے معزز داماد اور پیارے نواسوں کے روزمرہ ملاحظہ
فرماتی تھیں عورت ذات ہوکر ایسی خلاف مروّت و خلاف تہذیب
بلکہ خلاف فطرت (اسلیئے کہ عورتیں میدان جنگ کے لیئے پیدا نہیں
ہوئی ہیں) کارروائی فرمائی اور اقوال و افعال جناب رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ اعتنا نہ کیا تو اصحاب بیرونی نے جنمیں ایک
حضرت عائشہ ہی کے پدر بزرگوار اور دوسرے حضرت عمر تھے جن کی سنگ
دلی اور درشت مزاجی شہرۂ آفاق ہے اگر غدیر کی کارروائی کو بھلا دیا
اور مولائے مومنین کو مجبور کر کے خود تخت خلافت پر جلوس فرما ہوئے
تو کوئی تعجّب کی بات نہیں ہے یعنی جب جناب رسول مقبولؐ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے وعظ و پند کا اثر خود حضرت کی بی بی پر اتنا ہوا کہ اُن کو

علانیہ میدان جنگ میں حضرت علی علیہ السلام سے محاربہ کرنے میں رو کے
تو حضرت کے خسر صاحبان کو تخت خلافت حضرت علیؑ سے بطور چراغ گل اور
پگڑی غائب کے لے لینے میں کون سی بات مانع تھی؟ پس جیسا حضرت
عائشہ کی کارروائیوں سے جناب رسول مقبول پر کوئی دھبا نہیں آسکتا
ویسا ہی ان حضرات کی کارروائیوں سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ
والہ وسلم پر یا اُن کے وعظ و پند پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا اور اگر یہ کہو کہ
حضرت عائشہ عورت ذات تھیں وہ مراتب جناب امیر سے واقف نہ
تھیں یا اُن پر جناب رسول مقبول کے وعظ و پند کا اثر ہونا ضروری نہیں
ہے تو میں کہتا ہوں کہ اُسی جنگ جمل میں حضرات طلحہ و زبیر جنکو آپ
عشرہ مبشرہ میں داخل سمجھتے ہیں موجود تھے کیا اُنکو جناب رسول نے یہی تعلیم
کی تھی کہ تم میرے معزز داماد پر لشکر کشی کیجیو؟ کیا اُنھوں نے وعظ میں کبھی
نہ سنا تھا کہ جو علیؑ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن وہ خدا کا
دشمن ہے؟ کیا یہ لوگ لَا اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی سے
بالکل ناواقف تھے میں تو دیکھتا ہوں کہ آل نبی اور اولاد علی سے لڑنا اور
مخاصمہ کرنا تو اہل سنت جماعت کے پیشوا لوگوں ہی کا کام تھا اس لیئے
اس بارہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر الزام غلط ہے
میں کہتا ہوں کہ ہدایت پانا اور راہ راست پر آنا بالکل قسمت کی بات ہے
اچھوں کی صحبت سے کچھ ضرور نہیں کہ ہر شخص اچھا ہو جائے بلکہ قرآن
مجید میں پروردگار عالم نے جناب رسول مقبول کو یہاں تک فرمایا ہے

کہ صحبت تو در کنار، کچھ ضرور نہیں کہ جس کو تم چاہو وہ ہدایت پائے البتہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لیجاتا ہے دیکھو پارہ ۲۰ بسنم سورہ قصص اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ہ پس جب باوجود چاہنے جناب رسول مقبول کے ہر شخص نے خواہی نخواہی ہدایت نہیں پائی تو مجرد صحبت یا حضرت کے وعظ و پند سننے سے راہ راست پر آنا اور اُسپر قایم رہنا اور عاقبت بخیر ہونا ہر شخص کا کیونکر یقینی ہو سکتا ہے۔

دوسری کھائی

محی الدین۔ خیر بہر کیف اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علیؓ سا دلیر جوان مرد بہادر جنھوں نے جنگ خیبر و بدر و حنین فتح کی اور اور سیکڑوں غزدے سر کئے اگر یہ الیکشن ناجائز ہوتا تو اسیوقت ایک حملہ میں توڑ دیتے اُنھیں کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھر بار لٹا دیا خود شہید ہوئے مگر یزید کی بیعت نہ کی پس حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کیا ہوا کہ باوجود ناجائز ہونے اس الیکشن کے جیسا کہ تم کہتے ہو، ساکت رہے ؟ حضرت چاہتے تو ایک آن میں سارا زور توڑ دیتے بلکہ طبقہ اُلٹ دیتے پس حضرت کا سکوت فرمانا صاف دلیل اس بات کی ہے کہ یہ الیکشن صحیح تھا اور حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق تھے۔

شاہزادہ نور ایمان:- یا امیر خیبر گیر دستم بگیر
دوسری کھائی پار

علی رضا:- الحمد للہ کہ آپ کی اس پر جوش تقریر نے ہمارے
ٹیبل کے نمبر ۹ کو بخوبی ثابت کر دیا یعنی یہ اب آپ کا مقولہ ہوا کہ اگر حضرات
ثلثہ باہم متفق ہو کر حضرت علیؑ کی مخالفت پر تل جاتے تو بھی حضرت
علیؑ بوجہ اپنی شجاعت اور دلاوری کے آن کی آن میں سارا زور
توڑ دیتے اس سے فی البداہۃ یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علی
علیہ السلام شجاعت اور دلاوری میں ان حضرات سے فرداً فرداً
بدرجہا زیادہ تھے یہ تو علوم متعارفہ ہے کہ ایک چیز جو چند چیزوں
کے مجموعہ سے زیادہ ہوگی وہ ہر ایک فرد سے بہت زیادہ ہوگی
پس اس سے حضرت علی علیہ السلام کا اشجع الخلفا ہونا تمہارے
قول سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کے سکوت
سے جو آپ جواز خلافت خلفاء ثلثہ ثابت کرنا چاہتے ہیں اسپر میں
اتفاق نہیں کر سکتا غور کیجئے کہ حق تعالےٰ جل جلالہ کی طاقت کے
مقابلے میں حضرت علیؑ کی طاقت کسی حساب میں نہیں ایسا قادر
مطلق کہ جس کے ایک لفظ کُن سے ساری دنیا قایم ہوگئی اور ایسا
قہار بر حق کہ ایک صدائے صور اسرافیل میں دنیا تو ایک طرف ثوابت
و سیار آفتاب و ماہتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے! اگر ہوا کو حکم دے
تو ایک آن میں دنیا برباد! اگر پانی کو اشارہ کرے تو طرفۃ العین

میں ہمالہ پہاڑ کی اونچی چوٹی غرقِ آب! اگر بجلی کو امر فرماوے تو ایک دم میں سارا جہاں سوخت! لیکن اِس پر بھی روز ہزاروں عصیان لاکھوں فسق وفجور ہوتے ہیں جانیں معرضِ تلف میں آتی ہیں اُس کے احکام کی توہین کی جاتی ہے کیسے کیسے اُس کے پیارے بندے قتل ہوتے ہیں حتیٰ کہ اکثر مٹی کے پتلے اُسی معبودِ برحق سے دعوائے تقابل کر بیٹھے ہیں لیکن اُس پاک بے نیاز نے کبھی اِسکی پروانہ کی اتنا بھی نہ کیا کہ صرف رعد ہی کو فرماوے کہ تو زبانِ فصیح میں کڑک کر ان کج نہادوں کو کہدے کہ دیوانے نہ بنو اپنی حقیقت خود سمجھو تم خاک سے پیدا ہوئے اور خاک میں ملجاؤ گے اُس پر اور مزا یہ کہ "تعصباں در رزق بر کس نہ بست" پس بقول تمہارے تو خداوند عالم کے سکوت سے لازم آتا ہے کہ کوئی گناہ گناہ نہیں حتیٰ کہ شرک عصیان نہیں۔

محی الدین:- بھئی خدا کی مثال کی سہی نہیں وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرے اُس نے تو پارہ چہارم سورۂ آلِ عمران میں فرمایا ہے اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ۝ یعنی ہم ظالموں کو ڈھیل دیتے ہیں جہاں تک کرسکیں ظلم کریں ہم بروز حساب سمجھ لیں گے ہم بذریعہ اپنے رسولوں کے صرف خبر کردیں گے کہ آئندہ حجت نہ رہے پس تم کو چاہئے کہ انسانی مثال سے میری تشفی کرو۔

علی رضا :- بہت خوب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ سے ہر طاقت میں زیادہ تھے اور درگاہ کبریائی میں زیادہ اختیار بھی رکھتے تھے پس کیوں ابتدا ہی سے آپ نے اپنے کو رسول ظاہر نہ فرمایا ؟ کیوں ایک دن میں سارے کفار کو تہ تیغ نہ کر دیا ؟ کیوں ہجرت فرمائی ؟ کیوں غار میں چھپے ؟ کیوں کفار مکہ سے صلح کر لی ؟ اگر حضرت علیؑ سے شجاع کا غضب خلافت پر صبر و سکوت کرنا آپ محال سمجھتے ہیں تو جناب رسول مقبولؐ سے قوی دل بہیر کے خوف قریش سے غار میں چھپنے اور اپنے اہل و عیال کو دشمنوں میں چھوڑ کر گھر سے نکل جانے کو آپ محال تر سمجھیں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول خدا نے ہجرت فرمائی اور اسی میں مصلحت دیکھی اور اگر آپ بوجہ صبر و سکوت حضرت علی علیہ السلام کے یہ نتیجہ نکالیں کہ حقیقتہً خلفاء ثلثہ نے غصب خلافت ہی نہ کیا اور اس دلیل سے واقعات زمانہ خلافت کو بالکل غلط مان لینے کہتے ہیں تو یہ ویسا ہو گا کہ ایک پیرو کفار قریش کہے کہ نہ کفار نے جناب رسول مقبول پر کوئی ظلم کیا اور نہ حضرت نے ترک وطن کیا جس طرح تم کہتے ہو ویسا ہی وہ بھی کہے گا کہ ممکن نہیں کہ رسول مقبول سا قوی دل آدمی خوف جان سے غار میں چھپے اور اپنے عیال و اطفال کو چھوڑ کر اپنے شہر سے دوسری جگہ چلا جائے مگر واقعہ تاریخی دونوں کی دلیلوں کو باطل کرتا ہے ۔

علاوہ اس کے میرے اور آپ کے درمیان میں صرف یہ بحث ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے فوجداری کیوں نہ کی اور میں کہتا ہوں کہ حضرت نے صبر کیا اب دیکھنا چاہیے کہ دونوں باتوں میں کونسی بات مطابق سیرت نبوی ہے اور اسلام اور اخلاق کس بات کی تعلیم کرتا ہے۔

کیا ہمارے رسول نے صبر و تحمل کو لڑائی جھگڑے پر فوقیت نہیں دی ہے؟ کیا حضرت کی شریعت صلح جو ہے یا جنگ جو؟ کیا بعثت رسول مقبول کا ایک باعث یہ نہیں ہے کہ اس وقت عرب کی قوم لڑتی جھگڑتی رہتی تھی اور اس لیئے اسلام نے مثل آفتاب عالمتاب کے اپنی روشنی پھیلا کر صبر و آشتی کی تعلیم کی اور اُن کے دلوں کو نور صبر و تحمل سے منور کر دیا؟ افسوس ہے کہ آپ لوگ صبر کو بڑی چھوٹی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن حق تعالےٰ اسی کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ فرمایا ہے آپ لوگ جناب امیر علیہ السلام کی فوجداری نہ کرنے پر جو کچھ الزام دیجیے لیکن ہمارے مولا نے اسے صبر کی بدولت بڑا درجہ پایا ہے جیسا کہ حق سبحانہ عز شانہ سورہ ہل اتیٰ میں جو بقول فریقین جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے فرماتا ہے وَجَزٰاھُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّۃً وَّحَرِیْرًا مُّتَّکِئِیْنَ فِیْھَا عَلَی الْاَرَآئِکِ لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا وَّلَا زَمْھَرِیْرًا یعنی بعوض صبر کرنے کے حق تعالےٰ نے اُن کو باغ جنت اور حلہ فردوس عطا

فرمایا جہاں وہ تخت مرصع پر مکین ہوئے اور ایسی جگہ پہنچے جہاں نہ آفتاب کی سخت گرمی ہے اور نہ زمہریر کی سخت سردی ہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ جناب امیر نے تخت خلافت کے چھن جانے پر جو صبر کیا بہت خوب کیا کہ اس کے عوض میں باغ جنت اور حلہ فردوس پایا اور تخت مرصع پر جلوہ افروز ہوئے کیا اب بھی آپ فرمائیں گے کہ جناب امیر کو لازم تھا کہ خیال عقبیٰ کو برطرف کرکے ضرور فوجداری کرتے؟ قطع نظر احکام شریعت اور جزائے صبر کے میں کہتا ہوں کہ اسوقت بھی اخلاقاً اور عرفاً شرفا فوجداری سے پرہیز کرتے ہیں اور جو زمیندار یا تعلقہ دار فوجداری سے در گذر کرتے ہیں وہ پیش حکام ممدوح سمجھے جاتے ہیں بلکہ خطاب پاتے ہیں۔ لیکن آپ لوگ مصدر اخلاق واحسان منبع عزت ووقار یعنی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو نہ معلوم کیا سمجھے ہیں کہ حضرت پر بار بار یہی فہمائش ہے کہ حضرت فوجداری کرتے اور اگر آپ لوگ بوجہ فوجداری نہ کرنے کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت کا حق ہی نہ تھا تو اس نتیجہ سے دروازہ عدالت کا اسی وقت بند ہو جاتا ہے یعنی اگر ایک شخص دوسرے شخص کا مکان غصباً و تعدیاً دخل کرلے اور شخص آخر فوجداری نہ کرکے مقدمہ عدالت میں رجوع کرے تو آپ لوگ تو یہ کہہ کر کہ اگر تمہارا حق ہوتا تو تم ضرور فوجداری کرتے اسکا مقدمہ ہی ڈسمس کردیجے گا کیونکہ آپ لوگوں کے نزدیک حق ناحق کا مدار فوجداری پر ہے

عدالت کوئی چیز نہیں لیکن میں اسکو ہرگز پسند نہیں کرتا

محی الدین:۔ تو ان باتوں سے تم کیا ثابت کرتے ہو

علی رضا:۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انتظام دنیاوی میں اکثر مصالح دنیاوی کا لحاظ فرمایا ہے یہاں تک کہ قرآن میں چند ایسے احکام ہیں جو ایک وقت صادر ہوئے وہ دوسرے وقت کسی مصلحت سے منسوخ کیے گئے چنانچہ سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کی اخیر آیت "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" بعد نزول سورہ برات کے منسوخ سمجھی جاتی ہے ایسا ہی حضرت رسول مقبول نے کیا اور ایسا ہی حضرت کے نائب نے بھی کیا یعنی حتی الامکان اپنے حقوق کا اعلان و اظہار کیا اور اپنا حق طلب کیا جب لوگوں نے نہ مانا تو سب بات کو حوالہ بخدا کر کے سکوت کر بیٹھے۔

محی الدین:۔ تو حضرت علیؑ نے سکوت میں کیا مصلحت دیکھی

علی رضا:۔ حضرت نے دیکھا کہ خلیفہ ثانی کا فقرہ چل گیا گروہ کے گروہ ادھر متوجہ ہو گئے یہ تین حضرات جو رسول مقبولؐ کے وقت میں ایک حیثیت رکھتے تھے آپ کی حق تلفی پر تل گئے حضرت عائشہ جنکو حرم رسول اللہ میں دخل تھا اپنے والد کے فطرتی طرفدار ہو گئیں اب ادھر رہ گئے گوں کہ ایک حضرت عباس اور دوسرے چند بنی ہاشم! اسپر گھر کی یہ کیفیت کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو فراق پدر میں دم بھر قرار نہیں دو بچے حسن اور حسین علیہما السلام ابھی مدد

کے قابل نہیں پس میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ اس جماعت ضعیف وقلیل کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو اس وقت مناسب تھا کہ انبوہ کثیر سے بذریعہ طاقت انسانی مقابلہ کر کے خانہ جنگی پھیلاتے اور فوجداری کرتے۔

اور اگر تم کہو کہ نتیجہ جو کچھ ہوتا حضرت علی علیہ السلام کو واجب تھا کہ لڑ مرتے تو تمکو یہ کہنا بھی لازم ہوگا کہ نتیجہ جو کچھ ہوتا جناب رسول مقبول کو ضرور تھا کہ مکہ ہی میں لڑ مرتے غار میں نہ چھپتے اور نہ گھر بار چھوڑ کر ترک وطن کرتے لیکن میں کہتا ہوں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ عجب طرح کی بات ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس میں بڑا نام کیا کہ عرب سی جنگجو قوم کو صلح وآشتی کی راہ بتائی اور آپ لوگوں کی فرمایش ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں جنگ وجدال وخوں ریزی نہ کی اور کیوں اپنے کو تہلکہ میں نہ ڈالا!!

خیر بہر کیف ہم کہاں تک سمجھائیں ذرا خوب غور کر کے تم خود کہو کہ بعد کارروائی سقیفہ اور بیعت کرنے متعدد اشخاص کے جناب امیر علیہ السلام کو بصورت ناجوازی خلافت خلیفہ اول کے واقعی کیا کرنا لازم تھا؟ حضرت واقعی کیا کرتے؟

محی الدین:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی کے ساتھ دینے یا نہ دینے

کی مطلق پروا نہ کرکے ایک دم ذو الفقار میان سے کھینچکر نعرۂ اللہ اکبر
کہکر دورانہ دار الامارۃ میں گھس پڑتے اور ایک ضربت حیدری میں حضرت
عمر کا کام تمام کرکے تخت خلافت کو حضرت ابو بکر سمیت اولٹ دیتے
اور حضرت عثمان کو شہر بدر کرکے خود تخت خلافت پر بیٹھ جاتے۔
علی رضا:۔ بھائی کیا تمہارے مذہب کے علما و عقلا کی بھی یہی رائے
ہے؟ اگر اُن حضرات کی یہ رائے ہے تو صد حیف!
مجھکو اس تقریر پر ایک قصہ اپنے دیہات کا جو پچاس ساٹھ برس کے
اندر کا ہے یاد آتا ہے۔
ایک شخص میر بھتّو جاہل مطلق مگر ذات کے سیّد تھے اُنھوں نے کسی
وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی ایک کم ذات لڑکے سے کردی یہ بات
اُن کی برادری والوں کو ناگوار ہوئی کوئی شادی میں شریک نہوا
مگر شادی انجام پا گئی میر بھتّو کے چچا زاد بھائی میر بودھن بالکل
جاہل مطلق کُندۂ ناتراش لَٹھ تھے شب و روز تاڑی کے جلسے اور
بدمعاشوں کی صحبت میں رہتے تھے جب چار دن بعد شادی کے
وہ لڑکا تازہ داماد اپنی سسرال آیا تو ایک روز تاڑی پیتے پیتے
میر بودھن کو جوش خاندانی جو اُٹھا تو گھر میں گئے اور ننگی تلوار
لے کر واہی تباہی بکتے ہوئے میر بھتو کے دروازے پر پہنچے اُس
غریب لڑکے پر جو نظر پڑی تو آٹھ دس ضرب شمشیر لگا کر اپنی دانست
میں اُسکا تو کام ہی تمام کر دیا بعدہ گھر میں یہ کہکر گھسے کہ اب لڑکی

زندہ رہ کر کیا کرے گی اُن کی بھاوج (میر بھتو کی بی بی) نے شور کیا
کہ بھیا پہلے ہمیں قتل کر لو تب میری بیٹی کو مارو لیکن وہ کب سنتے تھے
چار ضرب میں اُن کو بھی گرا دیا کہ وہ اپنے خون میں لوٹنے لگیں بعدہ
لڑکی کی خلوت کی طرف چلے جو ہیں در کے پاس پہنچے کہ میاں بھتو
بھی (جو کسی ضرورت کو باہر گئے تھے) تلوار لئے پہنچے اور زنانہ مکان
کے صحن میں دونوں بھائیوں کے درمیان میں تلوار چلنے لگی اتنے
میں بستی کے لوگ پہنچ گئے اور دونوں کو چھوڑا دیا دوسرے دن
تھانہ دار لوگ آئے میاں بودھن گرفتار ہو کر دورہ سپرد ہوئے
جہاں سے اُن کی دس برس میعاد ہوئی اور میاں بھتو کی بی بی اور
داماد بیس پچیس دن اسپتال رہ کر صحیح و سالم پھرے
کیوں بھائی محی الدین کیا آپ کے عقلا ہمارے حضرت علی مرتضےٰ
کو میاں بودھن کے ایسا جاہل ناخواندہ لٹھ سمجھتے ہیں ؟ ہزار افسوس!!
جس بزرگ کی ذات سے تمام عالم نے ہر قسم کی تہذیب اور عقل اور
شائستگی حاصل کی جو از ابتدائے سنِ شعور تا دم واپسیں سیرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدم باقدم چلتا رہا جس نے اَنَا مَدِیْنَۃُ
الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کا خطاب پایا اس پر یہ فرمایش کہ میاں بودھن کا
کام کرے!!
اور اس وجہ سے اپنی کل نیک نامیوں کو بلکہ خاندان کے کل تہذیب
و اخلاق کو جو شہرہ آفاق تھا اور جس سے خاندان سرور کائنات کا

بیش خدا یُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیراً کا شرف حاصل کئے ہوئے تھا نادوے!!
اور نعوذ باللہ نعوذ باللہ بدمعاشوں کی سیرت اختیار کرے!! حیف
صد حیف!!! افسوس صد ہزار افسوس! پھر غور کرو کہ اگر حضرت علی
علیہ السلام نعوذ باللہ ویسی کارروائی کرتے جیسا تم کہتے ہو تو نتیجہ اسکا
سوائے اس کے اور کیا ہوتا جو بیان بودھن اور بھتو کی لڑائی کا
ہوا۔

محی الدین:۔ یہ تو آپنے فقط میرے لفظوں کی گرفت کرلی اور اُسپر
ایسی تقریر کی اور ایسی مثال لائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ میاں بودھن
کی طرح یکایک نامردی سے بلا خبردے ہوئے نہ جاتے بلکہ پہلے آپ
کہلا بھیجتے یا لکھ بھیجتے کہ تخت خلافت ہمارا حق ہے آپ لوگوں نے براہ
ناجائز اسکو غضب کیا ہے براہ ایمانداری تخت سے اُٹھ جائے

علی رضا:۔ اس قدر تو حضرت علی علیہ السلام کر چکے تھے یعنی بعد فراغت
تجہیز و تدفین جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آپنے
اپنے حق کا اعلان کیا تھا اور ہر طرح پر سمجھایا تھا کہ یہ ہمارا حق ہے
پس یہاں تو گفتگو یہ ہے کہ جب خلفاء ثلثہ تحریر و تقریر سے نہ مانتے جیسا
کہ نہ مانا تو حضرت علی علیہ السلام کیا کرتے؟

محی الدین:۔ حضرت کہلا بھیجتے یا لکھ بھیجتے کہ میں نے اپنا حق طلب کیا
لیکن آپ لوگ نہیں مانتے ہیں۔ پس اب آپ لوگ ہوشیار اور تیار
ہو جائے کہ میں جنگ کو آمادہ ہوں

علی رضا:۔ یہ تو کہلا بھیجتے لیکن کرتے کیا؟

محی الدین:۔ جنگ کی تیاری کرتے میدان پکڑتے

علی رضا:۔ کیا تیاری کرتے؟ ادھر تھا کون؟ کیا امام حسنؓ کو جنکا سن سات برس کا تھا میمنہ پر اور حضرت امام حسینؓ کو جنکا سن چھ برس کا تھا میسرہ پر بھیجتے؟

کیا جناب فاطمہ قلب فوج میں ہوتیں؟ کیا صرف بنی ہاشم اور چند رفقا کے زور پر آپ میدان پکڑتے؟

محی الدین:۔ اگر کوئی ساتھ نہ دیتا تو خود بنفس نفیس آپ ذوالفقار کھینچکر دار الامارۃ میں پہنچتے۔

اسقدر کہکر محی الدین کچھ سوچ کر (یعنی دور کرکے بات پھر وہی آگئی) ساکت ہوگیا۔

علی رضا:۔ تو یہی بات تو تم نے پہلے بھی کہی تھی اسلئے نتیجہ آخر تو وہی نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت علی علیہ السلام میاں بودھن کی چال چلتے! صرف فرق یہ ہوتا کہ میاں بودھن کے ساتھ کوئی لڑکا نہ تھا حضرت علی کے ساتھ دو معصوم بچے حسنؓ و حسینؓ بھی ہوتے!!

الغرض بات کو جسقدر بڑھائیے اور پھیرئے خوب غور کرکے دیکھئے کہ نتیجہ کلام آخر وہی نکلتا ہے یا نہیں؟ ہم نے ہرگز لفظی گرفت نہیں کی ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام فوجداری کرتے تو سوات آپ لوگ الٹا الزام دیتے کہ دیکھئے حضرت نے اپنے عہدہ پانے کے

لئے براہ نفسانیت خونریزی کی اور کتنوں کی جان لی پس بیچارہ حضرت علیؑ کو تو کسی حالت میں چین نہ تھا حضرت نے اپنی خلافت کے وقت میں جو امیر معاویہ کو معزول کیا اسپر تو آپ لوگ کس قدر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کارروائی حضرت کی زمانہ کی پالسی کے خلاف تھی اگر اس وقت حضرت فوجداری کرتے تو غالباً آپ لوگ حضرت کو کسی قابل نہ سمجھتے

محی الدین:۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ یہ امر عظیم تھا یعنی اس الیکشن کیوجہ سے ساری شریعت میں رخنہ پڑتا تھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حق تعالےٰ سے کیوں دعا نہ کی اور حق تعالےٰ نے کیوں حضرت کو قوت روحانی کے استعمال کی اجازت نہ دی؟

علی رضا:۔ تھوڑی دیر قبل تم نے خود بیان کیا ہے کہ حق تعالےٰ قوت روحانی کے استعمال کی اجازت رسولوں اور نبیوں کو بہت کم دیتا ہے وہ خود فرماتا ہے کہ ہم ڈھیل دیتے ہیں یعنی جتنا چاہیں ظالم ظلم کریں ہم عاقبت میں دیکھ لیں گے پس حضرت علیؑ کو قوت روحانی کے استعمال کی اجازت حق تعالیٰ کیوں دیتا؟ حق تعالےٰ کے نزدیک اس عالم مجاز اور اس عالم جاوید کی وقت کا فاصلہ کچھ بھی نہیں پس چند نفس کے لئے کیوں خلاف انتظام دنیا وی کام کرتا اس وجہ سے حضرت علی کو سوائے صبر و سکوت کے کیا چارہ تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ الیکشن ایک امر عظیم تھا اور اس کے غیر شخص کے ہاتھ میں جانے سے حضرت کو سخت صدمہ ہوا مگر حضرت نے صبر

جمیل فرمایا۔

محی الدین :۔ تو اب یہ بتاؤ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کیوں اپنی جماعت قلیل کے ساتھ کٹ مرے؟ اسکا کیا جواب ہے۔

علی رضا :۔ اس مقام پر پہلے تم سے عذر خواہی کر کے ایک اعتقادی بات کہتا ہوں جو ہر شخص کے ساتھ ہے اور جس کے ماننے نہ ماننے کا تمہیں اختیار ہے بعدہ باعتبار ظاہر اس مسئلہ کو انشاء اللہ تعالےٰ بہ آسانی حل کروں گا اعتقاداً تو میرا ایمان ہے کہ اس برگزیدۂ خدا شفیع ہر دوسرا مصباح خاندان رسالت محسن اُمت نے اپنی شہادت ہم عاصیوں کی شفاعت اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بطیب خاطر خود اختیار فرمائی ہے اور بہ اسباب ظاہر کوئی حجت بھی اُٹھا نہ رکھی تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت نے اپنے کو آپ ہلاکت میں ڈالا اور یہ بھی سچ ہے جیسا تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کل فضائل جو اور نبیوں کو علیحدہ علیحدہ حاصل تھے مجملاً موجود تھے صرف شہادت ظاہری حضرت کو بہ نفس نفیس نہ ہوئی لیکن یہ شرف بھی آپ کو بذریعہ آپ کے پارہ جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جن کے خون میں آپ کا خون ملا ہوا تھا حاصل ہوا اور ہر طرح پر حضرت رسول مقبول افضل المرسلین ہوئے اسقدر اعتقادی باتیں ہیں مانو یا نہ مانو تمہارے سوال کا جواب ابھی باقی ہے یعنی حضرت علی علیہ السلام نے کیوں

سکوت فرمایا اور کیوں نہ لڑے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کیوں شہید ہوئے اس کے جواب میں میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص تمہارے سامنے اگر شراب پیئے اور دوسرا شخص زبردستی تمکو شراب پلاوے تو ظاہر ہے کہ نفرت تو تمکو دونوں سے ہوگی مگر یہ کہو کہ اپنی طاقت جسمانی کا انتہائے استعمال کس میں کروگے شخص اوّل کے شراب نہ پینے میں یا اپنے شراب پینے سے بچنے میں۔

محی الدین:۔ یہ بھی کوئی بات پوچھنے کی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مرجائیں گے مگر شراب حلق کے اندر جانے ندیں گے۔ اور شخص اول کو پہلے سمجھاویں گے اگر نہ مانے گا تو نکال دینے کی کوشش کریں گے اگر اس میں بھی کامیاب نہوں گے سکوت کریں گے۔

علی رضا:۔ کیوں؟ اس حالت میں کیوں جان نہ دوگے؟

محی الدین:۔ اسلئے کہ وہ شراب پیتا ہے اپنے لئے ہمکو کیا اس کے شراب پینے سے ہم پر کچھ الزام نہیں آیگا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

علی رضا:۔ ماشاء اللہ بہت خوب! اب تم غور کرو کہ اس ناجائز الکشن میں حضرت علی شریک نہ تھے اس لئے جو کچھ کہ ظلم بذریعہ اس ناجائز الکشن کے ہوا یا ہوتا گیا اور جتنے امور خلاف شریعت ہوئے اس کے حضرت علی کسی طرح جوابدہ نہیں ہیں لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایسی حالت نہ تھی اس لئے کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اُسنے ہر طرح کی منہیات جاری

کردی اور ہر قسم کی منہیات اور عیاشی ناگفتہ بہ کا مرتکب ہوا حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنا اُس کے نزدیک کھیل ہو گیا اسپر بھی اپنے کو امیر المومنین مشہور کیا خیر یہاں تک جو کچھ مردود کرتا تھا اپنے لئے لیکن غضب تو یہ کیا کہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی امام حسینؑ ایسے غیور کب اُس فاسق و فاجر کی بیعت کرنے والے تھے صاف انکار کیا جب ولید بن عتبہ نے زیادہ تشدد کیا تو شہر مدینہ چھوڑ دیا مکہ پہنچے جب وہاں بھی ظالموں کی چڑھائی ہوئی تو عراق کا سفر اختیار کیا اور زمین کربلا پر پہنچکر ابن زیاد کی فوج میں گھر گئے اسوقت بھی آپ نے سب حجتیں تمام کیں اور آخر آخر وقت تک سمجھاتے رہے کہ مجھ سے بیعت نہ لو تو میں ترک وطن اور تمہارا ملک تمہاری لئے چھوڑنے کو تیار ہوں مگر ابن زیاد نے شرط بیعت یزید سے ہاتھ نہ اُٹھایا بہت مجبور آپ لڑ مرے اور شہید ہوئے کیونکہ بغیر بیعت یزید کے جان بری محال ہو گئی اگر آپ سے بیعت لینے پر اصرار نہ کیا جاتا تو حضرت امام حسین علیہ السلام تو حضرت علی علیہ السلام سے بھی زیادہ صبر و سکوت کرنے کو حتیٰ کہ جلاوطن اختیار کرنے کو موجود تھے۔

الغرض اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر امام حسین علیہ السلام لڑ نہ مرتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اُس مردود کو بلکہ ساری دنیا کو منہیات کی سند نہ مل جاتی ؟ کیا اس حالت میں یزید موچھوں پر تاؤ دے کر پوکار کر یہ نہ کہتا کہ مجکو یا میرے افعال کو کون بُرا

کہ سکتا ہے؟ رسول اللہ کا پیارا اتقی ابرار نواسا میرا مرید ہے! کیا ایسے ننگ کے مقابلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے غیور آدمی کو اپنی جان کوئی چیز معلوم ہوتی ہوگی؟

کیا امام حسین علیہ السلام کسی کی زبردستی سے یزید کی بعیت کرنے کو تمہارے کسی کی زبردستی سے شراب پلانے کے مقابلے میں کم سمجھتے تھے؟

پس اب تم ہی کہو کہ سکوت کرنا حضرت علی علیہ السلام کا اور سر دینا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اپنے موقع پر صحیح تھا یا نہیں۔

محی الدین :۔ گلے سے لپٹ کر جَزَاکُمُ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا ۔!

بھائی علی رضا خدا تمہیں عمر صد و سی سال عطا کرے اس وقت تو تم نے میرے آگے سے پردہ غفلت اٹھا دیا اس اعتراض کو تو ایک زمانہ سے میں لاجواب سمجھتا تھا۔ لیکن اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ واقعی فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ ۔ جہاں پر جو حکم ہوا ہے وہی مناسب حال تھا یہ صرف ہم لوگوں کی سمجھ کا پھیر ہے کہ حالات پر غور نہیں کرتے اور بے دھڑک اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔

علی رضا :۔ الحمد للہ کہ میری باتیں تمہیں پسند آئیں تم اس اعتراض کو ایک زمانہ سے لاجواب سمجھتے تھے اور مجھے اس اعتراض پر ایک زمانے سے نہایت تعجب تھا کہ عوام تو خیر قابل درگذر ہیں تمہارے علما کیوں ایسا بیدھڑک ایسا اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور مثال کے ہر پہلو کو دیکھ نہیں لیتے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک تشبیہ اور مشبہ بہ میں موافقت ہو تمثال درست نہیں ہوتی پس اس اعتراض میں حضرت علیؓ کو حضرت امام حسین کے مقابلے میں جو لائے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن جب تک یہ بات ثابت نہ کی جائے کہ نعوذ باللہ حضرت ابو بکر ٹھیک یزید کے ایسے فاسق و فاجر تھے تب تک یہ اعتراض کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ٹھیک وہی کارروائی کیوں نہ کی جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کی۔

محی الدین:۔ واقعی ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض کرنا حضرت ابو بکر کے ساتھ سوء ادب کا مرتکب ہونا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر یہ ہمارا ہی اعتراض ہوتا تو ہم تم سے اسوقت بگڑ بیٹھتے کہ تم نے تقریر میں اپنا عہد و پیمان تہذیب کا قایم نہ رکھا لیکن جب میرا خود اعتراض تھا تو ہم تم پر کیا الزام دیں ہاں آج سے ایسا اعتراض کبھی نہ کریں گے اور نہ کسی اپنے ہم مذہب کو ایسا اعتراض کرنے دیں گے۔

تیسری کھائی

محی الدین:۔ ہر چند سابقاً تم نے جواب اسکا بطور سرسری کچھ دیا ہے مگر میرے دل سے یہ بات اٹھتی نہیں کہ اگر یہ الیکشن ناجائز تھا اور اس میں ایسی حرفت ہوئی تو لوگوں نے اسکو کیوں مان لیا اور کیوں خلفا کے ساتھ ہو گئے اور کیوں اس الیکشن کو تسلیم

کر لیا اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ الیکشن صحیح تھا اور خلفائے ثلثہ خلفا برحق تھے۔

شہزادہ نور ایمان:۔

زمانہ برسر جنگ ہست یا علیؑ مدد ے
کمک بغیر تو تنگ ہست یا علیؑ مدد ے

تیسری کھائی پار

علی رضا:۔ بھائی یہ بن پڑنے کی بات ہے ایسے امور میں سلف سے گویا یہ فطرتی قاعدہ چلا آتا ہے کہ جو بات ہو گئی وہ ہو گئی تم نے سُنا ہو گا کہ جسوقت دو مخالف لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں آتا ہے تو ہر ایک سپاہی ایک لشکر کا اپنے سر کو ہاتھ پر لئے ہوئے دوسرے سارے لشکر کے خون کا پیاسا ہوتا ہے لیکن جب افسر مارا گیا تو سارا قصہ گاؤ خورد ہو جاتا ہے اور سب کے سب تیغ و سپر ڈالدیتے ہیں اور اپنے مخالف کے مطیع و فرماں بردار ہو جاتے ہیں علی ہذا القیاس جب ایک بادشاہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتا ہے تو اس ملک والے ابتداءً اپنے بادشاہ کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن جب اُس نے شکست کھائی یا مارا گیا تو فوراً اُسی غنیم بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار ہو جاتے ہیں اسی طرح جب ایک بادشاہ چند دعویدار چھوڑ کر مرتا ہے تو جس دم ایک دعویدار تخت پہ بیٹھ جاتا ہے اور اُسکو سلامی گذر جاتی

ہے سب لوگ اسی کے ہو جاتے ہیں اور ملک اسی کا ہو جاتا ہے اور
اسی کا سکّہ اور خطبہ جاری ہو جاتا ہے اور دوسرے دعویدار کیسے
ہی مستحق کیوں ہوں ساکت ہو جاتے ہیں چنانچہ اسبات کو خود
علمار اہل سنت جماعت قبول کرتے ہیں کہ اگر اس الیکشن میں ایسی
جلدی نہوتی تو کوئی دوسرا خلیفہ ہو جاتا اور تب اُسکا سکّہ و خطبہ
جاری ہوتا اسیوجہ سے یاروں نے موقع وقت غنیمت پاکر جلدی
سے اپنا کام نکال لیا اور یہ الیکشن بطور چٹ منگنی پٹ بیاہ کے انجام
پایا اسپر بھی حضرت عمر کو خوف لگا رہا کہ شاید بنی ہاشم سر اُٹھائیں اسلئے
حضرت نے فوراً مارشل لا جاری کر دیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے اسکو قتل
کرو اب آپ ہی فرمائے کہ جمہور کو ایسی حالتوں میں سوائے اسکے کیا
چارہ تھا کہ جو زمانہ کا طور ہے اس طور پر چلیں اور اس لئے اس
الیکشن کو بطور سنگ آمد سخت آمد سمجھ کر مان لیں۔
پس قوم کے مان لینے پر استدلال کرنا عبث ہے قوم تو جو خلیفہ ہوتا
اسی کو مان لیتی کیونکہ سلف سے آجتک یہی دستور زمانے کا ہے
لیکن ایک بات البتّہ یادگار ہے کہ یہ الیکشن ایسا بے وقعت تھا
کہ خلاف دستور قدیم اسی میں خرق عادت ہوا ہے یعنی چونکہ یہ معاملہ
دینی تھا اس لئے باوجود تخت نشینی خلفار ثلثہ کے اور باوجود جاری
ہونے اُن کے سکّہ و خطبہ کے ایک بڑی معزز قوم اُسوقت سے
آجتک اس کی مخالف ہے یعنی جن لوگوں نے اس کو معاملہ دینی

سمجھا اور جن کے دلوں میں نور ایمان بھرا تھا وہ اوسی وقت سے
اس خلافت سے علیحدہ رہے اور اسوقت سے اسوقت تک جدا
ہیں اور خدا کے فضل سے (باوجود سہ بارہ قتل عام کے) اس وقت
سارے ایران و عراق میں اور تھوڑا بہت سب اقالیم میں حتیٰ کہ
ملک چین میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ
بِلَا فَصْلٍ ؕ کا نعرہ بھر رہے ہیں

پس حبیبا تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ اگر یہ الکشن ناجائز تھا تو جمہور
نے کیوں تسلیم کر لیا (اور میں اسکا جواب معقول دے چکا) اسی طرح
اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ الکشن صحیح تھا اور سبھوں نے
بہ طیب خاطر مان لیا تھا تو اسیوقت سے معزز لوگ اس کے مخالف
کیوں ہوتے آئے؟ کیوں بنی ہاشم بگڑے رہے؟ کیوں اتنا بڑا
معزز فرقہ شیعہ اس سے علیحدہ رہا اور آج تک علیحدہ ہے؟
دنیاوی آرام و راحت سب کچھ خلفاء ثلثہ کے ساتھ تھی پھر کیوں
ان لوگوں نے عیش دنیا کو چھوڑ کر اپنے کو ورطہ ہلاکت میں ڈالا
اور کیوں اتنا بڑا مواخذہ عقبیٰ اگر یہ خلافت جائز تھی اپنی گردن
پر لیا؟

جواب اسکا سوائے اس کے اور کچھ ہو نہیں سکتا کہ یا تو یہ لوگ سب
کے سب دیوانے مسلوب الحواس تھے یا یہ کہ ان لوگوں کا کانشنس
(ایمان) طمع دنیاوی کے اوپر تھا اور ان کے کنوکشن (علم و

یقین) کے نزدیک دنیاوی عیش و راحت کوئی چیز نہ تھی! اسی بارہ قتل عام نے ان کی تعداد نہ گھٹائی اور انواع و اقسام کے مصائب و حوادث نے ان کو اہلبیت رضوان اللہ علیہم کے صراط مستقیم سے ڈگنے نہ دیا!! میں تو سمجھتا ہوں کہ دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ نرالا ہے کہ باوجود تخت نشینی خلفاء ثلثہ اور باوجود جاری ہونے ان کے سکہ و خطبہ کے معزز لوگ اُس سے علٰحدہ رہے پھٹا پُرانا پہنتے رہے سوکھے ٹکڑے چبایا کئے قید و جلا، وطن کی کڑیاں جھیلیں دیواروں میں زندہ چن دئے گئے تلوار کی آگ میں کُود پڑے مگر اپنے کانشنس (ایمان) کو ہاتھ سے جانے نہ دیا! اور دامن آل رسولؐ کو نہ چھوڑا بلکہ اپنی رگ گردن سے وابستہ رکھا!! پس اس میں شک ہی نہیں کہ شیعہ مذہب کا دارومدار کانشنس (ایمان) اور کنوکشن (علم و یقین) پر ہے۔ اور محبت و اطاعت رسول و آل رسول رضوان اللہ علیہم کے مقابلے میں یہ لوگ کسی نعمت یا لذت دنیاوی کو دھیان میں نہیں لاتے اور نہ اپنی جان کو جان سمجھتے ہیں۔

بعضے حضرات سنت و جماعت اس خیال سے کہ ایسے لوگوں کو دیوانہ کہنا ہی خود دیوانہ پن ہے اس سوال کے جواب میں کہ شیعہ لوگ کیوں خلافت اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتے ایک امر عجیب و بہتان عظیم پیش کرتے ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ نعوذ باللہ

مذہب شیعہ قایم کیا ہوا عبد اللہ ابن سبا یہودی کا ہے اور اسکے
بہکانے کا اتنا بڑا اثر پڑا کہ ایک بڑا فرقہ اسلام کا سنت جماعت
سے علیحٰدہ ہو گیا ہر چند یہ امر برائے خود محض لغو اور جھوٹ ہے
لیکن آپ کے اعتراض کا پورا جواب ہے یعنی جب عبد اللہ ابن
سبا کے ایسے ادنیٰ یہودی کو ایسی طاقت تھی اور اسوقت کے
مسلمان ایسے ضعیف الاعتقاد تھے کہ اسکے بہکانے سے ایک
معزز فرقہ خلیفہ زمان سے علیحٰدہ ہو گیا تو حضرت عمرؓ سے جنکا جبر و
قہر مشہور ہے کیا دور ہے کہ انھوں نے عوام کالانعام کو دھوکا دیکر
حضرت علی علیہ السلام سے بذریعۂ انتخاب ناجائز کے برگردہ کر دیا
ہو کیونکہ حضرت عمر کی حیثیت اور فتانت عبد اللہ ابن سبا سے کسی
طرح کم نہ تھی

محی الدین:۔ ہاں واقعی ہم نے سُنا ہے کہ مذہب شیعہ قایم کیا
ہوا عبد اللہ ابن سبا کا ہے اور وہی آپ لوگوں کا پیشوا ہے ذرا
فرمائیے تو کہ واقعی یہ شخص ہے کون اور آپ لوگوں کے مذہب کی
ابتدا کیونکر ہے۔

علی رضا:۔ عبد اللہ ابن سبا کا میری کتابوں میں کہیں پتا نہیں
اور اگر یہ شخص یہودی تھا تو ہم اسپر سو بار تبرا کرنے کو تیار ہیں اور یہ
جو کہتے ہو کہ وہ ہمارا پیشوا ہے تو یہ عجیب طرح کا پیشوا ہے جس کا ایک
قول یا ایک حکم بھی ہماری کتابوں میں نہیں ہے اور ہیں جملہ علمائے

اہل سنت والجماعت سے دعوے کرتا ہوں کہ وہ ایک قول یا ایک حکم اس کا ہماری کتابوں سے نکال دیں۔ تب عبداللہ ابن سبا کو شیعوں کا پیشوا کہنا ٹھیک ویسا ہے جیسا یہ کہنا کہ مذہب سنت والجماعت قایم کیا ہوا سامری ساحر کا ہے اور وہی اس جماعت کا پیشوا ہے افسوس کہ لوگ دروغ کو فروغ دینے کے لئے کیسی کیسی جھوٹی باتیں گڑھتے ہیں شاید انکو معلوم نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے کاذبین کے بارہ میں کیا فرمایا ہے!! خیر بہرکیف اس فقرہ کا بہتان عظیم ہوتا ایک منٹ میں ثابت ہوجاتا ہے یعنی عبداللہ ابن سبا یہودی تھا اور یہ بات مشہور ہے کہ یہودیوں کو خاندان نبوی سے کمال عداوت ہے تب عبداللہ ابن سبا کیسا یہودی تھا کہ اس فرقہ کو بہکا کر اپنے قبضہ میں تو لایا مگر ایک کو بھی یہودی نہ بنایا طرفہ یہ کہ سب کو اپنے دشمنوں کا یعنی آل رسول و اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا جاں نثار اور والہ و شیدا بنادیا واہ رے عبداللہ واہ!!

پھر غور کیجئے کہ اگر فرقۂ شیعہ بہکانے سے عبداللہ ابن سبا کے قایم ہوا تو کیا کہکر وہ بہکاتا تھا وہ یہی کہتا ہوگا کہ تم لوگ خلفاء ثلثہ سے نہ ملو بلکہ علیؑ اور اولاد علیؑ علیہ السلام سے ملے رہو ایسی حالت میں اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی برحق ہوتی اور یہ حضرات اس سے راضی ہوتے تو خود جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین و دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام اس فرقہ شیعہ کو جو ان کی محبت کا

دم بھرتا ہے سر اُٹھانے نہ دیتے کس قدر وعظ کرتے۔ کس قدر پند کرتے کس قدر خطوط لکھتے کہ جس میں یہ لوگ خلفاء وقت سے علیحدہ ہوں بلکہ خلفاء ثلثہ کی خلافت کو برحق جانیں پس اگر ایک طرف عبد اللہ ابن سبا بہکاتا تو دوسری طرف یہ حضرات سمجھاتے اور چونکہ ان حضرات کا رتبہ سب کا مانا ہوا تھا اس لئے ان حضرات کے سمجھانیکا اثر بہت زیادہ ہوتا جس کے مقابلہ میں عبد اللہ ابن سبا کا بہکانا بیکار ہو جاتا اور اگر حضرات کے سمجھانے کو یہ لوگ نہ مانتے تو یہ حضرات ان کو اپنے نزدیک چڑھنے نہ دیتے علاوہ اس کے عبد اللہ ابن سبا بہت جیا ہو گا تو ساٹھ برس اس کے بعد تو کوئی بہکانیوالا نہ تھا اور سمجھانے والے یعنی آئمہ طاہرین علیہم السلام تو مدتوں تک رہے مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کا زمانہ دوسو برس تک رہا لیکن ان بزرگوار میں سے کسی نے ان لوگوں کو نہ سمجھایا اور نہ ایک لفظ ان کے عقائد کے خلاف فرمایا شیعوں کی کتابوں کا تو کیا ذکر سنت جماعت کی ایک کتاب میں بھی نہیں دیکھا کہ شیعوں کے اعتقادات کی مذمت آئمہ اثنا عشر علیہم السلام میں سے کسی نے کی ہو یا اُن کے عقائد اور ایمان کے خلاف ایک جملہ بھی فرمایا ہو۔ یا اعتراض کیا ہو یا ان کو فہمایش کی ہو کہ تم راہ راست پر ہو برخلاف اسکے ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ شیعہ برابر آئمہ معصومین علیہم السلام کا پیرو اور جاں نثار رہا اور یہ حضرات برابر اُنکی صفت و ثنا کرتے رہے۔

چنانچہ خود جناب سرور کائنات نے اُن لوگوں کو شیعیان علی کا لقب دیا تھا اور حضرات معصومین علیہم السلام ان کے حق میں دعا کرتے رہے۔ کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام کے صفحہ ۶۵۶ و مابعد میں جتنی حدیثیں جناب مصنف نے فضائل شیعیان جناب امیر علیہ السلام کی نسبت لکھیں ہیں بعینہ سطور ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ عَلِیٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ ھٰذَا وَشِیْعَتَہٗ فَھُمْ فَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ نَزَلَتْ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (اخرجہ بن عساکر والخوارزمی والسیوطی فی الدر المنثور) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ بس وہی قیامت کے روز جنت کے رفیع درجوں تک پہنچنے والے ہیں اور اسی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے اچھے ہیں۔

(۲) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ ھُوَ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ (اَخْرَجَہٗ
اِبْنُ مَرْدُوْیَۃَ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ وَالدَّیْلَمِیْ فِیْ فِرْدَوْسِ الْاَخْبَارِ
وَالسُّیُوْطِیْ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے ہیں اور
کام کئے ہیں اچھے وہی لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علیؑ سے ارشاد کیا کہ وہ لوگ تم ہو اور
تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے روز خوش اور خوشنود کئے گئے

(۳) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَسْمَعْ
قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ
الْبَرِیَّۃِ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ وَمَوْعِدِیْ وَمَوْعِدُکُمُ الْحَوْضُ اِذَا جَثَتِ الْاُمَمُ یَوْمَ
الْقِیَامَۃِ تُدْعَوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ (اَخْرَجَہٗ اِبْنُ مَرْدُوْیَۃَ وَالْخَوَارِزْمِیْ
فِی الْمَنَاقِبِ وَالسُّیُوْطِیْ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ) جناب امیر علیہ السلام
سے مروی ہے کہ مجھ سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یا علیؑ کیا تو نے خدا تعالےٰ کے فرمانے کو نہیں سنا ہے کہ بہ تحقیق وہ
لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے ہیں اچھے وہی لوگ ہیں سب خلقت
سے بہتر وہ لوگ تم اور تمہارے شیعہ ہیں میرا اور تمہارا وعدہ گاہ
حوض کوثر ہے جب قیامت کے روز تمام گروہ حاضر ہونگے تو تم سفید
مونھ اور نورانی ہاتھ اور پاؤں والے پکارے جاوگے۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جَمِیعُ الْمُهَاجِرِینَ وَالْاَنْصَارِ اِلَّا مَا کَانَ فِی السَّرِیَّةِ اِذْ اَقْبَلَ عَلِیٌّ یَمْشِی
وَهُوَ مُتَغَضِّبٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغْضَبَهٗ
فَقَدْ اَغْضَبَنِی فَلَمَّا جَلَسَ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَا لَکَ یَا عَلِیُّ قَالَ اٰذَانِی بَنُوْ عَمِّکَ فَقَالَ یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضٰی اَنَّکَ مَعِی فِی
الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَذُرِّیَّاتُنَا خَلْفَ ظُهُوْرِنَا وَاَزْوَاجُنَا
خَلْفَ ذُرِّیَّاتِنَا وَاَتْبَاعُنَا عَنْ اَیْمَانِنَا وَشَمَائِلِنَا اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ
فِی الْمَنَاقِبِ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی شَرَفِ النُّبُوَّةِ وَمُحِبُّ الطَّبَرِیُّ فِی الرِّیَاضِ
النَّضِرَةِ فِی فَضَائِلِ الْعَشَرَةِ) عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک روز میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں
بیٹھا ہوا تھا تمام مہاجر و انصار بھی موجود تھے سوا ان لوگوں کے
جو لشکر میں تھے اتنے میں جناب امیر پیادہ پا آتے ہوئے نظر آئے ان
کے چہرے سے غضب کے آثار نمایاں تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا جس نے اسے غضب دلایا ہے اس نے مجھے غضب
دلایا ہے جب جناب امیر آکر بیٹھ گئے حضرت نے ان سے پوچھا
یا علیؑ تمہیں کیا ہوا ہے جناب علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ
حضور کے بنی اعمام نے مجھے تکلیف دی ہے حضرت نے فرمایا یا علی
کیا تو راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں چلے اور حسنین اور
ہماری ذریت ہمارے پس پشت اور ہمارے شیعہ ہمارے داہنے
بائیں ہوں۔

(۵) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْھِمْ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ ھٰؤُلَاءِ شِیْعَتُکَ یَا عَلِیُّ وَاَنْتَ اِمَامُھُمْ (اَخْرَجَہٗ شَیْخُ الْحَرَمِ الْحَافِظُ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ بْنِ الْحَسَنِ الزَّرَنْدِیُّ الْمَدَنِیُّ الْاَنْصَارِیُّ فِیْ دُرَرِ السِّمْطَیْنِ فِیْ فَضَائِلِ عَلِیٍّ وَالْبَتُوْلِ وَالْحَسَنَیْنِ) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے ارشاد کیا کہ اس امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے پھر حضرت امیر کی طرف ملتفت ہو کر فرمانے لگے کہ وہ تیرے شیعہ ہیں اور تو ان کے آگے ہوگا۔

(۶) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَکَ وَلِذُرِّیَّتِکَ وَلِوُلْدِکَ وَلِاَھْلِکَ وَلِشِیْعَتِکَ وَلِمُحِبِّیْ شِیْعَتِکَ فَاَبْشِرْ اِنَّکَ الْاَنْزَعُ الْبَطِیْنُ (اَخْرَجَہُ الدَّیْلَمِیُّ فِیْ فِرْدَوْسِ الْاَخْبَارِ) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ یا علی بہ تحقیق خدائے تعالےٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو اور تیری اولاد کو اور تیرے شیعوں کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخشدیا ہے پس تو خوش ہو کہ تو انزع اور بطین ہے۔

(۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ غَدًا فِی الْاٰخِرَۃِ اَقْرَبُ الْخَلْقِ مِنِّیْ وَاَنْتَ عَلَی الْحَوْضِ

خَلِیْفَتِیْ وَ اِنَّ شِیْعَتَکَ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ مُبْیَضَّۃٍ وُجُوْھُھُمْ حَوْلِیْ اَشْفَعُ لَھُمْ وَ یَکُوْنُوْنَ فِی الْجَنَّۃِ جِیْرَانِیْ (اَخْرَجَہٗ اِبْنُ الْمَغَازِلِیْ فِی الْمَنَاقِبِ وَ الْخَوَارَزْمِیْ عَنْ عَلِیٍّ وَ الْمُلَّا فِیْ وَسِیْلَۃِ الْمُتَعَبِّدِیْنَ اِلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الْکَنْجِیْ الشَّافِعِیْ فِیْ کِفَایَۃِ الطَّالِبِ وَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْوَصَابِیْ الْیَمَنِیْ الشَّافِعِیْ فِی الْاِکْتِفَا فِیْ فَضَائِلِ الْاَرْبَعَۃِ الْخُلَفَاءِ وَ ابْنُ اُسْبُوْعٍ الْاَنْدُلُسِیْ فِی الشِّفَا وَ اَبُوْ سَعِیْدٍ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ الْخَرْکُوْشِیْ فِیْ شَرَحِ النُّبُوَّۃِ) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سید المرسلین علیہ الصلواۃ والسلام نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی تم کل قیامت کو سب خلقت سے زیادہ میرے قریب اور حوض پر میرے خلیفہ ہو گے اور تمہارے شیعہ نور کے منبروں پر سپید مونھ والے میرے اردگرد ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہونگے۔

(۸) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ تَرِدُوْنَ عَلَی الْحَوْضِ رُوَاءً مَرْوِیِّیْنَ مُبْیَضَّۃً وُجُوْھُھُمْ وَ اِنَّ اَعْدَاءَکَ یَرِدُوْنَ عَلٰی ظِمَاءٍ مُقْمَحِیْنَ (اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیْ فِی الْمُعْجَمِ الْکَبِیْرِ فِیْ مَسَانِیْدِ اَبِیْ رَافِعٍ اِبْرَاھِیْمَ) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر سے ارشاد کیا کہ تو اور تیرے شیعہ حوض سے سیراب

ہوں گے پورا سیراب ہونا تمہارے منھ نورانی سفید ہونگے اور تمہارے دشمن پیاس سے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِیٍّ اِنَّ اَوَّلَ اَرْبَعَۃٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اَنَا وَاَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَ ذُرِّیَّاتُنَا خَلْفَ ظُھُوْرِنَا وَاَزْوَاجُنَا خَلْفَ ذُرِّیَّاتِنَا وَشِیْعَتُنَا عَنْ اَیْمَانِنَا وَشَمَائِلِنَا (اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیْ فِی الْمُعْجَمِ الْکَبِیْرِ) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہ تحقیق سرور دین پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جو چار شخص کہ سب سے اول جنت میں داخل ہوں گے وہ میں اور تو اور حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور ہماری ذریت ہمارے پس پشت اور ہمارے ازواج ان کے پس پشت اور ہمارے شیعہ ہمارے دہنے بائیں ہوں گے۔

(۱۰) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ اِنَّ فَاطِمَۃَ اَتَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَھَا عَلِیٌّ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھَا رَاْسَہٗ قَالَ اَبْشِرْ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ فِی الْجَنَّۃِ (اَخْرَجَہٗ فَخْرُ الْاِسْلَامِ نَجْمُ الدِّیْنِ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنُ حُسَیْنِ السَّنْبَلَاذِیْ فِی الْمُرْشِدِ فِیْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَۃِ) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ علیہا السلام جناب امیر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تشریف لائیں حضرت نے اُن کی طرف سر اقدس اٹھا کر ارشاد کیا یا علی خوش ہو تو اور تیرے شیعہ جنت میں

ہوں گے۔

محی الدین:۔ اس کتاب میں تو جناب مصنف نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں شیعوں سے ہم اہلسنت والجماعت مراد ہیں۔

علی رضا:۔ ماشاء اللہ چشم بد دور!! یوں تو شیعوں کو رات دن بُرا کہتے رہو اُن سے عداوت رکھو اور اس نام سے انتہا کی نفرت کرو حتیٰ کہ اگر تمہیں کوئی شیعہ کہے تو مارنے دوڑو اور خود کہو کہ فرقہ شیعہ قائم کیا ہوا عبداللہ ابن سبا یہودی کا ہے اور وہی شیعوں کا پیشوا ہے لیکن جب حدیث سے ثابت ہو کہ فرقہ شیعہ مقبول بارگاہ اہلبیت ہے تو کہو کہ ہم شیعہ ہیں! بڑے خاصے!!!

خیر اگر اس اعتقاد میں پورے ہو تو بسم اللہ آج سے اپنے کو شیعہ مشہور کرو اور سب سنی بھائیوں کو کہو کہ اپنے کو شیعہ کہیں کہ جھگڑا ہی چکے دل سے نہیں تو زبان ہی سے سہی ۔ ایک مذہب ہو قاف سے تا قاف۔ بھائی شیعہ سنی کی تو صاف پہچان ہے شیعہ وہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد پاک یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام سے محبت رکھے اور ان کی غلامی کا دم بھرے اور اُن سے لڑنے جھگڑنے جنگ وجدال کو کفر سمجھے اور فرقہ سنت وجماعت وہ ہے جو زبان سے کہے کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُن کی اولاد پاک سے (جنکا اگر کوئی پوچھے تو نام بھی بتلا نہ سکیں) شیعوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں لیکن دل میں ان حضرات کے دشمنوں کو

یعنی ان حضرات سے جنگ و جدال اور لڑائی جھگڑا کرنے والوں کو اپنا بزرگ دین اور پیشوا سمجھے۔

حضرات امیر معاویہ و طلحہ و زبیر و بی بی عائشہ بقول فریقین حضرت علی علیہ السلام سے لڑے اور علانیہ حضرت پر لشکر کشی کی اور حضرت علی علیہ السلام کے قتل کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا (دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۲۵۹ لغایتہ ۲۶۸) اسپر بھی یہ حضرات فرقہ سنت جماعت کے بڑے بزرگان دین اور معزز پیشوا ہیں اور جب وہ لوگ پیشوا ہیں تو سنت جماعت کا مذہب بھی وہی ہوگا جو اُن پیشواؤں کا مذہب تھا اس لئے نیتجہ یہ ہوا کہ سنت جماعت کا مذہب وہی ہے جو حضرت علیؑ سے لڑنے والوں اور اُن کے خون کے پیاسوں کا تھا۔

تب یہ بات قابل غور ہے کہ ان فرقوں (شیعہ اور سنی) میں کسکا طریقہ حضرت علی علیہ السلام سے موافقانہ ہے اور کس کا منافقانہ؟ کس کی محبت سچی ہے اور کس کی زبانی؟ کس فرقہ پر حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد پاک علیہم السلام اعتبار اور بھروسہ رکھتے ہونگے اور کس فرقہ سے خائف اور ہوشیار رہتے ہونگے؟ غالباً یہ حضرات کس فرقہ کو اپنا غلام معتمد کہکر پکاریں گے اور حمائت کریں گے اور کس کو بوقت طلب حمائت اپنے دشمنوں کی طرف بھیجیں گے؟

کتب سیر و تواریخ کی طرف اگر توجہ کیجئے تو ظاہر ہوگا کہ آئمہ کرام علیہم السلام کی اولاد ابتداءً اکثر شیعہ مذہب ہوتی آئی چنانچہ اسوقت بھی شیعوں

میں سادات زیادہ ہیں اور جہاں جہاں سادات ستند ہیں وہ سب شیعہ ہیں سنی شیعہ کی کتابوں کو دیکھ لیجئے کہ شیعوں کی حدیثوں کا دارومدار اقوال آئمہ اثناعشر علیہم السلام پر ہے اور اُن کے اقوال کو یہ لوگ مثل حدیث کے مانتے ہیں برخلاف کتب سنت جماعت کے کہ اُن کے نزدیک دارومدار حدیثوں کا اوپر اقوال امام ابو حنیفہ و امام شافعی و مالک و حنبل کے ہے ائمہ اثناعشر سے بہت ہی قلیل حدیثیں مذکور ہیں

اِن سب وجوہات سے صاف ظاہر ہے کہ شیعوں کے مذہب کی ابتدا باعتبار تولائے اہلبیت علیہم السلام تو روز ازل سے ہے کیونکہ یہ لوگ عالم ارواح سے والہ و شیدا خاندان رسالت کے ہیں اور باعتبار عالم اسباب ابتدا اس مذہب کی اوسوقت سے ہے کہ جناب امیر علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اور یہ لوگ اس کار خیر میں حضرت کے شریک تھے اور جب اس کام سے فراغت پائی تو زمانہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا مگر یہ ثابت قدم لوگ جناب امیرؑ کے ساتھ اور جناب امیرؑ اُن کے ساتھ رہے اور بعد حضرت امیرؑ کے یہ لوگ امام حسن علیہ السلام کے ساتھ رہے اور اگرچہ عروج دنیا سقیفہ والوں کو ملا مگر یہ عاقبت بین لوگ اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جدا نہوئے اور اگرچہ معرکۂ کربلا میں خاندان رسالت پر بڑی تباہی آئی تاہم ان لوگوں نے دامن اہلبیت کا نہ چھوڑا اور نفع دنیا کا مطلق خیال نہ کرکے اہلبیت علیہم السلام سے ملے رہے اور باوجود سہ بارہ قتل عام کے اس

صراط مستقیم سے جدا ہوئے اور حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام بھی برابر ان سے راضی رہے اور انپر اعتماد اور بھروسا رکھتے آئے

یہ لوگ وہ ہیں کہ جنھوں نے مذہب اپنا صرف واسطے رضائے پروردگار کے بلا طمع دنیا محض علم ویقین سے اختیار کیا اور اگرچہ زمانہ ان سے برابر کجی کرتا آیا اور عوام لوگ ان سے ہمیشہ عناد رکھتے رہے مگر اُنھوں نے خوشنودی ال پاک رضوان اللہ علیہم کو سب پر مقدم جانا اور اس کے مقابلے میں کسی اعزاز یا آرام دنیا کو دھیان میں نہ لایا بلکہ اُن کی محبت میں سخت صعوبتیں اور اذیتیں گوارا کیں اور ہر وقت راضی برضا رہے۔

ان لوگوں کی نسبت یہ کہنا کہ یہ لوگ بہکائے ہوئے عبد اللہ ابن سبا کے ہیں چاند میں خاک ڈالنا اور دن کو رات کہنا ہے۔

الغرض جب یہ بات محض غلط قرار پائی کہ مذہب شیعہ قایم کیا ہوا عبد اللہ ابن سبا کا ہے تو پہرا یہ اعتراض کہ اگر خلافت خلفاء ثلثہ صحیح اور جائز تھی تو اتنا بڑا فرقہ شیعہ اب تک اس کے مخالف کیوں ہے لاجواب رہ جاتا ہے۔

اور تمہارے سوال کا جواب کہ اگر یہ خلافت ناجائز تھی تو عوام نے کیوں مان لیا ہم دے چکے بلکہ ایک بات اور بھی کہتے ہیں کہ جمہور کے مان لینے سے خلافت ناجائز جائز ہو گی اور نہ ایسا خلیفہ خلیفہ برحق سمجھا جائے گا۔

دیکھو کہ جب یزید تخت پر بیٹھا تو لاکھوں آدمیوں نے اس کی خلافت کو مان لیا جن میں ایک لاکھ کے قریب تو معرکۂ کربلا میں نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے موجود تھے سارا کوفہ وشام اس کے زیر نگین تھا مگر اس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یزید خلیفہ برحق تھا۔

پس اگر جمہور کے مان لینے کو دلیل حقیقت مذہب سمجھو گے تو تمہیں بڑی مشکل ہو گی یعنی یزید کو خلیفہ برحق ماننے۔ کے علاوہ غالباً دائرہ اسلام سے نکل جانا ہو گا کیونکہ دیگر مذاہب یعنی بودھ وغیرہ کی تعداد اسلام کی تعداد سے زیادہ ہے پس جس دلیل سے تم دیگر مذاہب کو باوجود ان کی کثرت کے باطل قرار دو گے اسی دلیل سے ہم مذہب سنت جماعت کو باوجود ان کی کثرت کے باطل قرار دیں گے کیونکہ شیعہ مذہب کو مذہب سنت والجماعت سے وہی نسبت ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب سے۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اچھوں کی تعداد بروں کی تعداد سے ہمیشہ کم رہتی ہے یہاں تک کہ سب سے اچھا خدا ہے اور وہ صرف ایک ہے۔

چوتھی کھائی

محی الدین:۔ مگر ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک شخص عابد وزاہد خداترس تھے آپ کو زمانہ کی پالسی سے بالکل ناواقفیت تھی بعد انتقال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

جس رنگ پر چلا اُس کے لئے خلفاء ثلثہ ہی موزوں تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ عبادت کے لئے مخصوص تھے آپ کے لئے عبادت خانہ کا حجرہ اور خلفاء ثلثہ کے لئے تخت خلافت مناسب وقت تھا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

شہزادہ نور ایمان:۔ نادِ علیاً مظہر العجائب: تجدہ عونا لک فی النوائب
چوتھی کھائی بار۔

علی رضا:۔ کیا خوب! تو آپ کے نزدیک نائب رسول ہونے کے لئے عابد و زاہد خدا ترس ہونا داخل عیب ہے یا کم سے کم عابد و زاہد ہونے سے اُس کے خلافت کی قابلیت میں کمی ہو جاتی ہے! اگر آپ کی یہی رائے ہے تو قصور معاف کچے شہدے یا کم سے کم تارک صوم و صلوٰۃ و ناخدا ترس تو مستحق ترین خلافت ہو جائیں گے العوذ باللہ من ذالک!!

اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت علی علیہ السلام زمانہ کی پالسی سے بالکل ناواقف تھے تو میں پوچھتا ہوں کہ پالسی سے تمہارا کیا مطلب ہے اگر پالسی سے تمہارا مطلب مکر و زور دغا و فریب کذب و بہتان ظلم و جور عیاری و فتنہ پردازی ہے تو مجھے تمہارے ساتھ بالکل اتفاق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اس سے بالکل ناواقف و نافر تھے مگر اسلام کی بنیاد ہرگز ایسے بیہودہ اصول پر نہ تھی اور نہ اسلام نے ان مکروہ طریقوں سے رونق پائی اور اگر تم اسلام کی ترقی ایسے نامعقول اصول پر چاہتے ہو تو بڑے شرم کی بات ہے نصاری اور یہود۔ کسی شاعر کا ایک مصرعہ

ع "بیک دست گوہر بہ یک دست تیغ"۔ سنکر تو کس قدر طعن و طنز کرتے ہیں اگر اُن کو یہ کہو کہ اسلام کی ترقی ان شرمناک طریقوں سے ہوئی تو حیا دار اور غیرت دار آدمیوں کو تو وہ مارے طعن و تشنیع کے راہ چلنے نہ دیں گے میں کہتا ہوں کہ ہمارے سردار آقا افضل المرسلین خاتم النبیین نے اسلام کی مضبوط بنیاد صدق و صفا صبر و رضا رحم و کرم علم و حلم ریاضت و عبادت مروت و سخاوت شجاعت و عدالت پر قایم فرمائی ہے پس جو بحث ہمارے تمہارے درمیان میں ہے اس میں سوائے اُس پالسی کے جو حضرت رسول مقبول نے اختیار فرمائی تھی اور جس پر حضرت نے اسلام کی بنیاد قایم کی تھی۔ اور کسی پالسی کا خیال کرنا نچاہیے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ ان اصول اور اس پالیسی کا برتنے والا بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردۂ زمین پر سوائے علی مرتضیٰ کے اور کون تھا ان شایستہ اور پاک اصولوں کی بنا پر اگر جناب امیر علیہ السلام اور خلفاء ثلثہ کی قابلیت کی جانچ پڑتال کیجائے تو ساری قلعی کھل جائے اور معلوم ہو جائے کہ افضل و اعلیٰ کون ہے چونکہ ہیٹبل میں ہم اسکا خوب موازنہ کر چکے ہیں اس لئے اس وقت ایک سوال پر اس قصہ کو مختصر کرتے ہیں یعنی کیا ممکن ہے کہ جبرالٹر سے پیکین تک کے کل علماء سنت و جماعت ملکر خلفاء ثلثہ کو ان صفات حمیدہ میں جناب امیر علیہ السلام سے افضل ٹھیرا سکیں ؟ کیا مجال !!

اور یہ جو کہتے ہو کہ حضرت علی علیہ السلام عبادت خانہ کے حجرے کے لئے

موزوں تھے تو اس میں شک نہیں کہ جس طرح ہمارے سردار حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے غارِ حرہ میں ایسی عبادت کی کہ فرشتے آسمان کے مدح وثنا کرنے لگے اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ اپنے خلاق ذاتی وصفاتی سے نور ایمان کو مثل آفتاب عالم تاب کے چمکایا اُسی طرح میرے آقا مظہر العجائب والغرائب نے حق تعالیٰ کی عبادت بھی انتہا کی کی اور اور اُس کے ساتھ ساتھ خدا کی راہ میں اور اسلام کے سچے اصول پر اشاعت میں ایسے ایسے کارنمایاں کیے کہ دنیا کی تواریخ میں جن کا جواب نہیں۔

عبادت ایسی اور اس میں وہ محویت کہ گویا درجہ وصال کا حاصل منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کے پائے مبارک میں تیر چبھ گیا تھا جس کے نکالنے میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی لیکن قربان حضرت کی محویت عبادت کے کہ جب آپ سجدۂ معبود کو جھکے تو سہ کھینچا بزور پاؤں سے قنبر نے تیر کو ؛ اصلا خبر ہوئی نہ جناب امیر کو۔ اس عبادت پر سخاوت ایسی کہ ایک وقت جب آپ رکوع میں تھے ایک سائل نے سوال کیا آپ نے سائل کی طرف ہاتھ بڑھا دیا کہ انگوٹھی نکال لے جب اُسنے انگوٹھی نکال لی اور حضرت نے اس طرح پر زکوٰۃ وصلوٰۃ بیک وقت ادا کی تو بارگاہ قدرت سے خطاب ہوا کہ میرے خاص بندے وہ ہیں کہ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ یعنی حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دیکھو سورۂ مائدہ پارہ ششم پس بھائی ہمارے آقا تو عبادت ہی میں سب کچھ

کر گئے ہیں اور حق یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ عبادت ہی عبادت تھی
صدق وصفا میں آپ کا سینہ نورانی آلایش دنیاوی سے پاک بالکل تھا آپ
مجسم معصوم وطاہر تھے سب سے پہلے آپ ایمان لائے اور ابتدائے ولادت
سے تا وفات کوئی گناہ کیا ہی نہیں آپ کو جناب رسول مقبول نے فرمایا
اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ ۃ پس جو بزرگ نور نبوی سے پیدا ہوا اُس کے
صدق وصفا کا کیا کہنا مروت وحمیت ایسی کہ ایک سال صوم میں عین افطار
کے وقت تین دن متواتر مسکین ویتیم واسیر سائل ہوئے آپ نے تینوں
دن اپنے سامنے کی روٹیاں اُن کے حوالہ کر دیں اور خود فاقہ رہ گئے
اُسوقت بارگاہ احدیت سے یہ بشارت ہوئی وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ
عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۃ دیکھو سورہ دہر پارہ ۲۹۔
ایک مرتبہ آپ نے دن کے وقت اور شب کو مخفی اور علانیہ خیرات
کی اُس وقت بارگاہ احدیت سے ارشاد ہوا اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ
بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ دیکھو سورہ
بقر پارہ سوم یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے مال کا نفقہ دیتے ہیں رات
کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر ظاہر پس اُن کا اجر اُن کے خدا کے پاس
ہے سخاوت تو ایسی لیکن اپنے ذات کے لئے آرد جو پر اوقات بسر
کی چنانچہ منقول ہے کہ اپنے کھانے کے جو کے آٹے پر آپ مہر کر دیتے
تھے ایک شخص نے پوچھا کہ یا حضرت اُس آٹے پر آپ مہر کیوں کر دیتے
ہیں آپ نے فرمایا مجھے اس آٹے سے سو طرح کی لذت حاصل ہے

لیکن مجھے خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہو کہ میرے بیٹے مجھ پر ترس کھاکر اس میں آرد گندم ملا دیں اس لئے میں مہر کر دیتا ہوں تا بروز حساب میں حساب دینے میں الجھ نہ جاؤں میں روز حساب کے حساب سے بہت ڈرتا ہوں افسوس ہے دوری راہ وقلت زاد راہ پر!! اس فاقہ کشتی اور اس ریاضت وعبادت پر شجاعت ایسی کہ جب غزوہ خیبر میں اصحاب کو پے در پے شکست ہوئی اور مرحب کی ڈگار سے یاروں کے کلیجے تھرانے لگے اور میدان جنگ کی طرف رخ کرتے ہوئے بدن میں رعشہ آنے لگا اسوقت میرا آقا شاہ مردان شیر یزداں خود رسولؐ مقبول سے اجازت لیکر تن تنہا میدان جنگ میں موجود ہو گیا اور ایک ضربت حیدری میں اس دیوزاد کو واصل بہ جہنم کیا اسوقت شور لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار سے سقف فلک گونج اٹھا اور پھر در خیبر کو اکھاڑ کر خندق پر پل بنا دیا کہ سارا لشکر اسلام قلعہ میں داخل ہوا اور اسلام کا جھنڈا گڑ گیا۔

اس شجاعت پر رحم وکرم وہ کہ جب ابن ملجم لعین نے عین سجدہ میں آپ کے سر مبارک پر ضربت کاری لگائی اور بعدہ رسی میں جکڑا ہوا گرفتار ہو کر آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس کی رسیاں کھلوا دیں اور فرمایا کہ اسوقت سے جو آب وغذا مجھے دو وہ اس کو پہلے دے لو تب مجھے دو چنانچہ جب تک آپ زندہ رہے اس مردود کو آب وغذا سے سیر کرتے رہے پھر سنئے کہ ایک مرتبہ آپ کسی طرف جارہے تھے راہ میں ایک ضعیفہ جس کا شوہر کسی لڑائی میں مارا گیا تھا پیٹھ پر مشک لئے کچھ آپ کی شکایت کرتی

جاتی تھی آپ سن کر کانپ گئے اور فرمایا کہ اے ضعیفہ مشک مجھے دے کہ میں
تیرا بوجھ بٹاؤں چنانچہ وہ مشک لیئے ہوئے آپ اس ضعیفہ کے گھر پہنچے
اور فرمایا کہ اے مومنہ اور کوئی خدمت ہو تو مجھے کہہ کہ میں بجالاؤں اس نے
کہا کہ تنور روشن کرو اور روٹیاں لگاؤ اور میرے بچوں کو بہلاؤ آپ نے
خود تنور روشن کر کے روٹیاں تیار کیں اور اس ضعیفہ کے بچوں کو مثل اپنے
بچوں کے بہلاتے رہے اور جب تنور کے دھواں سے آپ کی آنکھ سے پانی
جاری ہوا تو آپ نے فرمایا ذُقْ یَا عَلِیّ اے علی مزہ چکھہ اپنی غفلت کا۔
حلم وہ کہ مشہور ہے کہ جہاد خدا میں ایک کافر کو زیر کر کے آپ نے چاہا کہ اسکو
قتل کریں اس نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک پھینک دیا اگر دوسرا
کوئی ہوتا تو اسکا غصہ اور بڑھ جاتا مگر قربان ہوئے اُسکے حلم کے کہ آپ نے
فوراً اسکو چھوڑ دیا اور جب لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں
اسکو راہ خدا میں قتل کرتا تھا اس میں مجھکو مطلق اپنی نفسانیت نہ تھی
لیکن اب اگر میں اسکو قتل کرتا تو وہ اسکی بے ادبی کا بدلہ ہو جاتا اور مجھے
ہرگز منظور نہیں کہ اگر کوئی مجھ سے بے ادبی کرے تو میں اسکا بدلا لوں
صابر اور راضی برضا ایسے کہ جب بسبب ہجرت قریش کی تلواروں اور
نیزوں نے خانۂ پاک جناب رسول مقبول کا محاصرہ کر لیا اسوقت یار لوگ
جان لیکر ادھر اُدھر جہاں جسکو موقع ملا بھاگ گئے یا چھپ رہے لیکن
بہادر لا اور بادشاہ بے خوف و خطر بستر پاک جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم پر ڈٹ گیا اور اپنی جان کو حوالہ بخدا کر دیا اس وقت

بارگاہ احدیت سے مخاطب ہوا مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ یعنی میرے پیارے بندے وہ ہیں جو اپنی جان کو خداوند عالم کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

تبلیغ احکام یعنی سفارت میں حضرت علی علیہ السلام کو بے مثل ہونے کا سارٹیفکٹ اللہ تعالےٰ جل شانہ سے حاصل مشہور ہے کہ جب حضرت رسول مقبول کو حکم جہاد آیا اور سورہ برادت نازل ہوا تو اس فرمان عالی کے پڑھنے کے لئے حضرت ابوبکر بھیجے گئے ابھی وہ مقام مقصود تک پہونچے بھی نہوں گے کہ جبرئیل آئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت جل شانہ کی مرضی یہ ہے کہ علی مرتضیٰ اس کام کو انجام کریں یہ کام اُن کا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رستے سے واپس پھیرے گئے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام نے بے خوف وخطر بمقابلہ جمہور مخالفین ومنافقین فرمان احکم الحاکمین کو جو مثل اعلان جنگ کے تھا پڑھ کر سنا دیا۔

عدالت ایسی کہ جب فیصلہ کیا تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی تھی کہ خلافت ثلثہ کے وقت میں جب کوئی مسئلہ اہم یا قضیۂ ادق پیش ہوا تو حضرت علی ہی سے مدد لی گئی اور حضرت ہی کی رائے صائب پر فیصلہ ہوا چنانچہ حضرت عمر کے وقت میں اَلْقَضِيَّةُ وَلَا اَبَا الْحَسَنِ (یعنی قضیہ بلا ابوالحسن کے کیونکر فیصل ہو سکتا ہے) ضرب المثل ہو گیا تھا اس وقت بھی کتنوں کی جان بچائی چنانچہ حضرت عمر کا قول لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ یعنی اگر علی ہوتے

تو عمر ہلاک ہو جاتا مشہور ہے -
بعض واقعے تو ایسے ہوئے کہ غریبوں پر بوجہ جہالت مسئلہ کے جسکو تم خطائے
اجتہادی کہو گے حکم قتل صادر ہوا تھا لیکن اُن کے نصیبوں سے راہ میں جناب
امیر مل گئے اور مولیٰ کے حکم صحیح شرعی بتانے سے اُن لوگوں کی جان بچی اور
وہ لوگ دار سے پھرے - علم وہ کہ علاوہ خطاب اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ
بَابُھَا کے روزمرہ ایسی ایسی باتیں بتائیں کہ حکما کی عقل دنگ ہو جائے ایکمرتبہ
تین عرب سترہ اونٹ لیکر آئے اور حضرت سے کہا کہ یا مولیٰ ان سترہ اونٹوں کے
ہم لوگ اس طرح حق دار ہیں کہ ایک حق دار نصف کا ہے اور دوسرا حق دار ایک
ثلث کا اور تیسرا حق دار نویں حصہ کا ہے اسکو ایسا تقسیم فرما دیجئے کہ اونٹ
کاٹا نجائے اور ہم لوگوں کو پورا حصہ مل جائے سوال سے ظاہر ہے کہ بغیر اونٹ
کاٹنے کے تقسیم مشکل ہے لیکن قربان مولا کے ذہن دقیقہ رس کے کہ آپنے قنبر سے
فرمایا کہ ایک اونٹ میرا لا کر ملا دے جب وہ اونٹ ملا یا گیا تو اٹھارہ ہوئے
آپ نے نصف حصہ والے کو نو اور ثلث حصہ والے کو چھ اور نویں حصہ والے کو
دو اونٹ دئے یہ سب ملا کر سترہ اونٹ ہوئے باقی ایک اونٹ اپنا جو
بچا اسکو قنبر کے حوالہ کیا اس تقسیم سے وہ عرب نہایت شادان وفرحان
مولا کو دعائیں دیتے چلے گئے کہ ہر ایک نے اپنی پوری رسدی بھی پائی
اور اونٹ بھی نہ کٹے یہ تقسیم ظاہرا معجزہ معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً یہ حساب
کسر کا ہے جس سے مولیٰ کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت علم حساب میں معلوم ہوتی
ہے اسپر بھی میں کہتا ہوں کہ سب شرکا کو اپنی پوری رسدی ملنا اور

اونٹ کا نہ کٹنا اگر معجزہ نہیں تو کرامات میں شک ہی نہیں۔
اسیطرح دو عرب ایک جگہ جمع ہوئے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور ایک کے پاس تین دونوں ملاکر کھانے کو بیٹھے کہ ایک تیسرا عرب بھی شامل ہو کر کھانے لگا اور تینوں نے برابر روٹیاں کھائیں جب وہ تیسرا عرب کھاکر اُٹھا تو اُسنے آٹھ درہم ان دونوں کے حوالہ کئے اور چلاگیا بعد جانے اس کے اُن آٹھ درہموں کی تقسیم میں ان دونوں میں جھگڑا پڑا پانچ روٹی والے نے پانچ درہم خود لیا اور دوسرے کو تین درہم دینے لگا تو وہ راضی نہوا اور کہا کہ ہم نصف کے مستحق ہیں آخر دونوں حضرت کے پاس آئے آپ نے تین روٹی والے کو سمجھایا کہ تین درہم جو تجھکو ملتے ہیں کیوں نہیں لیتا اس نے کہا یا مولیٰ میں نصف کا مستحق ہوں تین درہم کیوں لوں حساب سے مجھے چار درہم ملنے چاہیے آئندہ حضور کو اختیار ہے مولے نے فرمایا کہ تو ایک درہم سے زیادہ نہیں پاسکتا اس لئے کہ آٹھ روپیوں کے ۲۴ ثلث ہوئے ہر ایک نے آٹھ آٹھ ثلث کھایا اور تمہاری تین روٹیاں تھیں اس کے نو ثلث ہوئے ان میں آٹھ ثلث تم نے کھائے باقی ایک ثلث تمہاری روٹیوں سے مرد عرب نے کھایا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں جس کے پندرہ ثلث ہوئے اس میں سے آٹھ ثلث اُس نے خود کھایا باقی سات ثلث اُسکا تیسرے عرب نے کھایا اس لئے سات درہم کا وہ مستحق ہے اور ایک درہم کے تم یہ فیصلہ سن کر وہ شخص خاموش اور راضی ہوگیا۔
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کو حساب کسور میں ملکہ تامہ تھا۔

تحقیق ایسی کہ ایک روز عین نماز کے وقت ایک شخص نے حضرت سے سوال
کیا کہ یا حضرت کون کون جانور بچہ دیتے ہیں اور کون کون انڈا؟
آپ نے اتنے بڑے سوال کا جس میں دنیا بھر کے بر و بحر و کوہ و ہامون و
صحرا کی تحقیقات درکار تھی صرف دو لفظوں میں جواب دے دیا کہ جن کے
کان ظاہر ہیں وہ بچہ دیتے ہیں اور جن کے کان ظاہر نہیں وہ انڈا
اس جواب کو اگر معجزہ نہ کہیئے تو اس میں شک ہی نہیں کہ بغیر علم لدنی کے
کوئی شخص بھی ایسا جواب نہیں دے سکتا مخصوص وہ شخص جس نے ظاہرا
عرب کے صرف دو تین شہروں کی سیر کی ہو اس سے ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ
اس تعلیم کا ہے جو حضرت سرور کائنات نے درگاہ عالم الغیب سے حاصل
کر کے سینہ بسینہ اپنے فرزند عالی مقدار حیدر کرار کو عطا فرمایا تھا۔
عقل سلیم اور طبع مستقیم ایسی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کے وقت میں آپ آں حضرت کے مشیر اعظم تھے اور خود آپ کے علماء
قبول کرتے ہیں کہ بوقت خلافت ثلثہ اہم مہمات میں حضرت ہی کے
مشورہ پر کام ہوتا تھا۔
پس ہم حیران ہیں کہ جب حجرۂ عبادت میں جناب امیر علیہ السلام
اشرف العابدین اور میدان جنگ میں اشجع الناس اور کرسی حکومت
پر صدر الصدور اور مدرسۂ علمیہ میں اعلم العلماء اور کیبنٹ یعنی جلسہ
وزرا میں آپ مثل ہارون علیہ السلام کے وزیر اعظم اور محکمۂ حساب
میں سریع الحساب اور دار القضا اور دار العدالت میں بے عدیل تھے

تو پھر خلافت کے لئے اور کس بات کی ضرورت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ناقابل تصور کئے جاتے ہیں۔؟

اگر تمدن اور تجربہ سے بحث کرو تو خدا کے فضل سے جناب امیر علیہ السلام کی قابلیت اس میں بھی آزمائی ہوئی ہے خود جناب سرور کائنات نے جناب امیر علیہ السلام کو یمن کے ایسے وسیع اور زرخیر صوبے کا حاکم مقرر کیا تھا اور جناب امیر علیہ السلام نے بطور ولی عہد وہاں کا انتظام ایسا اچھا کیا کہ جناب رسول مقبول ہمیشہ رضامند رہے جیسا کہ تمہارے علماء کا قول ہے کہ یمن والوں کی شکایت پر جناب سرور کائنات نے فرمایا تھا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ برخلاف اس کے اصحاب ثلثہ کو ایک بیگہ یا ایک بسوہ کی بھی جاگیر حکومت کے لئے نہ ملی تھی باوجود اس کے جناب امیر علیہ السلام کو خلافت کے ناقابل سمجھنا اور خلفاء ثلثہ کو فایق سمجھنا بالکل ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے تو کیا ہے اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بعد انتقال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ جس رنگ پر چلا اس کے لئے خلفاء ثلثہ ہی موزوں تھے اس پر مجھے ہنسی آتی ہے اور ایک شعر یاد آتا ہے

مل کے مہندی ہے چوٹ مرجاں پر
ہاتھ لا نا نگار کیا کہنا

یہ عجب طرح کی بات ہے کہ جناب رسول مقبول کی حیات تک

تو حضرت علی علیہ السلام ہر طرح پر لائق فایق عاقل قابل عادل شجاع بہادر زیرک دانا سب کچھ تھے پھر یہ کیسی ہوا چلی کہ حضرت سرور کائنات کی آنکھ بند کرتے ہوئے آپ ایسے ناقابل ہوگئے کہ سوائے عبادت خانہ کی کوٹھڑی کے کہیں کے قابل نہ رہے!!۔

اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ برائے خدا سوچو کہ ایسے جامع کمالات صوری و معنوی اور ایسے مجموعۂ صفات ظاہری و باطنی کو جس کی قابلیت کا سارا جزیرہ نمائے عرب بلکہ عجم گواہ ہے اور جس کو لیاقت اور قابلیت کے سرٹفکٹ اللہ و رسول سے حاصل ہیں اُس کو تخت خلافت رسول مقبولؐ کے ناقابل سمجھنا صریح ظلم بلکہ خون انصاف ہے یا نہیں؟

یاد رکھو کہ انشاء اللہ تعالےٰ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مُنہ دکھاؤ گے۔ کیا خدانخواستہ حضرت سے کہو گے کہ یا حضرت جس بزرگ کو حضور نے ستر ہزار آدمیوں کے سامنے مولائے مومنین قرار دیا اور جس ولی کو حضور نے اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ کہا اور جس علی کو حضور نے اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ فرمایا اس کو ہم نے بوجہ عابد و زاہد و خدا ترس ہونے کے حضور کے نیابت کے قابل نہ سمجھا اور اس لئے مذہب سنت جماعت پر قایم رہے؟ الامان۔ الحفیظ!!

پانچویں کھائی

محی الدین:۔ خیر یہ سب کچھ سہی مگر میں کہتا ہوں کہ اس الکشن کا نتیجہ کیسا اچھا ہوا کہ اسپین سے کابل تک دین محمدی جاری ہو گیا! جبرالٹر سے انڈس تک اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی صدائیں بلند ہوئیں علوم و فنون کی ترقی ہوئی پس میں تو کہتا ہوں کہ بمصداق اصول فیلسم و بلیٹ یعنی اَلْخَیْرُ فِی مَا وَقَعَ اس الکشن کو جائز قرار دو اور اسکا احسان مانو

شہزادہ نور ایمان لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار پانچویں کھائی پار

علی رضا:۔ یہ تقریر تمہاری مجھے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص ایک شیر ببر کو پنجرے میں بند کر کے اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے جکڑ دے اور دانہ پانی اسکا موقوف کر دے بعدہ ایک سنڈ مسنڈ بھیڑیے کو لومڑیوں کے شکار پر للکارے اور جب وہ بھیڑیا ان لومڑیوں کو شکار کرے تو سب لوگ چلا اٹھیں کہ واہ واہ اس بھیڑیے نے تو وہ کام کیا جو اس شیر ببر سے ممکن نہ تھا اور بعد برسوں کے جب وہ اسد فاقوں کی شدت اور قید کی مصیبت سے ضعیف و ناتوان ہو جائے اور جوارح اس کے سست ہو جائیں اور اس وقت لومڑیوں کے شکار کو بھیجا جائے اور اس میں اگر تھک جائے تو لوگ کہیں کہ اس اسد سے تو وہ بھیڑیا اچھا ہے!! بھائی خدا کے لئے ذرا سوچو اور غور کرو اس الکشن کے نتائج کی اس قدر تعریف تو کرتے ہو مگر یہ کیونکر کہ سکتے ہو کہ اگر یہ الکشن نہ ہوتا اور حضرت علی علیہ السلام موافق خواہش حضرت رسول خدا پر تخت نشین ہوتے تو رونق اسلام زیادہ نہ ہوتی۔

تھوڑی عقل کو دخل دینے اور غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ الکشن نہ ہوتا اور حق بحق دار پہنچتا تو دنیا بہشت ہو جاتی سب لوگ ایک دل ایک زبان

ایک مذہب ایک ایمان رہتے شریعت کی رونق یوماً فیوماً بڑھتی رہتی۔ بارہ نسلوں تک
نور خاندان رسالت کا چمکتا رہتا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی۔ اسکندریہ کا کتبخانہ جلایا
نہ جاتا جہاز رانی کا کارخانہ بڑھتا تجارت کے لئے تشتادصیف کا خیال ہوتا قُلْ
سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کی پوری تعمیل ہوتی۔ اخلاق و تہذیب نبوی کی ترقی ہوتی۔ مکر و زور
دغا فریب کا نام نہ رہتا لوگ حق شناس ہوتے احسان فراموشی۔ نمک حرامی عہد خلافی
نفاق کا نام نہ لیتے علوم دینی و دنیاوی جو خانہ جنگیوں کی وجہ سے طاق پر رکھا رہے
گئے تھے ترقی پکڑتے جھوٹ فریب دغا کا نام نہ رہتا اس ترقی علمی میں عجب نہیں کہ یہی
قوم ملک امریکا ڈھونڈ نکالتی اور اُسوقت یونائٹڈ اسٹیٹ اور برزیل سے چین اور جاپان
تک انگلستان اور پرتگال سے کلکتہ تک مغربی افریقہ سے مشرقی ایشیا تک صدائے
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ
بلند ہوتی برخلاف اس کے اس الکیشن نے تو نور خاندان رسالت کو اسی وقت نظر بند کر دیا
نفاق باہمی اور اختلاف قومی نے انتہا درجہ کی ترقی کی جس کو ہم تم آج تک کس خرابی سے
بھوگت رہے ہیں غور کرو کہ اگر یہ الکیشن نہوتا اور حضرت علیؑ اسی وقت تخت پر بیٹھتے تو یہ سنی
شیعہ کا اختلاف کاہیکو ہوتا؟ اگر حضرت عثمان خلیفہ نہوتے تو معاویہ ایسے موروثی دشمن
خاندان رسالت کو ایسی طاقت کہاں ہوتی کہ سارے شام کے مالک ہو جاتے؟ پھر یزید
کس شمار میں ہوتا؟ تب یہ معرکہ سخت جسکی وجہ سے ؎

ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا	افسوس کہ کربلا میں گھر زہرا کا

کیوں واقع ہوتا؟ خاتون جنت کی اولاد ایسی سرگردان کیوں ہوتی کہ بعد سخت مصائب
جھیلنے کے کسی کو کربلا۔ کسی کو کاظمین۔ کسی کو سامرہ اور کسی غریب کو خراسان آرام کی جگہ

ملی؟ سادات بنی فاطمہ کا تین مرتبہ قتل عام کیوں ہوتا؟ ہزاروں سادات بغداد کے
گمرک خانہ کی دیواروں میں کیوں چن دئے جاتے؟ پس ہمارا تو اس الکشن کی بدولت خاتمہ
ہوگیا شاہ ہوگئے اور تم کہتے ہو کہ ہم اسکا احسان مانیں! ہم سادات بنی فاطمہ کیونکر احسان
مان سکتے ہیں ہم تو سمجھتے ہیں اور ثابت کر سکتے ہیں کہ اگر یہ الکشن نہوتا تو یا اسباب ظاہر قتل
حسینؑ غیر ممکن تھا علاوہ اسکے اشاعت اسلام کو تو آپ نے اس قدر شدومد سے بیان کیا
اور سب کا باعث اسی الکشن کو گردانا مگر اسلام میں بڑے بھاری عیب جو رہگئے ہیں اس
کی جوابدہی کون کرتا ہی بغض۔ نفاق۔ حسد۔ احسان فراموشی۔ نمک حرامی جو اسلام میں اس وقت
سب قوموں سے زیادہ ہے اسکا الزام کسکی گردن پر رکھیگا واقعات تاریخی کو دیکھئے تو کہ مسلمان
افسروں میں یہ عیب کہ رشوت لیکر اپنی سلطنت کے غنیم سے مل جانا اور اپنے آقا اور بادشاہ سے
نمک حرامی کرنا سب قوموں سے زیادہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس آپ تو اشاعت اسلام کا باعث اسی
الکشن کو بتاتے ہیں پھر ہم اپنے آقا اور مالک سے نمک حرامی کرنے کے عیب کو کس طرف پھینکیں؟
اور کیونکر کہیں کہ اس عیب کی ابتدا کب اور کیونکر ہوئی؟ اصول فلکیم ویلیٹ کو جو تم نے بیان کیا
تعجب ہی غضب یا جرائم ملکی میں اصول فلکیم ویلیٹ کو دخل نہیں اگر کوئی شخص تمہاری چاندی کی گھڑی
چرا کر اس پر سونیکا پانی پھروادے اور اسکو بہت اچھے مخملی بکس میں رکھے تو فلکیم ویلیٹ سی وہ
گھڑی اس چور کی نہیں ہوجائیگی اور نہ چوری اسکی جائز ہوجائیگی یا اسکی سزا میں کمی ہوگی۔

محی الدین:۔ یہ تو تم نے خیالی پلاؤ پکایا نہ! حضرت علیؑ آخر میں تو خلیفہ ہوئے پھر کہاں کوئی
تمہاری خیالی باتیں ظہور میں آئیں اور یہ جو ایک کلمہ سخت تم بول گئے وہ تو بالکل مہمل ہی قتل
حسینؑ سے اور اس الکشن سے کیا تعلق؟ وہ کب کی بات یہ اور کب کی۔

علی رضا:۔ افسوس کہ تم نے میرے الفاظ کو خیال نکیا وہ سب نتیجے اسوقت ہوتے جب یہ

بانی فساد الکشن ہوتا اور حضرت علیؑ ابتدا ہی میں تخت نشین ہوتے۔ خلافت آخری عمر حضرت علیؑ کو ملی وہ کب ملی ؟ سارا عالم سنی شیعہ جانتا ہے کہ وہ زمانہ نہایت ہی ناموافق تھا یعنی دو فرقے شیعہ سنی قایم ہو چکے تھے ایک فرقہ خارجیوں کا جو دونوں کا دشمن جانی تھا وجود میں آچکا تھا خانہ جنگیاں شروع ہو گئی تھیں اور حضرت عثمان کے ضعف سے سلطنت کی ناؤ کنارہ لگ گئی تھی چنانچہ مصنف کتاب سیرۃ الفاروق اپنی کتاب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں "در اصل زمانہ خلافت حضرت عثمان ان کی خلافت کا اخیر زمانہ سمجھنا چاہئے جسمیں تمام اصول سیاست مدن اور وہ اصول سلطنت جمہوری جس پر اس عالیشان محل کی بنیاد قایم ہو گئی تھی سب کے سب سست اور درہم برہم ہو گئے تھے اور غدر ہونا اسکا ایک ضروری نتیجہ تھا جو ہوا حضرت علی مرتضی علیہ السلام تک جب خلافت پہنچی تو یہی ابتر اور خراب ہو گئی تھی جسکا درست ہونا اگر ممکن نہ تھا تو قریب ناممکن کے تھا اسکی اصلاح میں جہاں تک ممکن تھا کوشش کی گئی ملک دے گئے دوسری حکومتیں تسلیم کی گئیں مگر اصلاح ہوئی اور روز بروز خرابی بڑھتی گئی"۔

اور سب سے بڑھکر یہ خرابی جڑ پکڑ گئی کہ معاویہ کو ملک شام میں پوری طاقت پیدا ہو گئی تھی اور خاندان رسالت کے مٹا دینے کا سامان اسکے پاس پورا مہیا ہو گیا تھا باایں ہمہ حضرت علیؑ نے پانچ برس سلطنت کی وہ فیلبو نہیں ہوئی اسمیں شک نہیں کہ معاویہ اور حضرت عائشہ کے عناد کی وجہ سے اکثر اوقات آپ کی جنگ میں صرف ہوئی اور ملکی ترقی کا موقع آپکو بہت کم ملا۔ اب میں تم سے حقاً ایماناً پوچھتا ہوں کہ اگر حضرت علیؑ ابتدا تخت پر بیٹھتے تو معاویہ ملک شام میں کیونکر جگہ پاتا اور اگر معاویہ شام میں زور نہ پکڑتا تو امام حسن علیہ السلام پنشن لیکر خانہ نشین کیوں ہوتے اور اگر معاویہ اپنی کوشش بلیغ سے خلاف شرط صلح یزید کو اپنا ولیعہد نکرتا تو امام حسین علیہ السلام کو کون قتل کرتا اور خاندان محمدی و مرتضوی پامال کیوں ہوتا

تو کیا سلسلہ وار نتیجہ نکالنے سے وہی الکشن قتل امام حسین علیہ السلام کا باعث نہیں ہوتا ہے؟ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار!!

محی الدین:- یہ سب باتیں قیاسی ہیں اور مذہب میں قیاس کو دخل نہیں ہیں فیکٹ اور فیگرز (واقعات اور تعداد) سے بحث کرتا ہوں آپ دیکھئے تو سہی کہ اس الکشن کی بدولت لاکھوں آدمی مشرف باسلام ہوئے اور ہزاروں میل دائرہ اسلام وسیع ہوا۔

علی رضا:- میں چند بار کہہ چکا ہوں کہ تعداد افراد اور وسعت ملک دلیل حقیت مذہب ہو نہیں سکتی بایں ہمہ چونکہ بالفعل حضرات سنت وجماعت انگریزی تعلیمیافتہ چہ صغیر وچہ کبیر اسبات پر بہت ناز کرتے ہیں اور ہر شخص کو اس الکشن کے نتیجہ پر بڑا غرا ہی اسلئے میں نے ایک ٹبل تیار کیا ہی جسمیں دکھلایا ہے کہ مذہب اسلام اور بانی اسلام نے کس بات کی تعلیم کی اور مسلمانان الکشن نے اور انکے تبع تابعین نے ان اصول پاک کو کیسا پامال کیا ہے اور بانی اسلام اور اس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ کیسا مخاصمانہ سلوک کیا ہے اصل یہ ہے کہ ہمارے حضرات سنت وجماعت بھائیوں نے اس معاملہ کو محض اکطرفہ مان لیا ہے اور صرف تعداد افراد اور وسعت ملک پر نگاہ ڈالی ہی مگر اس بات کیطرف مطلق توجہ نہیں کی ہی کہ اس الکشن کی بدولت اصول اسلام کی کیسی توہین ہوئی ہے اور بانی اسلام کے خاندان پاک پر کیسی تباہی آئی ہی۔ یہی وجہ ہی کہ تم اس الکشن کا احسان مانتے ہو میں کہتا ہوں کہ میرے ٹبل پڑھنے کی بعد میں تو میں یا تم تو تم غالباً کوئی انگریز جرمن یہود وہنود ایسا نہو گا جسکا دل مسلمانونکی شقاوت او قساوت اور اس الکشن کے خونخوار نتائج پر ہل نجائیگا اس ٹبل میں ایک امر کی معذرت کرتا ہوں کہ بعض باتیں جو میں کہہ چکا ہوں اور بعض باتیں جو میں آیندہ تصریح کہونگا اس ٹبل میں مجملاً درج ہوگئی ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ بوجہ تقابل کے اُس کے اعادہ کی یہاں ضرورت آگئی ہے اس لئے میں مجبور ہوگیا

احکام حق تعالیٰ جلّ شانہٗ وعمّ نوالہ

(۱) قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

ترجمہ:۔ کہو اے محمد میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا میں تم سے صرف اپنے اقربا کی مودّت چاہتا ہوں۔ پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ

(۲) لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا لِاَنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ:۔ نہ فساد کرو زمین پر بعد اصلاح کے اور پکارو خدا کو ازروئے خوف وطمع کے بہ تحقیق رحمت خدا کی نزدیک ہے نیکی کرنے والوں کے: سورہ اعراف پارہ ہشتم

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مودت اقربا کے لئے ایسی التجا فرمائی مگر ہزار افسوس کہ حضرت کی رحلت کے دو ہی دن کے بعد بانئ الیکشن نے اس کی یہ تعمیل کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نور دیدہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مکان میں آگ لگانے کا اقدام کیا جو متواترات سے ثابت ہے۔ چنانچہ بالفعل ایک انگریزی تواریخ عالم موسومہ ہسٹورینس ہسٹری چھپی ہے اس کی جلد ۸ صفحہ ۹۴ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"علی اس الیکشن میں حاضر نہ تھے جب اُن کو یہ خبر ملی تو وہ مطلق خوش نہوئے کیونکہ ان کو امید تھی کہ لوگوں کی پسند (خلافت کے لئے) انھیں پر وارد ہوگی۔ ابوبکر نے عمر کو فاطمہ کے گھر پر جہاں علیؑ اور اُن کے چند احباب تھے بھیجا اور حکم دیا کہ اگر وہ لوگ خوشی سے نہ آئیں تو ان کو زبردستی لاؤ اور بیعت کراؤ۔

عمر نے جب مکان میں آگ لگانا چاہا تو فاطمہؑ نے کہا اس کے کیا معنی ہیں عمر نے کہا کہ ہم ضرور مکان کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں گے۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں گے یعنی بیعت نہ کریں گے، جیسا اوروں نے کیا ہے"

سبحان اللہ حکم خدا اور وصیت رسول کی کیا اچھی تعمیل ہوئی ہے!!!

خلافت خلاء ثلثہ میں جو کچھ فساد ہونا تھا ہو چکا اس پر بھی افسوس ہے کہ جب اس کی اصلاح کا زمانہ آیا یعنی حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے تب بھی لوگ فساد سے باز نہ آئے اور حضرت بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے حضرت علی علیہ السلام پر لشکر کشی کی اور قریب مقام بصرہ حضرت سے جنگ کی اور خود حضرت عائشہ

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۳) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا

ترجمہ:۔ جو قتل کرے مومن کو عمداً جزا اُس کی جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب ہے اور خدا اس پر لعن کرتا ہے اور اللہ نے اُس کے لئے عذاب سخت مہیا کیا ہے

سورۂ نسا پارہ پنجم۔

مسلمانان الکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

اونٹ پر سوار ہوکر میدان جنگ میں آئیں اور حضرت علیؓ سے جدال کیا
دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۴۹ و ۲۵۷
اور اسی طرح معاویہ امیر شام نے برسوں جناب امیر علیہ السلام سے جدال وقتال کیا
اور بعد صلاح کے فساد برپا کرتے رہے دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۲۴

حق تعالیٰ نے ایک مومن کے قتل عمد پر کیسی ناراضمندی ظاہر فرمائی ہے کہ غالباً اس سے سخت تر الفاظ غضب الٰہی کے ہو نہیں سکتے مگر ہزار افسوس کہ الکیشن والے مسلمانوں نے قتل مومن کو ایک بائیں ہاتھ کا کھیل بنا لیا اور اپنا شعار کر لیا چنانچہ قتل عظیم تو وہ ہوا کہ عاشورہ محرم کو حضرت رسول مقبول خاتم النبیین افضل المرسلین کے نواسہ امام ابن امام۔ کریم ابن کریم۔ رحیم ابن رحیم۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا اور حضرت کے سامنے آپ کے بیٹوں بھائیوں بھتیجوں۔ اور بھانجوں کو قتل کیا یہاں تک کہ جب ایک بچہ شش ماہہ آپ کا شدت تشنگی سے تڑپنے لگا تو خود اسکو میدان میں لائے اور فرمایا کہ تمہارے زعم میں اگر مجرم ہیں تو ہم ہیں اس بچے نے کیا قصور کیا ہے برائے خدا دو گھونٹ پانی اس بچے کو الگ سے پلا دو کہ اس کی جان بچ جائے۔ مگر ہزار افسوس کہ دو لاکھ مسلمانوں میں کسی نے رحم نہ کھایا بلکہ اس کی گردن نازنین پر ایک تیر مارا جس سے وہ بچہ تڑپ کر رہ گیا اور شہید ہوا اور اسی طرح بہتر بزرگوار بے جرم وخطا شہید ہوئے۔ اس ظلم پر بھی خاتمہ ہوا اور بعد آپ کے جتنے امام ہوتے گئے سوائے امام عصر علیہ السلام کے سب قتل کئے گئے تفصیل سب

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۴) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ پارہ ۲۲ سورہ احزاب

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں مومنین و مومنات کو بغیر اسکے کہ برا کیا ہو

مسلمانان اہلکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

ائمہ معصومین علیہم السلام کی شہادت کی حسب ذیل ہے۔

نام امام	سنہ شہادت	ذریعہ قتل	نام قاتل	مقام مدفن
حضرت امام علی علیہ السلام	۲۱ رمضان سنہ ۴۰ ہجری	ضرب شمشیر	ابن ملجم	نجف اشرف
حضرت امام حسن علیہ السلام	۲۸ صفر سنہ ۵۰ ہجری	زہر ہلاہل	جعدہ باشارہ معاویہ امیر شام	مدینہ جنت البقیعہ
حضرت امام حسین علیہ السلام	۱۰۔ محرم سنہ ۶۱ ہجری	ضرب خنجر	شمر ملعون بحکم یزید پلید	کربلائے معلیٰ
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	۸ محرم سنہ ۹۵ ہجری	زہر	ہشام یا ولید	مدینہ جنت البقیعہ
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام	۷۔ ذوالحجہ سنہ ۱۱۶ ہجری	زہر	ہشام	مدینہ جنت البقیعہ
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	۱۵۔ رجب سنہ ۱۴۸ ہجری	زہر	منصور	مدینہ جنت البقیعہ
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	یکم۔ رجب سنہ ۱۸۳ ہجری	زہر	ہاروں رشید	کاظمین
حضرت امام علی رضا علیہ السلام	۱۷۔ صفر سنہ ۲۰۲ ہجری	زہر	ماموں رشید	خراسان
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام	۲۹۔ ذیقعد سنہ ۲۲۰ ہجری	زہر	معتصم	کاظمین
حضرت امام علی نقی علیہ السلام	۳۔ رجب سنہ ۲۵۴ ہجری	زہر	معتبر عباسی	سامرہ
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	۸۔ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ ہجری	زہر	معتمد	سامرہ

دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام

حق تعالیٰ نے تو عام مومنین و مومنات کو ایذا دینے سے منع کیا لیکن افسوس کہ اہلکشن کے مسلمانوں نے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پیاری بیٹی کو ایذا دی اور اسکا حق تلف کیا دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۔

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

اُنھوں نے پس بے تحقیق اُٹھایا اُنھوں نے اسے اوپر بہتان اور گناہ ظاہر کو

(۵) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَمِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب

پارہ ۱۷۔ ۱۵ سورۃ حج۔

ترجمہ:۔ جو کوئی تعظیم کرے خدا کی نشانیوں کی پس وہ پرہیزگار قلب ہے۔

مسلمانان ایلکشن کی نافرمانی اور اُلٹی کارروائی

اس کے بعد حضرت خاتون جنت علیہا السلام کے پوتے امام زین العابدین علیہ السلام کو حالت مرض میں قید کیا اور طوق و زنجیر پہنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لیگئے دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۹۷-

اسیطرح حضرت کی بیٹیوں بہوؤں پوتیوں کو اسیر کر کے دیار بدیار پھرایا کہ اسی عالم میں آپ کی پوتی معصومہ صغیر سن گھٹ گھٹ کر قید خانہ میں مر گئی اس کے بعد آپ کے فرزند حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو چودہ برس تک قید رکھا ؎

حضرت پہ انتہائے اسیری گذر گئی   زنداں میں جوانی و پیری گذر گئی

دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۰۷

علاوہ اولاد رسول کے اصحاب رسول کو جو حضرت کے خاندان سے ملے رہے ایذائیں دی گئیں چنانچہ حضرت عمار یاسر کو جو بڑے معزز صحابہ تھے اور جنکے بارے میں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ عمار یاسر سر سے پا تک مجسم ایمان ہے حضرت عثمان کے اقران نے بڑی ایذا دی اور اُن کو اسقدر مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۸

ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور کربلائے معلےٰ اور دیگر روضات مقدسات حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام شعائر اللہ ہیں۔ لیکن ہزار افسوس کہ خانہ کعبہ پر حجاج سپہ سالار خلیفہ عبد الملک نے شعلہ پھینکا اور آگ لگائی چنانچہ کچھ حصہ اس متبرک جگہ کا گرا دیا گیا اور شعلہ پھینک کر دشمنوں نے (مسلمانوں نے) اس میں آگ لگائی۔

دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۳۳۲-

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۶) وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ

پارہ ۱۴۔ سورہ نحل

ترجمہ:۔ اور پورا کرو خدا کے عہد کو جب عہد کرو اور نہ توڑو قسموں کو موکد کرنے کے بعد اور تحقیق کہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر ضامن کیا۔

مسلمانان الکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

علی ہذا القیاس یزید پلید کے عہد میں مدینہ منورہ پر حملہ ہوا اور مسجد نبوی میں گھوڑے اور خچر باندھے گئے اور اس متبرک جگہ کا احترام مثل اصطبل کے کیا گیا۔ دیکھو روضۃ الصفا وتذکرۃ الکرام صفحہ

اسی طرح خلیفہ متوکل نے ۲۳۶ھ ہجری میں حکم دیا کہ قبر کو امام حسین علیہ السلام کی مع حوالی کی قبروں کے ڈہا کر کھیت کردیں کوئی زیارت کو نہ آوے چنانچہ کربلا ویران اور جنگل ہوگیا۔

دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۱۵۴۔

حق تعالیٰ جل شانہ نے ایفاء عہد کی بڑی تاکید فرمائی ہے مخصوص جب امور مذہبی اور تمدن میں ہو چنانچہ اسوقت تک جب دو سلطنتوں میں کوئی معاہدہ ہوتا ہے تو اس کی تعمیل لازمی ہوتی ہے لیکن افسوس کہ خلفاء الکشن نے اسکا کچھ خیال نہ کیا امیر معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ دو شرطوں پر صلح کی ایک یہ کہ کوفہ کی آمدنی امام حسن علیہ السلام کو دیجائے اور دوسرے یہ کہ امیر معاویہ اپنی حیات میں کسیکو اپنا جانشین نامزد نہ کریں جسکو عامہ خلایق پسند کریں وہی خلیفہ ہو لیکن معاویہ نے دونوں معاہدوں کو توڑ دیا اور کسیکی تعمیل نہ کی یعنی نہ تو کوفہ کی آمدنی حضرت امام حسن علیہ السلام کو دی اور نہ اپنا خلیفہ نامزد کرنے سے باز رہا بلکہ یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس کی کوشش بلیغ کی کہ لوگ یزید کی بیعت کریں۔

دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۸۳

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۷) وَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پارہ ۳۰ سورۂ والضحیٰ۔

ترجمہ:۔ یتیم پر قہر نہ کرو

۸ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا الْبُيُوْتَ النَّبِيِّ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ

پارہ ۲۲ سورۂ احزاب

ترجمہ اے ایمان لانے والو نہ داخل ہو گھر میں نبی کے جب تک تمکو اجازت نہ دیں۔

مسلمانان اہلکیشن کی نافرمانی اور اُلٹی کارروائی

حقؒ تعالیٰ نے یتیموں پر جبر و قہر تک جائز نہیں کیا ہے۔ لیکن ہزار افسوس کہ دشمنان اہلبیت نے یتیمان جناب امام حسین علیہ السلام کو سخت ایذا دی منقول ہے کہ بروز عاشورا جب جناب امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی تو اشقیاء کوفہ و شام واسطے غارت گری کے خیمہ مبارک میں دھنس پڑے قضارا شمر لعین کو ایک لڑکی چار سالہ جس کے کان میں گوشوارے تھے ملی اس شقی نے اس معصومہ کو طمانچے مارے اور گوشوارے اس کے اس طرح کھینچ لئے کہ کان اُس کے مجروح ہو گئے اور وہ لڑکی مُنہ کے بل زمین پر گر کر فریاد و اتباہ بلند کرنے لگی تب اشقیا نے اس معصومہ کو اسیر کیا اور کوفہ و شام لے گئے جہاں وہ معصومہ فراق پدر میں روتی اور تڑپتی رہی۔ آخر ایک دن یزید نے اُس کے بہلانے کے لئے سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام کا اُس کے پاس بھجوا دیا جس وقت اس معصومہ نے اپنے باپ کا سر مبارک دیکھا مُنہ سے مُنہ ملنے لگی اور اُسی حالت میں جان بحق تسلیم ہوئی اور اہل بیت پر ایک مصیبت عظیم واقع ہوئی کہ اس یتیم امام حسین علیہ السلام نے عالم غربت میں انتقال کیا اور ملک شام میں دفن ہوئی۔ دیکھو روضۃ الصفا صفحہ ۱۴۳

پروردگار عالم کے اس حکم کی تعمیل ملائکہ مقربین نے کی حتی کہ ملک الموت نے جو ہر جگہ جانے کے لئے ماذون ہے بغیر حکم اہل بیت کے خانہ رسول میں داخل نہ ہوا

اس گھر کا احترام حضرت عمر نے یہ کیا کہ آگ لگا دینے کو مستعد ہو گئے اور اشقیاء کوفہ و شام دشت کربلا میں ورانہ خیمہ جناب امام حسین علیہ السلام میں دھنس آئے اور

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۹) وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا

پارہ ۲۹ سورہ دہر

ترجمہ:۔ اور کھلاتے ہیں محبت خدا میں مسکین ویتیم واسیر کو۔

(۱۰) اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ

پارہ ۲۔ سورہ بقر

ترجمہ:۔ حج کے مہینے معلوم ہیں پس جو شخص اُن میں حج مقرر کرے تو اُس کو عورتوں کی طرف رغبت کرنا اور گناہ کرنا اور جدال وقتال کرنا نہ چاہیے

مسلمانان ہلکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

اور کل مال اسباب لوٹ لیا اور خیمہ میں آگ لگا دی اور اہل بیت کو اسیر کر کے کربلا سے
کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے دیکھو روضۃ الشہدا و وقائع اہلبیت

یہ آیہ کریمہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا ہے اس لئے کہ آپ نے تین
دن تک متواتر عین افطار کے وقت اپنے سامنے کا طعام مسکین و یتیم و اسیر کو کھلا دیا
اور خود فاقہ کش رہے لیکن ہزار افسوس کہ جب اسی ولی خدا کے یتیم بچے پوتے اور پوتیاں
اسیر ہوئیں تو کسی نے اتنی بھی خبر نہ لی کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور کیا کھانے کو ملتا ہے یہاں
تک کہ جب یہ لٹا ہوا قافلہ شہر کوفہ میں داخل ہوا تو کوئی عورتوں نے اپنے اپنے
بچوں کا صدقہ ان یتیموں کی طرف پھینکا مگر قربان غیرت فاطمی کہ ان بچوں نے
اسکو نہ کھایا اور جناب حضرت ام کلثوم علیہ السلام نے فرمایا کہ آگاہ ہو اے کوفیو کہ اِنَّ
الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ یعنی ہم اس خاندان پاک کے رہنے والے ہیں کہ صدقہ ہمپر حرام ہے

حق تعالے نے اس آیت میں بزمانہ حج جدال و قتال کی سخت ممانعت فرمائی ہے
لیکن ہزار افسوس کہ مسلمانان ہلکیشن ظاہرا تو حج کے لئے جمع ہوئے لیکن عین
خانہ کعبہ میں جگر گوشہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جدال و قتال
پر تل گئے اس لئے جناب امام حسین علیہ السلام کو بخیال حرمت حرم محترم عین حج میں
اس مقام کو چھوڑ دینا پڑا اور عرفہ کے دن یعنی نہم ذالحجہ کو حج کو عمرہ سے بدل کر کوفہ
کی طرف مع انصار و اہل بیت روانہ ہو گئے اور حج ادا کرنے کی حسرت اپنے ساتھ
لے گئے جیسا کہ حضرت کا قول ایک شاعر نے نظم کیا ہے ؎

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۱۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

پارہ ۷، سورۂ مائدہ

ترجمہ:- اے ایمان والو بتحقیق کہ شراب اور جُوا اور انصاب ناپاک ہیں اور عمل شیطان ہے پس بچو اس سے تاکہ فلاح پاؤ۔

(۱۲) وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی

پارہ ۲۲۔ سورۂ احزاب

ترجمہ:- اے نبی کی بی بیو تم لوگ گھروں میں قرار پکڑو اور جاہلیت کی طرح کا بناؤ نہ بناؤ۔

(۱۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

پارہ ۲۶۔ سورہ حجرات

مسلمانان اہلکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

حج بھی نہ میسر ہوا مغموم چلا ہوں احرام تلک باندھ کے محروم چلا ہوں

یہ واقعہ عہد سلطنت یزید کا ہے معاویہ کے عہد میں معاویہ نے لشکر بھیجکر اُن لوگوں کو جن کو جناب امیر علیہ السلام نے واسطے حفاظت حاجیوں کے معین کیا تھا قتل کرڈالا

دیکھو روضۃ الصفا۔

خلفاء بنی امیہ کا شراب پینا اور قمار بازی کرنا مشہور ہے چنانچہ جس وقت سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام کا یزید پلید کے سامنے لایا گیا تو وہ بنا بر مشہور اُس وقت شراب پیتا تھا اور شطرنج کھیلتا تھا اور خلفاء بنی عباس بھی شراب پیتے تھے چنانچہ متوکل کے شراب پینے کا ذکر تذکرۃ الکرام کے صفحہ ۴۱۶ میں مندرج ہے اور ولید نے تو یہاں تک غضب ڈھایا تھا کہ قصد کیا تھا کہ شراب پی کر خانہ کعبہ پر جائے

دیکھو روضۃ الصفا۔

حق تعالیٰ نے عورتوں کے لئے پردہ داری کا حکم دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ تم لوگ گھروں میں رہو اور وہیں قرار کرو لیکن حضرت بی بی عائشہ خود جنگ جمل میں بمقام بصرہ کھلے بند میدان جنگ میں آئیں اور جنگ کی۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس بات کو دیکھتے تو حضرت کے قلب کا کیا عالم ہوتا۔

حق تعالیٰ نے آپس کے لڑائی جھگڑے کو بہت ناپسند فرمایا ہے لیکن ہزار افسوس کہ اس اہلکیشن کے تابعین نے جنگ وجدال ہی کو اپنا شعار کیا حضرت بی بی عائشہ

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

ترجمہ :- سب مومنین بھائی ہیں آپس میں۔ پس آپس میں اصلاح کرو درمیان اپنے دو بھائیوں کے تاکہ تم لوگ فلاح پاؤ۔

(۴۱) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

مسلمانان ایلکشن کی نافرمانی اور الٹی کاروائی

اور طلحہ اور زبیر جناب امیر سے لڑے خالد نے مالک بن نویرہ سے جنگ کی عبدالملک
ابن زبیر سے لڑا خلیفہ ماموں نے خلیفہ امین سے جنگ کی اور درمیان بنی امیہ
اور بنی عباس کے اس قدر جدال و قتال ہوا کہ مسلمانوں کے خون کے دریا بہے
اور بقول ایک انگریزی مورخ کے اسلام اپنے خون میں آپ نہایا۔

حق تعالیٰ نے جھوٹوں سے اپنی بڑی ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔ لیکن مسلمانان
ایلکشن کے بڑے بڑے لوگ اسقدر جھوٹ بولے ہیں کہ اُس کا انحصار مشکل ہے
حضرت عمر کا باوجود علم وفات جناب سرور کائنات کے یہ فرمانا کہ آنحضرت نے
انتقال نہیں کیا ہے امیر معاویہ کا محض جھوٹ یہ کہنا کہ امام حسین علیہ السلام وغیرہ
نے خلوت میں یزید کی بیعت کی مشہور ہے۔ ایک پبلک جھوٹ کا واقعہ یہ ہے کہ
جب بی بی عائشہ جناب امیر سے لڑنے کے لئے بمقام بصرہ جاتی تھیں تو رستے میں
بمقام حواب آپ کے ناقہ کے چاروں طرف کُتّے بھونکنے لگے۔ تب آپ نے دریافت
کیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کہ اس مقام کو حواب کہتے ہیں۔ یہ
سنکر آپ بہت گھبرائیں اور فرمایا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا
تھا کہ میری ایک بی بی پر حواب کے کتے بھونکیں گے جبکہ وہ بر سر ناحق ہوگی
اسپر لوگوں نے جھوٹ یہ کہلا دیا کہ یہ مقام حواب نہیں ہے اور حضرات طلحہ و
زبیر نے پچاس آدمیوں سے جھوٹی گواہی دلوادی کہ حضرت علی علیہ السلام
مع لشکر آپہنچے۔ دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۵۰ مطلب اس جھوٹی گواہی دلوانے

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

(۱۵) حَافِظُوا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ

پارہ ۲ سورۂ بقر

ترجمہ:- حافظ رہو نمازوں پر اور بیچ والی نماز پر (نماز ظہر وعصر) اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

(۱۶) وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ پارہ ۱۰ سورۂ انفال

ترجمہ:- جان رکھو کہ جو مال غنیمت سے تمکو ملے تو اس میں ایک خمس اللہ اور رسول اور ذوی القربیٰ اور یتیموں اور مساکین کے لئے ہے

مسلمانان ایلکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

سے یہ تھا کہ حضرت عائشہ جناب امیر سے جنگ کرنے میں پسپا ہوں اس واقعہ کو مصنف ہسٹورینس ہسٹری نے بھی بصفحہ ۱۷۱ جلد ۸ بصراحت لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پہلا پبلک جھوٹ بولا گیا۔

حق[۱۵] تعالیٰ نے نماز کے لئے مسلمانوں کو بڑی تاکید فرمائی ہے مگر ہزار افسوس کہ مسلمانان ایلکشن خود نماز کیا پڑھیں گے بڑے بڑے مقدس نمازیوں کو عین نماز میں شہید کیا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کو عین سجدۂ خدا میں ضربت لگائی اور جناب امام حسین علیہ السلام کو نماز عصر میں جس وقت کہ وہ حضرت سجدہ میں تھے شہید کیا اور آپ کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھایا اور حضرت کی نعش اطہر کو مع نعش ہائے دیگر شہدا بے دفن وکفن جلتی ریت پر میدان کربلا میں چھوڑ دی

حق[۱۶] تعالیٰ کا حکم ہے کہ مال غنیمت سے خمس اللہ اور رسول کے لئے ہے لیکن مسلمانان ایلکشن نے بجائے خمس دینے کے خود خانہ جناب رسولؐ یعنی بیتیمان جناب امام حسین علیہ السلام کو لوٹا اور کچھ بھی اسیران اہلبیت کے لئے رہنے نہ دیا اور آب وطعام سے اُن بزرگوار کو ترساتے رہے اور ایک خمس بھی گھر میں نہ چھوڑا۔

احکام حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

۱۷۱ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

پارہ ۶ سورہ مائدہ

ترجمہ:- اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم لوگ فلاح پاؤ۔

مسلمانان اہلکیش کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

حق تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرو جسکا مطلب یہ ہے کہ رسول یا امام زماں کے ساتھ کافروں پر جہاد کرو مگر تابعان اہلکیش نے ٹھیک اس کے برعکس کارروائی کی یعنی خود خلیفہ وقت اور امام زماں سے جنگ و جدال کیا جیسا سابقاً لکھا گیا کہ حضرات بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر نے جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام سے جو اسوقت بقول فریقین خلیفہ زماں تھے لڑائی کی اور امیر معاویہ نے جنگ صفین میں جناب امیر علیہ السلام سے چند سال تک جدال و قتال کیا اور حضرت علی علیہ السلام کے قتل کے لئے چیدہ اور منتخب پہلوان پے در پے میدان جنگ میں بھیجے اور ہر طرح کی ترغیب دی اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا کہ جس میں جناب امیر علیہ السلام قتل کئے جائیں۔

دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۲۴۰۔

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

(۱) مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ

دیکھو تفسیر کبیر آیۂ یا ایہا الرسول

ترجمہ:- یعنی جس کا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے خدایا دوست رکھ اسکو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن جان اس کو جو دشمن جانے اسکو اور نصرت کر اس کی جو نصرت کرے اس کی اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اسے

دیکھو مسٹر امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۳۱۴

سوانح عمری حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۴

(۲) اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام ۵۲۶

ترجمہ:- میں اور علی نور واحد سے ہیں

مسلمانان الکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

جنابؐ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بمقابلہ ستر ہزار آدمیوں کے باضابطہ طریقے پر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا علی مولا ہے۔
لفظ مولا کا اس جگہ پر درجہ مساوات کا دکھلانا ہے اور یقیناً لفظ خلیفہ سے معزز تر ہے کیونکہ خلیفہ یعنی نائب اپنے مُنیب سے کم ہوتا ہے مگر چونکہ جناب رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو مثل اپنے سمجھتے تھے اس لئے جو لفظ کہ اپنی شان میں استعمال کیا وہی لفظ حضرت علی کی شان میں استعمال فرمایا جس سے یقیناً یہ بات مراد تھی کہ لوگ حضرت علی کو ویسا مانیں جیسا حضرت کو مانتے ہیں مگر ہزار افسوس کہ یہ کل کارروائی حضور کی بیکار ہوگئی اور سقیفہ میں یاروں نے مثل رسول سے ایسا قطع نظر کیا کہ گویا کوئی معمولی لیاقت کا بھی آدمی اس خاندان پاک میں اُس وقت نہ تھا یعنی جب حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے دوسرے لوگ مولائے مومنین بن بیٹھے اور حضرت علی کا نام تک نہ لیا گیا۔ شاید الکشن کی ڈکشنری میں محبت وولا کے یہی معنی ہیں لیکن دیکھنا ہے کہ جناب رسول مقبول کی دعا بروز محشر اپنا کیا اثر دکھلاتی ہے

جنابؐ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو اپنے کو اور حضرت علی کو نور واحد سے قرار دیا مگر بعد انتقال حضور کے حرص اور طمع دنیاوی کی ایسی تاریکی چھائی کہ یہ نور یاروں کی نظروں سے بالکل چھپ گیا اور زمانہ میں ایسا اندھیرا ہوا کہ اس نور کا نظر بند اور خانہ نشین رہنا موجب رونق اسلام سمجھا گیا!! افسوس صد ہزار افسوس!!!

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۳۷ اتمۃ کتاب

ترجمہ نظر کرنا طرف رخسار علی کے عبادت ہے۔

(۴) مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی ابن ابیطالب صفحہ ۵۴ اتمۃ کتاب

ترجمہ:۔جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا

(۵) اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ

دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۳۴۹

ترجمہ حسن اور حسین علیہم السلام سردار جوانان بہشت ہیں

مسلمانان اہلکیش کی نافرمانی اور اولٹی کارروائی

جنابؐ رسول مقبول نے تو زیارت علی کو عبادت میں داخل کیا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ کے ساتھ حق عبادت اس طرح پر بجالایا گیا کہ آپ گرفتار کئے گئے اور آپ کے مکان میں آگ لگانے کا اقدام کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر بیعت نہ کروگے تو تم کو قتل کریں گے دیکھو کتاب الامامیہ والسیاسۃ۔

سبحان اللہ عبادت ہو تو ایسی ہو!!!

جنابؐ رسول مقبول نے تو حضرت علی کی شان میں یہ فرمایا مگر مسلمانان اہلکیش نے اس کی یوں تعمیل کی کہ حضرت علی کی شان میں جامع مسجد میں بمقام دمشق عام طور پر تبرا ہوتا تھا اور خلفاء عباسیہ کے وقت میں بھی حضرت علی پر علانیہ سب ہوتا تھا دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۶۹۔ اور فیصلہ مصدورہ ۱۸۶۶ء مطبوعہ ہائکورٹ رپوٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۳

نعوذ باللہ من ذالک

پس مسلمانان اہلکیش نے کیا اچھی ترقی کی کہ اپنے رسول کو گالی دینے لگے۔

جنابؐ رسول مقبول اپنے پیارے نواسوں کو سردار جوانان بہشت فرماتے تھے مگر مسلمانان اہلکیش نے سردار اول کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ وہ زہر دغا سے شہید کئے گئے اور جب اُن کی نعش مبارک کو پہلوے جناب رسول میں دفن کرنا چاہا تو حضرت بی بی عائشہ مزاحم ہوئیں اور جدال وقتال کی نوبت پہنچی اس لئے سردار مظلوم گورغریباں میں بمقام بقیعہ دفن ہوئے دیکھو تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۶) حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن

ترجمہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

(۷) اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ

دیکھو سوانح عمری جناب امیر علیہ السلام صفحہ ۳۸۷

ترجمہ:- میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیز چھوڑے جاتا ہوں یعنی کتاب خدا اور اپنی عترت کو

مسلمانان اہلکیش کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

اور سردار دویم کے ساتھ تو مسلمانان اہلکیش نے وہ کیا جو کوئی کافر بھی نہ کرتا یعنی اُن کا سر مبارک کاٹ کر نیزہ پر چڑہایا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے اور اس طرح اپنے سردار کی سرداری نباہی!! الامان الحفیظ

جناب رسول مقبول نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں لیکن ہزار افسوس کہ جب اسی پیارے حسین مظلوم کا سر مبارک یزید پلید کے سامنے لایا گیا تو اس شقی نے ایک چھڑی سے لب و دندان مبارک امام حسین علیہ السلام کو کھولا اور کہا کہ کیا اچھے لب و دندان حسین ہیں اسپر ایک شخص چلا اُٹھا کہ اے یزید جلد اس چھڑی کو اُٹھالے کہ مین نے بارہا دیکھا تھا کہ جناب رسول مقبول اسی لب و دندان کے بوسے لیتے تھے۔

دیکھو روضۃ الشہدا صفحہ ۴۰۳ اور مسٹر امیر علی کی اسپرٹ اف اسلام صفحہ ۴۸۵۔ اگر اسوقت جناب رسولخدا اپنی آنکھ سے اس واقعہ کو دیکھتے تو عیاذاً باللہ اہلکیش کے اسلام پھیلانے سے کس قدر خوش ہوتے!!!

حضور پر نور نے دو امانتیں چھوڑیں ایک کتاب خدا اور دوسری عترت طاہرہ کتاب خدا کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ حضرت عثمان نے بہت سے کلام پاک جلوا دیے دیکھو تذکرۃ الکرام صفحہ ۲۳۷

اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ آپ چند جلدیں مرتب کر چکے تھے اسلئے اور سب اوراق کو جلوا دیا تو میں کہونگا کہ جس قدر کلام پاک تھے وہ کلام خدا اور امانت رسول تھے

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۸) اَکْرِمُوا اَوْلَادِی الصَّالِحِیْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحِیْنَ لِی

ترجمہ:۔ تعظیم کرو میری اولاد کی صالحین کی خدا کے لئے اور گنہگاروں کی میری خاطر سے

مسلمانان الیکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

اس امانت کے نقصان اور ضائع کرنے کا حضرت عثمان کو کیا حق تھا اس سے بڑھ کر امانت میں خیانت کیا ہوگی کہ خود جلوا دیا

ولید نے بھی کلام پاک کی بڑی بے حرمتی کی یعنی اس کے طرف تیر چلایا۔ دیکھو روضۃ الصفا

اور دوسری امانت جو رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم چھوڑ گئے تھے اس کے ساتھ مسلمانان الیکشن نے جو سلوک کیا اس کو بیان کر چکا ہوں اس جگہ صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں ؎

مشہد میں کربلا میں نجف میں مدینہ میں — بکھرے گل ریاض پیمبر کہاں کہاں

مسلمانان الیکشن نے جو سلوک ساتھ فرزندان خاص جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جو درجہ امامت پر فائز تھے کیا وہ مختصرا لکھا جا چکا اب عام اولاد کے ساتھ جن کی تعظیم کے لئے حضور نے اپنا واسطہ دیا تھا یہ سلوک کیا گیا کہ تین مرتبہ ان کا قتل عام ہوا یہاں تک کہ اپنے علم میں ظالموں نے اولاد رسول میں ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا چنانچہ ایک قتل عام ۶۴۵ھ ہجری میں معتصم باللہ کے زمانہ میں ہوا کہ جس میں کل شیعہ قتل کر دے گئے اور اس شقی نے ایک عام اشتہار دیا کہ سنی لوگ شیعوں کو بے خوف و خطر لوٹیں اُن کے گھروں کو مسمار کر دیں ان کی زراعت کو پامال کریں اور ان کی عورتوں اور لڑکوں کو لونڈی غلام بنائیں ! الامان الحفیظ

دیکھو مسٹر امیر علی کی کتاب اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۶۱

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

۹ اَلتَّعْزِيَةُ ثَوَابُ الْجَنَّةِ

ترجمہ :- تعزیت کرنے سے جنّت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰) مَنْ عَادَ مَرِيْضًا فَلَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ

ترجمہ :- جو شخص عیادت کرے مریض کی تو اُس کے ہر قدم پر اپنے گھر واپس آنے تک ستر ہزار ثواب ملتے ہیں۔

مسلمانانِ اہلکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

العرض مسلمانانِ اہلکیش نے حضور پر نور رسولِ مقبول کی وصیّت کی کیا اچھی تعمیل کی اور حضرت نے جو خدا کا اور اپنا واسطہ دیا تھا اس کو کیا خوب نباہا۔

یہ امر محتاجِ بدلیل نہیں ہے کہ جب کسی گھر میں کوئی حادثہ یا غمی واقع ہو تو اس کے اہل کو پرسا دینا چاہیئے اور دل دہی کرنا چاہیئے مگر ہزار افسوس کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُن کے اہلبیت کے ساتھ بجائے تعزیت یعنی پرسا دینے کے یہ بیرحمی کی گئی کہ جس خیمہ میں عورتیں اور بچے تھے اس میں آگ لگا دی گئی اور شب بھر اہلبیت اسی میدان میں اسیر رہے اور جب دشمنوں کا لشکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا تو بنظرِ ایذا دہی اہلبیت کے مخدراتِ حرم کو قتل گاہ کی طرف سے لے گئے اس وقت ان خواتین کو اپنے اپنے پیاروں کو فرشِ خاک پر خوابِ عدم میں سوتے ہوئے دیکھ کر جو صدمہ پہنچا ہوگا وہ بیان سے زیادہ قابلِ خیال ہے پس اہلبیت رسول کے ساتھ اُن کے غم والم میں رسمِ تعزیت کیا اچھی طرح سے بجا لایا گیا۔!!!

نعوذ باللہ من ذالک

یہ امر بھی محتاجِ دلیل نہیں کہ مریض کی خدمت کرنا فعلِ حسنہ ہے مگر ہزار افسوس کہ فرزندانِ رسول سے مسلمانانِ اہلکیشن ایسے بگڑے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب بستر مرض پر پایا تو بجائے علاج وخدمت کے جس فرش پر آپ لیٹے تھے اس کو کھینچ لیا اور آپ کو طوق وزنجیر میں جکڑ کر کربلا سے کوفہ سامنے ابن زیاد کے لے گئے جہاں اس شقی

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۱ مَنْ شَيَّعَ جَنَازَةً فَلَهُ لِكُلِّ قَدَمٍ يَرْفَعُهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ

ترجمہ جو شخص کسی جنازہ کی شایعت کرتا ہے تو اسکو ہر قدم پر سو ثواب ملتے ہیں

۱۲ مَنْ أَكْرَمَ غَرِيبًا فِي غُرْبَتِهِ أَوْ نَفَّسَ غَمَّهُ أَوْ أَطْعَمَ أَوْ سَقَى شَرْبَتَهُ أَوْ ضَحِكَ فِي وَجْهِهِ فَلَهُ الْجَنَّةُ

ترجمہ جو اکرام کرے غریب مسافر کا اس کی مسافرت میں یا غم اُسکا غلط کرے یا کھانا کھلائے یا ایک گھونٹ پانی پلائے یا اس کی سامنے بشاشت ظاہر کرے تو اس کے لئے جنّت ہے۔

مسلمانان الکیشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

نے آپ کے قتل کا حکم دیا دیکھو روضتہ الشہدا۔
العرض فرزند رسول کی کیا خوب عیادت اور خدمت کی گئی

یہ امر بھی محتاج بہ سند نہیں کہ مذہب اسلام نے احترام نعش مسلمانان کو فعل حسنہ سمجھا ہے مگر ہزار افسوس کہ نواسہ رسول اور دیگر شہدا کربلا کی نعش ہائے مقدس میدان کربلا میں بے دفن وکفن چھوڑ دی گئی اور کسی کو اتنی توفیق نہوئی کہ جنازہ ترتیب دیں اور اس کی شایعت کریں یا اُن غریبوں کی قبریں بنا کر دفن کر دیں آخر قوم بنی اسد نے ساتھ امام زماں کے چند روز کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام اور شاہزادگان علی اکبر وعلی اصغر علیہم السلام کو علحدہ علحدہ قبروں میں دفن کیا اور بقیہ کل شہدا راہ خدا کی لاشوں کو ایک جگہ گنج شہیداں میں دفن کیا۔

یہ امر بھی ظاہر ہے اور محتاج بہ ثبوت نہیں کہ مہمان اور غریب الوطن کی خاطرداری اخلاق کے اچھے کاموں میں سے ہے مگر ہزار افسوس کہ الکیشن کے تعلیم یافتہ مسلمان ایسے نکلے کہ زمانہ جاہلیت تک کی حمیت انہیں باقی نہ رہی چنانچہ مشہور ہے کہ جب حضرت مسلم علیہ السلام کو ابن زیاد نے شہید کیا تو حضرت کے دو معصوم بچے نو دس برس کے سن کے محبس میں بھیجدیئے گئے وہاں کے افسر نے ترس کھا کر انکو محبس سے نکال دیا وہ یتیم وغریب اُفتاں خیزاں ایک درخت کی آڑ میں جا چھپے اتفاقاً وہاں ایک عورت پانی بھرنے کو آئی اس نے ان معصوموں کو دیکھ کر ترس کھایا اور اپنے گھر لائی اس

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(۱۳) اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ

ترجمہ طلب کرو علم اگرچہ وہ چین میں ہو

مسلمانانِ الکشن کی نافرمانی اور الٹی کارروائی

کی بی بی مومنہ دوستدار اہلبیت تھی اُس نے ان معصوموں کو اپنے گھر میں جگہ دی اور مہمان بنایا شب کے وقت اُس کے شوہر نے جو دشمن اہلبیت تھا بچوں کی آہٹ پاکر اس گھر میں گیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اُن بچوں نے اُس کو دوستدار سمجھ کر کہا کہ ہم پسران مسلم ہیں یہ سنکر وہ شقی غضبناک ہوا اور بچوں کے رخساروں پر طمانچے لگائے اور رسی میں دونوں کے ہاتھ باندھ کر پلنگ میں باندھ دیا اور صبح کو دریائے فرات پر لیجا کر قتل کرنا چاہا بچوں نے نمازیں پڑھیں بعدہ اس شقی نے بڑے بھائی کا سر قلم کرکے جسد اطہر اُسکا دریائے فرات میں ڈال دیا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا سر گود میں لیکر مُنہ سے مُنہ ملنے لگا اسی عالم میں چھوٹے بھائی کے سر کو بھی اس مردود نے قلم کرکے نعش کو دریا میں پھینک دیا آخر دونوں نعشیں نکالی گئیں اور دونوں معصومونکا ایک روضہ بنا جو اب تک مسیّب میں موجود ہے دیکھو روضۃ الشہدا صفحہ ۲۷۶

الغرض الکشن نے ایسے مسلمان بنائے جو شقاوت اور قساوت میں دنیا بھر کے اشقیا سے گوئے سبقت لے گئے۔

جنابؐ سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بڑے علم دوست تھے مگر حضرت خلیفہ دویم کو علوم سے کچھ ایسی نفرت تھی کہ آپ نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلوا دیا اور اس میں اتنا بھی لحاظ نہ فرمایا کہ اس میں کون کون کتابیں رہنے کے قابل ہیں اور کون کون نہ رہنے کے قابل ہیں بلکہ بلا تحقیق و تفتیش سارے کتب خانہ کو خاک میں ملا دیا اسپر بھی مسلمانوں کا ناز کرنا کہ خلفائے ثلثہ کے وقت میں علوم

احکام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۴ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَنْ ظَلَمَ اَھْلَ بَیْتِیْ اَوْ قَاتَلَھُمْ اَوْ اَغَارَ ھُمْ اَوْ سَبَّھُمْ

دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۳۸۶

ترجمہ:۔ حق تعالیٰ نے حرام کیا ہے جنت کو اس شخص پر جسنے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے قتال کیا یا ان کو برا کہا

وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ

دیکھو کتاب ایضاً صفحہ ایضاً

ترجمہ:۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے وہی بغض رکھے گا جس کو اللہ تعالیٰ آگ میں اوندھا گرائے گا

کی ترقی ہوی کس قدر بے محل ہے

ان حدیثوں کو کبرے اور جس قدر واقعات اوپر تحریر ہوئے اُن کو فرداً فرداً صغری قرار دیکر جو نتیجے نکلیں اُن کو آپ خود نکال لیں میرے لئے زیادہ حد ادب ہے

آپ کا خادم سید علی رضا

محی الدین :- براہ عنایت مجھے یہ ٹیبل عنایت کیجئے کہ میں گھر پر اس کو باطمینان پڑھوں اور نتائج پر غور کروں

علی رضا :- بسم اللہ حاضر ہے۔

یہ کہکر علی رضا نے وہ ٹیبل محی الدین کو دیا اور انھوں نے اسکو گھر لیجاکر پڑھا اور اکثر باتوں کو کتابوں سے ملایا تو واقعات مندرجہ ٹبل کو صحیح پایا تب تو اس کے دل میں بڑی الجھن پیدا ہوئی دو روز کے بعد علی رضا کے مکان پر گیا اور ٹبل واپس کیا۔

علی رضا :- کیوں بھائی آپ نے ٹبل ملاحظہ کیا

محی الدین ہاں بھائی میں نے بغور دیکھا

علی رضا :- کیوں بھائی محی الدین تم تو الیکشن کے نتائج کے فیکٹ اور فیگر سے بحث کرتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ کیا نعوذ باللہ تم کو اس فیکٹ پر ناز ہی کہ رسول مقبول تو ہودت اقربا کے لئے وصیت اور التجا کر گئے تھے لیکن دو تین ہی روز بعد انتقال آپ کے اس وصیت کی یہ تعمیل ہوئی کہ آنحضرت کی پیاری بیٹی کے گھر میں آگ لگائی گئی یا آگ لگانے کا اقدام کیا گیا ؟

اور کس نے ایسا کیا ؟ بانی الیکشن نے !!

کیا تمکو اس فیکٹ (واقعہ) پر ناز ہے کہ جناب رسول مقبول کا لخت جگر (حضرت امام حسن علیہ السلام) اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہونے نہ پایا اور اس کی نعش اطہر پر تیر برسائے گئے ۔؟

اور یہ کس کے حکم سے ؟ الیکشن کے بڑے حضور کی صاحبزادی کے حکم سے !!

کیا تم کو اس فیگر پر ناز ہے کہ جنگ صفین میں ستر ہزار مسلمان جناب امیر علیہ السلام خلیفہ وقت اور نائب رسول سے جنگ کرنے کو آئے تھے اور اُن میں ہر ایک حضرت علی کا سر کاٹنے کے لئے کمر بستہ تھا۔ دیکھو سوانح عمری حضرت علی ابن ابی طالب صفحہ ۲۴۔

اور یہ کس کے حکم سے؟ ایکشن کے چھوٹے حضور کے بھتیجے کے حکم سے!! کیا نعوذ باللہ تم کو یا کسی مسلمان کو اس فیگر پر ناز ہے کہ معرکۂ کربلا میں دو لاکھ شامی اور کوفی خاندان رسالت کو ایک دم تباہ اور برباد کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے اور سبھوں نے اپنے جانتے اُس خاندان پاک کو نیست و نابود کر دیا تھا یعنی اس حبیب خدا کے نور العین حضرت امام حسین کو اور ان کے بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے حتیٰ کہ بے زبان شیر خوار لڑکے کو بے جرم و گناہ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا تھا؟ اور یہ کس نے یا کس کے حکم سے؟ الیکشن کے چھوٹے حضور کے پوتے اور حضرت معاویہ کے صاحبزادے بلند اقبال فخر خاندان کے حکم سے!!

کیا خدا نخواستہ تمکو یا نعوذ باللہ کسی مسلمان کو اس مسلمانی اور اس وسعت ملک پر ناز ہے کہ حبیب خدا اشرف انبیا صاحب قاب قوسین افضل المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین کی نواسیاں اور بہوئیں اور پوتیاں بے جرم و خطا اسیر ہو کر سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے قادسیہ اور تکریت اور وادی نخلہ اور موصل اور ارض نصیبین اور حلب اور عسقلان اور بعلبک وغیرہ ہو کر سارے ملک شام میں دمشق تک پھرائی گئیں اور بیس دن تک زندان شام میں مقید رہیں لیکن کسی نے

اُن غریبوں پر اتنا ترس نہ کھایا کہ اُن بیکسوں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑاتے
اسی کے ساتھ ساتھ خیال کرو کہ اسی حبیب پاک کے اس نواسہ کا سر جس کو آپ
اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے اور جس کو حسین منی وانا من الحسین فرماتے تھے
ظالموں نے نیزہ پر چڑھایا اور اسی طرح شہر بشہر دیار بدیار لے گئے اور
ایسا سخت واقعہ کس کے ہاتھ سے اور کس کے حکم سے ہوا؟
مسلمانوں کے ہاتھ سے اور حضرت معاویہ کے صاحبزادے کے حکم سے!!
اب یہ بات نہایت غور کی قابل ہے کہ عرب کی حمیت مشہور ہے۔ پھر کیا وجہ
ہوی کہ ایسے شدید واقعات پر سارے عراق عرب اور سارے ملک سیریا
یعنی شام کے مسلمانوں نے ایسی بے اعتنائی کی کہ رسول زادیاں اسیر ہوئیں اور
رسول خدا کے نواسہ کے سر مبارک کی تشہیر ہوی مگر سارے عراق اور شام کے
الیکشن والے مسلمان مُنہ دیکھتے رہ گئے! اور کسی نے ان اسیروں کو ظالموں
کے پنجے سے نہ چھوڑایا!!! اگر کسی نے کچھ کیا تو صرف اتنا کیا کہ اشقیا رکوفہ و شام
کو اپنے شہر میں ٹھہرنے نہ دیا۔
میرے نزدیک اس حسرتناک بے اعتنائی کی وجہ تو ظاہرا یہی معلوم ہوتی ہے
کہ الیکشن کے تعلیم یافتہ مسلمان تو جانتے تھے کہ اُن کے پیشوا اور رہبر وارین
یعنی الیکشن کے منجھلے حضور ان اسیروں کی ماور گرامی کا گھر جو خاتون جنت
کہلاتی تھیں اپنے دست مبارک سے جلا چکے تھے پھر ان کی بیٹیاں بہوئیں
پوتیاں اسیر ہوئیں تو کیا وہ کیوں حمایت کرنے لگے یا ان کو چھوڑانے لگے؟
بھائی محی الدین تم خود غور کرو کہ اگر ایسا سبق ملا ہوتا تو ممکن تھا کہ رسول اللہ

کی نواسیاں اور پوتیاں یوں دیار بدیار سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل پھرائی جائیں اور کسی شہر میں یا کسی دیار میں کسی مسلمان کو حمیت عرب یا جوش اسلام نہو؟

کیا اس وقت ممکن ہے کہ زار روس خدا نخواستہ حذانخواستہ سلطان المعظم عبدالحمید کی لونڈیوں کو اسیر کرکے ماسکو وغیرہ مسلمان شہروں میں تشہیر کرے اور اسی کی رعایا ان شہروں کی اسکو گوارا کریں اور چپ چاپ تماشا دیکھیں؟

اسلیے میں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے نزدیک میرا قیاس غلط ہے تو برائے خدا تم بتلاؤ کہ اس حسرتناک اور افسوسناک بے اعتنائی کی کیا وجہ ہے تم تو فیکٹ اور فیگر پر بہت ناز کرتے ہو پھر یہ کیسا فیکٹ ہے اور یہ کیسا فیگر ہے کہ رسول خدا کے نواسے کا سر اور اس رحمۃ للعالمین کی نواسیاں بہوئیں اور پوتیاں اسیر ہوکر شہر بشہر دیار بدیار پھرائی گئیں اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کوس کے لاکھوں مسلمان الکشن کی تعلیم یافتہ منہ دیکھتے رہ گئے اور کسی نے کچھ نہ کہا!!!

بھائی محی الدین بڑی لیبرری اس شہر میں موجود ہے جاؤ اور سب ملک کی تواریخ دیکھ جاؤ دیکھو تو کہ حضرت آدم سے لیکر اس وقت تک کسی ملت مذہب قوم قبیلہ فرقہ تعلیم یافتہ جنگلی وحشی صحرائی دریائی کوہستانی گورے کالے نے ایسا اندھیر کیا ہے کہ اپنے مذہب کے پیشوا یا پیمبر یا ولی یا پیر یا گوروکی عورتوں یعنی نواسیوں اور بہوؤں اور پوتیوں کو اس طرح پر ذلیل کیا ہے یا انکو شہر بشہر دیار بدیار پھراکر تشہیر کیا ہے؟

ہزار افسوس کہ دنیا کی تواریخ میں یہ واقعہ نرالا ہے اور اس کا کریڈٹ

(ناموری) صرف الیکشن والے ہی سلمانوں نے حاصل کیا ہے !!

ایک معاملہ جناب سید الشہدا علیہ السلام کے سر مبارک کا ہے کہ کہاں کہاں

پھرایا گیا اور کہاں کہاں رکھا گیا اور پھر اسکے ساتھ کیسی کیسی بے ادبیاں

کی گئیں یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جسد اطہر کے ساتھ کربلا میں

دفن ہوا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں دفن ہوا اور بعض کہتے ہیں

کہ دمشق میں دفن ہوا۔

جسد اطہر اس مظلوم غریب الوطن کا چند دن تک میدان کربلا میں بے غسل و

کفن پڑا رہا اور بعدہ قبر نصیب ہوئی جسد اطہر اور سر مبارک کے حالات کو ایک

شاعر نے بزبان حال سر مبارک کی زبانی اسطرح پر نظم کیا ہے اس میں شاعر

نے صرف اس قدر شاعری کی ہے کہ سر مبارک کے حالات کو سر مبارک کی زبانی

بیان کیا ہے سوائے اس کے اور مطلق شاعری یا مبالغہ نہیں ہے۔ بلکہ

بالکل سچے واقعات نظم ہوئے ہیں اور ہر ایک مصرعہ روایات صحیحہ سے

ثابت ہے۔

کٹا عاشور کو پیاسا گلا حضرت کا خنجر سے
رہی سر کو جدائی تا بہ چہلم جسم اطہر سے

پس از رنج و مصیبت چھوٹ کر قید ستمگر سے
سر و تن جب ملے سرور کے تب تن نے کہا سر سے

کہ بے گور و کفن افتادہ تم بن ہمنوں ہیں ہم

خبر ہے کچھ کہ اسواروں نے روندا ہمکو زیر سم
فلک سے صبح تک گرتے تھے شب کو ٹوٹ کر انجم

وہ دن کی دھوپ وہ آندھی نیا جا ہم
کہو اب سر گذشت اپنی کہاں تھے کس طرح تھے تم

وہاں آرام و آسایش تھی یا رنج و محن میں تھے

کبھی راحت بھی پائی یا اُٹھائے جور بیدرداں   کبھی تھے سنگدل یا کوئی گوہر بین جوہر داں
مدد کرنیکو آئے تھے کسی دُکھ میں شہ مرداں   کہا سر نے کبھی تھے ہم سر نیزہ پہ سرگرداں
کبھی لٹکے ہوئے تھے بال دست تیغ زن میں تھے

لکانوں سے کبھی صدمے اُٹھائے ہم نے نیزوں پر   کبھی پتھر لگا زخمی ہوئی پیشانی انور
کبھی رستے سے خولی لیگیا تھا ہمکو اپنے گھر   کبھی ہم راکھ میں آلودہ تھے تنور کے اندر
کبھی ہم سامنے ظالم کے سونیکے لگن میں تھے

سر نیزہ عجب گردش میں زیر چرخ گرداں تھے   پہاڑ و دمن میں کبھی تھے گاہ باہین بیاباں تھے
کوئی دم تھی نہ آسایش کبھی یاں تھے کبھی واں تھے   نئے گھر میں کبھی تنبیر کے ہم شب باش مہماں تھے
اسیروں کے کبھی نزدیک زندان کہن میں تھے

کبھی تھے چاند سے ہم شام کے لشکر کے بادل میں   گذر جاتے تھے ہم پر سیکڑوں دُکھ درد اک پل میں
کبھی دیہیں کبھی شہروں میں تھے اور گاہ جنگل میں   کبھی ہم چھپ کے ہو کر بند صندوق مقفل میں
کبھی قرآن تلاوت کرتے تھے اہل سخن میں تھے

کبھی اپنی مصیبت پہ تھے چشموں سے گہر ریزاں   کبھی تھی چہرہ پر خوں پہ گرد پائے شبدیزاں
چلی جاتے تھے زنداں تک کبھی اُفتاں کبھی خیزاں   کبھی قندیل ساں تھے ہم در حاکم پہ آویزاں
کبھی اپنی سکینہ لاڈلی کے پیرہن میں تھے

کبھی ہم راہ میں لٹکائے جاتے تھے درختوں پر   چھڑی رکھی کبھی ظالم نے ان ہونٹوں پہ ہنس ہنسکر
محل میں ہند کے شب باش تھے ہم اور کبھی باہر   کبھی پوشیدہ و پنہاں رہے ہم خوان کے اندر
کبھی ہم آشکار اہل حرم کی انجمن میں تھے

کیوں بھائی محی الدین جس نواسے کو جناب رسول مقبول حسین منی وانا من الحسین فرمائیں جس پارہ جگر کو حضور لحمک لحمی و دمک دمی کہیں اس کا سر مبارک مسلمانوں کے ہاتھوں سے نیزہ پر چڑھایا جائے اور یوں تشہیر کیا جائے اور ایسی مسلمانی پھیلنے پر ناز کیا جائے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اسلام گر یہی ہے تو اسلام کو سلام!!!

واللہ ایسے مسلمانوں کو جو اپنے رسول کی عترت پاک کو یوں ذلیل کریں ان کو ہم آدمیوں سے بدتر کیا کہیں ایسے مسلمان تو سگ و خوک سے بدتر ہیں!

اور بھائی ایسا اسلام اگر اسپین اور پرتگال کیا معنی تو اسکو نیا اور تو از بنلا بلکہ یونائیٹڈ اسٹیٹ اور برزیل تک پھیلا تو ہمکو کیا! ہم تو نسٹ گئے!!!

اتنا کہنا تھا کہ علی رضا اور محی الدین کو ایسی رقت طاری ہوئی کہ دونوں کو ہچکیاں بندھ گئیں اور گفتگو موقوف ہو گئی۔

دوسرے دن محی الدین علی رضا کے گھر پر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر باتیں شروع ہوئیں محی الدین نے شب بھر میں سوچ کر یہ پہلو نکال رکھا تھا کہ ان شدید واقعات کا انکار تو ہو نہیں سکتا اس لئے مناسب ہے۔ کہ اس کا مظلمہ یزید کے سر پھینکو کہ پھر الیکشن کے نتائج کا برا پہلو باقی نہ رہے اس لئے۔

محی الدین مگر یہ افعال قبیحہ تو یزید اور اس کے لشکریوں نے کئے ہیں ان لوگوں کو تو ہم بھی کافر کہتے ہیں۔

علی رضا: جزاک اللہ! میں یہی بات آپکے منہ سے کہلانا چاہتا تھا۔

یعنی اب خود آپ کے قول سے ثابت ہوا کہ ایلکشن نے لاکھوں مخلوق خدا کو مسلمان بنایا کافر ہونے کے لئے! واہ رے ایلکشن اور واہ رے تیری تعلیم اور اس پر واہ رے مسلمانوں کا ناز!!!

بھائی خدا کے لئے غور کرو کہ اگر کوئی سپاہی پھکیت کا استاد لوگوں کو فن حرب وضرب یعنی شمشیر زنی نیزہ بازی تیراندازی سیکھاتا ہے۔ لیکن اس کے تعلیم یافتہ شاگرد سیکڑے پچاس ڈاکو رہزن ہو جاہیں رات دن ڈاکہ دیں لوگوں کو لوٹیں ماریں ستائیں اور بعد حبس دوام بعبور دریائے شور ہوں۔ تو کیا تم کہو گے کہ اس استاد کی تعلیم کا نتیجہ کیا اچھا ہوا۔؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر سیکڑے پچیس بھی اُس کے تعلیم یافتہ ایسے خراب نکلیں تو کوئی عاقل اس استاد کی تعریف نہ کرے گا۔ اور نہ کوئی شریف آدمی اپنے لڑکے اس پھکیت سے تعلیم کرائے گا۔

اور اگر وہ استاد صاحب خود بھی دو ایک مرتبہ ڈاکہ دے چکے ہوں۔ اور کبھی کبھی اپنے شاگردوں کو بھی ساتھ لیتے گئے ہوں۔ تو ان کی تعلیم بجائے تحسین کے سزاوار صد نفرین کی ہو گی۔

اسی سے قیاس کر لیجئے کہ جب ایلکشن اسکول کے تعلیم یافتہ ایسے اشخاص نکلے جنکو آپ بھی کافر کہتے ہیں تو پھر ایلکشن کے نتیجہ کو کیونکر پسند کر سکتے ہیں؟
علاوہ اس کے یہ تو فرمائے کہ آخر یزید کس کا بیٹا تھا؟ اُس کا آبائی مذہب کیا تھا کیا وہ ایلکشن کے احاطہ سے باہر تھا؟ کیا وہ ایلکشن کے چھوٹے حضور کا پوتا نہ تھا کیا وہ اور عبیداللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد اور شمر ذی الجوشن اور سارا

لشکر کوفہ و شام جو معرکہ کربلا میں خاندان رسالت کی بیخ کنی کے لئے موجود تھا سنی مذہب نہ تھا؟ کیا سب کے سب بانی ایلکشن یعنی حضرت عمر ابن خطاب کو اپنا ہادی دارین اور پیشوا انہیں سمجھتے تھے؟ اس جواب سے محی الدین کے آئے حواس جاتے رہے اور دل میں کہنے لگا کہ واہ مادر چہ خبا لیم و فلک در چہ خیال! رات بھر میں جو بات سوچ کر نکالی وہ یوں کٹ گئی ایک گھنٹہ تک پھر سر جھکائے ہوئے سوچتا رہا آخر سوچ ساچ کر ایک بات نکالی

محی الدین یہ تو سب صحیح ہی مگر واقعہ کربلا تو بعد خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ہوا پھر سب کا الزام آپ ایلکشن کی تعلیم پر کیوں دیتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی خلافت میں اُس تعلیم کے اثر کو کیوں نہ مٹایا؟ پھر ہمارے خلفاء ایلکشن پر سارا الزام کیوں دیا جاوے گا؟

علی رضا۔ ماشاءاللہ چشم بد دور البتہ بات تو سوچ کر خوب نکالی لیکن شاید آپ میری بات بھول گئے ہیں نے کہا نہ تھا کہ خلافت ظاہری حضرت کو کب ملی حضرت کو خلافت ظاہری اسوقت ملی جب خاندان رسالت کے مٹا دینے کا میگزین تیار ہو چکا تھا یعنی معاویہ کو ملک شام میں پوری طاقت حاصل ہو چکی تھی اور جناب امیر علیہ السلام کی اوقات اس موروثی دشمن خاندان رسالت کے ساتھ جنگ میں زیادہ صرف ہوئی اس لئے پانچ برس کی خلافت میں آپ اُن نتائج ایلکشن کو کہ جو مضبوط جڑ پکڑ چکے تھے دفع نہ کر سکے۔

اور یہ جو تم نے سوچ کر بات نکالی ہے کہ حضرت علی السلام نے ایلکشن کی

تعلیم کو اپنے زمانہ میں کیوں نہ مٹایا اور صرف بیچارے خلفاءِ ثلثہ پر الزام کیوں دیا جائے گا اس سے تو میری دلیل اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے یعنی تم خود کہ چکے ہو اور ناز کرتے ہو کہ یہ لوگ ایلکشن کے بنائے ہوئے مسلمان تھے تب ایلکشن نے ان کو اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے اعتنائی اور مخاصمت کی ایسی تعلیم دی اور وہ تعلیم ان کے دلوں پر ایسی نقش کالحجر ہو گئی کہ ایک ولی خدا کے مٹائے سے بھی نہ مٹی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام یہ کبھی نہ کہتے ہوں گے کہ تم لوگ میری بیٹیوں بہوؤں پوتیوں کو اسیر و ذلیل کیجیو وہ کبھی یہ نہ کہتے ہوں گے کہ تم میرے بیٹے کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھائیو وہ تو جب کہتے ہوں گے تو یہی کہتے ہوں گے کہ ہم لوگ تمہارے رسول کی آل ہیں، ہماری تعظیم کرو ہمارا اکرام کرو اور بموجب وصیت جناب سرور کائنات کے ہم سے مودت رکھو مگر ہزار افسوس کہ ایلکشن والے مسلمانوں نے ایک نہ سنا اور ایسا کام کر گئے جو کسی کافر نے نہ کیا تھا۔ اس لئے جب اُن کے مسلمان ہونے کا اور ان میں مسلمانی پھیلنے کا کریڈٹ ایلکشن کو ہے تو اُن کے کفر کا کریڈٹ سوائے ایلکشن کی تعلیم کے اور کسکو ہوگا؟ میں پوچھ چکا ہوں اور پھر پوچھتا ہوں کہ کس نے اور کس تعلیم نے دو لاکھ آدمیوں کو ایسا مسلمان بنایا کہ ان کو کافر ہونے میں کچھ باک نہ ہوا اور کس تعلیم نے عراق اور شام کے لوگوں کو ایسا مسلمان بنایا کہ ان میں ایام جاہلیت کی حمیّت تک باقی نہ رہی یعنی نبی کا کنبہ اسیر و ذلیل ہوا اور دیار بدیار پھرایا گیا۔ اور وہ لوگ مُنہ دیکھتے رہے۔ اور کچھ نہ کر سکے؟

پھر غور کیجئے کہ یزید کو تو آپ امام حسین علیہ السلام پر لشکر کشی کرنے کی وجہ سے کافر کہتے ہیں تب اُسکے والد ماجد امیر معاویہ کو جنھوں نے جناب امیر علیہ السلام پر لشکر کشی کی اور خود بہ نفس نفیس میدان جنگ میں آئے اور جناب امیر علیہ السلام کا سر کاٹ لانے کا انعام مقرر کیا تھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرات بی بی عائشہ طلحہ و زبیر جو ایلکشن کے اعلےٰ طبقہ کے لوگ ہیں مگر خود بہ نفس نفیس میدان جنگ میں بمقام بصرہ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام سے لڑنے کے لئے تشریف لاتے گئے ان کو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ان حضرات کو کس نے ترغیب دی کہ خلاف حکم خدا و رسول اہلبیت سے بجائے مودت کے جدال و قتال پر تل گئے اور اس میں ایسا انہماک کیا کہ خود حضرت بی بی عائشہ عورت ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائیں گویا شوہر خاتون جنت سے جدال و قتال کرنا مذہبی کام تھا۔ اور عیاذاً باللہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بجائے محبت و مودت قربےٰ کے اُن سے جدال و قتال کو کہہ گئے تھے!!!

اگر یہ لوگ تابع ایلکشن مسلمان تھے اور اس سے تم کو انکار نہیں کہ یہ تبع تابعین تھے تب تم کو ماننا ہوگا کہ ایلکشن کا نتیجہ ایسا ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انتقال کے پچیس ہی برس کے اندر اعلےٰ طبقہ کے مسلمان بجائے مودت کے آل رسول سے جدال و قتال کرنے لگے اور عوام میں دو لاکھ مسلمانوں کا ایسا رسالہ تیار ہو گیا جس نے نفس رسول اور پارہ نور رسول (انا و علی من نور واحد) سے جنگ کرنے اور اسکا

خون بہانے کو کار خیر سمجھا!! لاحول ولاقوۃ الا باللہ!!!

کیا بھائی تم کو اس فیکٹ اور فیگر پر خواہ نخواستہ ناز ہے۔

محی الدین:۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں میں کہتا ہوں کہ واقعہ کربلا تو بہت بڑا ہولناک اور حسرت ناک واقعہ ہوا لیکن جنگ جمل تو اتفاق وقت سے اور جنگ صفین خطائے اجتہادی سے ہوئے اسکے بعد تو اسلام کیسا چمکتا گیا ہے۔ اس کا کریڈٹ تو اسی ایلکشن کو ملنا چاہیئے۔

علی رضا:۔ قہ قہ قہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت کی سر تابی اور اسکے برعکس کاروائی اور اتفاق وقت اور خلیفہ وقت سے جدال و قتال اور خطائے اجتہادی!! واہ میرے شیر جیتے رہو۔

مگر خیر اس پر بھی میری بات جاتی نہیں یعنی ایلکشن کی شریعت نے یہ تعلیم کی اور ایسے مجتہد تیار کیئے جن کا یہ اجتہاد ہوا کہ رسول خدا لاکھ اپنی عترت کے لئے کہیں لاکھ مودت و محبت و اطاعت کے لئے وصیت کریں تم شوق سے اُن کو مارو لوٹو اُن کا مال کھاؤ سب حلال! رسول خدا کہا کریں کہ انا و علی من نور واحد ہمارا اجتہاد یہ ہے۔ کہ جوان کا سر کاٹ لائے اسکو ایک ہزار درہم انعام!!!

واہ رے ایلکشن اور واہ رے تیرے مجتہد اور واہ رے تیری تعلیم کا نتیجہ!!!

اور یہ جو کہتے ہو کہ بعد واقعۂ کربلا کے جو اسلام چمکا ہے اسکا کریڈٹ اُسی ایلکشن کو دینا چاہیئے یہ خیال خام ہے ایلکشن نے تو بروز عاشورہ اپنے جانتے نور اسلام و ایمان کو مٹا ہی دیا تھا تم خود غور کرو کہ اگر جناب سید

الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام اور اُن کے صاحبزادے قدرت خدا سے بچ نہ جاتے تو سیادت کہاں امامت کہاں نور رسالت کہاں رہتا؟ اور جب نور رسالت نیست و نابود ہو جاتا تو نور اسلام کیا باقی رہتا؟ اس لئے اسلام کے چمکنے کا کریڈٹ ہرگز ایلکشن کو کسی صورت سے نہیں بلسکتا ایلکشن نوروز ایلکشن سے آجتک نور ایمان و اسلام کو مٹانے سے باز ہی نہیں آتا۔ ابتدائے تخت نشینی خلیفہ اول سے تا روز عاشورا جیسے جیسے کار نمایاں ایلکشن اور تبع تابعین ایلکشن نے کئے اور جیسے جیسے رسالے مسلمان کافران کے تیار کئے اس کو ہم بہ تصریح بیان کر چکے اور تم مان چکے ہو۔ اب کچھ عاشورا کے بعد کے کرتوت ایلکشن اور تبع تابعین ایلکشن کے عرض کرتا ہوں

کیوں بھائی محی الدین بعد جاننے واقعات کربلا کے اور جاننے حال اسیری جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے کوئی دل والا بشر گمان بھی کر سکتا ہے کہ اب اس بیچارے مظلوم بے پدر بے برادر پر جو باپ بھائی چچا سب کو کھو کر گوشہ نشین ہو گیا تھا اور جس کا نہ کوئی یار تھا اور نہ مددگار تھا اور جس کو شب روز سوائے گریہ و زاری و ورد و وظائف کے کچھ کام نہ تھا اور جس کی مناجات اور جس کی دعائیں جو صحیفہ کاملہ میں اب تک موجود ہیں ایسی ہیں کہ بعد قران مجید کے شاید ہی کوئی ایسا اثر دار کلام ہو اس پر پھر کوئی ظلم و ستم کرے گا مگر ہزار افسوس اور حیف صد حیف کہ یہ رحیم ابن رحیم کریم ابن کریم غریب ابن غریب امام ابن امام پھر گرفتار ہو کر شام بھیجا گیا!!

جب آپ اسیر ہو کر شام جانے لگے تو جناب زینبؑ خاتون آپ کی پھوپھی ساتھ ہوئیں حضرت عابد نے فرمایا اے پھوپھی اماں آپ ایک مرتبہ تو اسیر ہو کر ہزاروں سختیاں اور مصائب جھیل چکی ہیں اب میرے ساتھ کیوں ہوتی ہیں جناب زینبؑ نے فرمایا بیٹا میرے سوا اب تیرا کون ہے میں نہ جاؤں تو کیا بھائی عباس کو ساتھ کردوں اپنے لخت جگر علیؑ اکبر کو ساتھ کردوں؟ قاسم کو ساتھ کردوں کیا دونوں مرنے والے تیرے بھائی عون ومحمد کو ساتھ کردوں؟ کیا بھائی خود ساتھ جاتے ہیں کہ میں نجاوں؟ الغرض جناب زینب علیہا السلام ساتھ ہوئیں لیکن ہزار افسوس کہ اس امام زادی رسول کی نواسی کو شام کی راہ میں ایک لعین نے ایک بیلچہ مار کر شہید کیا حضرت کی قبر راہ شام میں اب تک موجود ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اب مجھے کوئی بتائے کہ یہ رسول زادی تو مدینہ کی رہنے والی تھیں پھر یہ راہ شام میں کیوں دفن ہوئیں؟ اور ہر ملک کی تواریخ دیکھ کر کہئے تو کہ کسی پیمبر کی امت نے یا کسی مذہبی پیشوا کے تابعین نے سوائے ایلکشن والے مسلمانوں کے ایسا غضب ڈھایا جاہے کہ اپنے مذہبی پیشوا کی نواسی کو شہید کیا ہے! الامان الحفیظ!!

الغرض جب امام زین العابدین علیہ السلام مثیں یزید لائے گئے تو اس نے دیکھا کہ ان میں تو کوئی حالت ہی باقی نہیں ہے یہ کیا بغاوت یا سرکشی کریں گے اس لئے اس وقت تو رہا کردیا لیکن اسیر بھی آپ زہر سے شہید کیئے گئے؟

کیوں بھائی کیا کربلا اور کوفہ اور شام کی مصیبت اس امام زادہ کے لئے کم تھی کہ پھر یہ شہید کئے گئے؟ اور پھر کس کے ہاتھ سے؟ مسلمان کے ہاتھ سے اسی تقریر سے دونوں صاحبزادوں کا دل بھرا ہوا تھا ایسی رقت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ غش آجائے اور جناب زینب علیہا السلام کے کلمات جو حضرت عابد علیہ السلام کو کہے تھے اُسپر تو دونوں بہت روئے اور پھر کچھ بول نہ سکے دوسرے دن علی رضا اس واقعہ حسرت ناک کے بعد مرسلسلہ کلام باقی تھا یعنی بعد اس حسرت ناک واقعہ کے بھی اولاد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم چین سے نہ رہی امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام زہر سے شہید کئے گئے! اور کس نے شہید کیا؟ الیکشن والے مسلمانوں نے پھر حضرت امام موسی ابن جعفر علیہ السلام چودہ برس تک بغداد کے جیلخانہ میں قید رہے اور بعدہ زہر سے شہید ہوئے اور کس کے حکم سے؟

الیکشن کے طبقہ اعلیٰ کے تبع تابعین یعنی خلیفہ ہارون رشید کے حکم سے!!

امام علی رضا علیہ السلام امام محمد تقی علیہ السلام امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام سب زہر سے شہید ہوئے۔!

اور کس نے شہید کیا؟ الیکشن والے مسلمانوں نے۔ کیوں بھائی محی الدین یہ گیارہ امام حجت خدا تھے ان کا خون رسول مقبول کے خون سے ملا ہوا تھا یہ سب جناب فاطمہ زہرا کے پیارے تھے ان کی خلقت اسی نور سے ہوئی تھی جو جناب حضرت عبد اللہ علیہ السلام کے صلب پاک میں تھا پس کیا یہ بڑے شرم کی بات نہیں ہے کہ اگیارہ اماموں میں ایک بھی اپنی موت سے

نہ مراسب قتل کئے گئے!! اور کس کے ہاتھوں سے؟ مسلمانوں کے ہاتھ سے!!
اب آپ فرمائے کہ امام زین العابدین سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک
جب یہ ائمہ طاہرین شہید ہوئے اس وقت یزید کہاں تھا۔
اس وقت کے مسلمان تو وہی الیکشن والے مسلمان تھے جن کی ترقیوں
پر فخر ومباہات کیا جاتا ہے۔ اس وقت تو فرزندان جناب فاطمہ زہرا
علیہا السلام کو انھیں لوگوں نے شہید کیا جو لوگ حضرت خاتون جنت
علیہا السلام کے گھر جلانے والے کو اپنا پیشوا اور ہادی دارین
جانتے تھے اور جن کی کارروائیوں کو اپنے لئے سبق مانتے تھے
اور جن کے قدم بقدم چلنے کو باعث ثواب دارین
سمجھتے تھے

محی الدین لیکن میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے جو ایسے افعال قبیحہ کئے
وہ اپنے نفس امارہ اور وسوسہ شیطانی سے کئے ان کی حرکات کو آپ الیکشن کی
طرف کیوں پھینکتے ہیں؟

علی رضا:۔ یہ اچھی کہی جب لوگوں کے اسلام لانیکا باعث آپ الیکشن کو
گردانتے ہیں تو جو افعال ذمیمہ بنسبت اصول اسلام کے الیکشن والے مسلمان
کریں اس کو الیکشن کے ذمہ نہ لیجئیگا یہ کون انصاف ہے؟
آپ کہتے ہیں کہ الیکشن نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنایا اور ہم کہتے ہیں کہ جنکو الیکشن
نے مسلمان بنایا ان میں بہتیرے آخر میں کافر ہوگئے پس اگر یہ اقول صحیح ہے تو الیکشن کی
اسمیں کونسی سرسبزی ہوئی ہے کیا الیکشن ان مسلمانوں پر ناز کرسکتا ہے جو آخر میں کسی وجہ سے کافر ہوگئے ہیں پس

انصاف یہ ہے کہ اگر لیجئے تو دونوں پہلو ورنہ کچھ نہ لیجئے اگر آپ کہتے ہیں
کہ ان لوگوں نے اپنے نفس امارہ کے وسوسہ سے کفر کیا۔ ایلکشن کا کیا قصور
تو وہ ویسا ہی ہم بھی کہیں گے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اپنے نصیب سے بمقتضائے
فطرت مسلمان ہوئے اس میں ایلکشن کی کون بڑائی کل مولود یولد علیٰ
فطرۃ الاسلام۔

محی الدین:۔ یہ سچ ہے انصاف یہ ہے کہ کریڈٹ اور ڈسکریڈٹ دونوں
لینا چاہئے۔

لیکن ایک بات میں کہتا ہوں کہ معرکہ کربلا کے بعد جب حسینی قافلہ لٹا ہو شہر بشہر پھرایا گیا
اسوقت آپ کے شیعان علی کہاں تھے آپ نے سب الزام سنیوں پر دیدیا ہے
وہ الزام تو شیعوں پر بھی ہو سکتا ہے۔

علی رضا:۔ شیعوں کی کارروائی سے یہاں بحث نہیں مما نحن فیہ تو یہ ہے
کہ آپ کہتے ہیں کہ ایلکشن نے بڑا اچھا کام کیا اور ہم کہتے ہیں کہ کچھ نہ کیا
یہاں غیر ایلکشن والوں سے تو بحث نہیں با ایں ہمہ جن جن شہروں سے
لٹا ہوا حسینی قافلہ گیا ہے وہ سب شہر اوس زمانہ میں ایلکشن والے جن کا نام
ہم بیان کر چکے ہیں مسلمانوں سے بسے اور بھرے ہوئے تھے اور سب معاویہ اور
یزید کے زیر نگیں تھے لیکن جب یہ خبر مشہور ہوئی تو شیعان علی نے ظالموں کا
پورا قلع قمع کیا ہے حضرت مختار ثقفی اور حضرت ابراہیم خلف الصدق جناب
حضرت مالک اشتر علیہ السلام نے ایسا انتقام لیا ہے کہ سب کافروں کو داخل
جہنم کیا ہے چونکہ یہ معرکہ ہماری اور تمہاری بحث سے بالکل علیحدہ ہے اس لئے

تصریح اس کی فضول ہے تمہارا جی چاہے تو کتاب سیئب نامہ یا مختار نامہ پڑھو ابھی میرا سلسلۂ کلام باقی ہے۔

یعنی بعد ائمہ معصومین علیہم السلام کے بھی الکشن اور اس کے تبع تابعین مسلمانوں کی کارروائیاں نہایت خطرناک ہوئیں ہیں سادات بنی فاطمہ کا سہ بارہ قتل عام ہوا ہے ہزاروں سادات بغداد کے گرگ خانہ کی دیواروں میں زندہ چن دیے گئے ہیں خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ نے چند بار چاہا کہ روضہ قدس جناب حضرت علی مرتضیٰ اور شہید کربلا کو نیست و نابود کر دیں دیکھو سیرۃ الفاروق مطبوعۂ لاہور صفحہ ۱۸

مسلمانان الکشن کی بے اعتنائی جناب خاتون جنت علیہا السلام اور ان کی اولاد پاک سے اب تک ہر جگہ عیاں و آشکارا ہے مدینہ منورہ میں جاکر دیکھ لو کہ مسجد نبوی میں غالباً اس گمان سے کہ وہاں خلفاء ثلثہ مدفون ہیں کیسی کیسی تیاریاں ہیں کہ سبحان اللہ کیسے کیسے جھاڑ کیسے کیسے کنول کیسے کیسے فانوس روشن ہوتے ہیں اور کتنے حاجی و زوار کا ہجوم رہتا ہے مگر ہزار افسوس کہ بقیعہ میں جہاں جناب خاتون جنت علیہا السلام کی قبر ہے اور جہاں وہی غریب ابن غریب و مظلوم ابن مظلوم جناب امام حسن علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا مزار ہے وہاں ایک چراغ بھی نہیں جلتا سر شام ہی سے دروازہ بند ہو جاتا ہے!!! اور سو میں ایک بھی سنی حاجی زوار ادھر زیارت کو نہیں جاتے اور اگر کوئی شیعہ وہاں کوئی

چیز نذر کرتا ہے تو اس کو وہاں کے خدام فوراً بیچ کھاتے ہیں۔
اب مجھے کوئی بتائے کہ اگر اُسی الیکشن کی تعلیم کا یہ اثر نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اولاد جناب فاطمہ علیہا السلام سے ایسی اعتنائی ہے؟
یہ بزرگوار بھی تو فرزندان رسول ہیں ان کی تعظیم کے لئے بھی تو رسول خدا وصیت کر گئے ہیں پھر ایک جگہ اور ایک شہر میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟
الغرض تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ بعد انتقال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پارٹی ہو گئی ایک الیکشن کی پارٹی اور ایک اہل بیت کی پارٹی اہلبیت کی پارٹی ہمیشہ معصوم و مظلوم رہی اور الیکشن کی پارٹی ہمیشہ برسر عروج دنیاوی رہے اور اہلبیت کی پارٹی کی بیخ کنی میں ہمیشہ مصروف رہی اور جب جب موقعہ ملا اہلبیت کی پارٹی کو ایذا دیتے اور ستاتے چلے آئی اور چلی آتی ہے۔
ہندوستان میں دیکھ لیجئے کہ ہر محرم میں سادات اور غلامان آل رسول پر کیسے کیسے حملے ہوتے ہیں لیکن ہزار شکر پروردگار عالم کا ہے کہ اُس حاکم حقیقی نے اسوقت ہماری حمایت کے لئے ہمکو ایسا شاہنشاہ عادل یعنی شاہنشاہ ایڈورڈ ہفتم دام سلطنتہ دیا ہے کہ اس کے زور اور قانون کے مقابلہ میں کسی قوی کی مجال نہیں گو اس کی تعداد کتنا ہی زیادہ ہو کسی ضعیف کو گو اُس کی تعداد کتنا ہی کم ہو ستاوے۔
ایسی جہاں پناہ سلطنت میں ہملوگ کس عزت و آبرو سے اوقات بسر کرتے ہیں اور کیسی آزادی سے اپنے مذہبی اعمال اپنے کانشنس کے موافق بجالاتے

ہیں اور جب جب الیکشن والی پارٹی ہمکو دبانا چاہتی ہے تو ہمارے حضور
قیصر ہند کے عادل حکام ہماری حمایت فرماتے ہیں اور جب جب مقدمہ ہوا
تو بلا پاسداری احدے دودھ کا دودھ پانی کا پانی فیصلہ صادر فرماتے
ہیں اور ہمارے مخالفین کا زور چلنے نہیں دیتے اگر خدا نخواستہ ہم لوگ
الیکشن والی سلطنت میں ہوتے تو اب تک پیس دئے جاتے ہم تو کہتے ہیں کہ
جیسا ہم تم سے بول رہے ہیں اسی کی سزا میں دار پر کھینچ دئے جاتے مگر واہ
رے میرا قیصر ہند کہ اس کی سلطنت میں سب لوگ اپنے اپنے کانشنس کے
مطابق اپنے اپنے مذہبی اعمال بجا لاتے ہیں کتابیں چھاپتے ہیں اپنے اپنے
عقائد اخباروں میں شائع کرتے ہیں مگر کسی کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ چون
وچرا کر سکے اس لئے ہم شیعوں کے لئے تو یہ سلطنت نعمت عظمیٰ ہے اس لئے
ہم لوگ سب شیعے قندہار سے منڈلے اور نیپال سے کیمپ کامارن تک کے
رہنے والے دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اس عادل اور مہربان سلطنت کو
ہمیشہ قایم رکھے اور ہمارے حضور قیصر ہند کو طول عمر عطا فرمائے !!
ہم لوگ بارہ سو برس سے کڑیاں جھیلتے اور ایذائیں سہتے سہتے تھک گئے
الہٰی اب ایسا فضل وکرم ہو کہ ہم لوگ اس سلطنت میں چین سے زندگی
بسر کریں اور جمعیت خاطر سے تیری عبادت اور تیرے حبیب کے فرزندوں
سے مودت رکھنے میں مصروف رہیں

محی الدین اب تو بھائی میرے سب جونٹی کے سوالات ختم ہوگئے اور اب
تو میری آنکھوں سے پردہ غفلت اٹھ گیا اب میرے نزدیک یہ بات واضح

اور آشکارا معلوم ہوتی ہے کہ الیکشن اولاد جناب خاتون جنت علیہ السلام
کے ہمیشہ خلاف رہا حتی کہ اس خاندان کی بیخ کنی پر موقع ملا تو کمر باندھ کر
کھڑا ہو گیا اس لئے تم سچ کہتے ہو کہ ایسا اسلام اگر اسپین اور پورچوگل کیا معنی
تو اس کو شیا تک پھیلا تو ہمکو کیا کیونکہ اسلام تو یہ ہے کہ خدا و رسول کو
مانے اور اُن کے احکام کو بجالائے اولاد رسول کے ساتھ مودّت رکھے
ان کی تعظیم کرے پس جس اسلام میں یہ نہیں وہ کچھ نہیں میں ضرور تمہاری
تقریر کو اپنے ہم مذہب دوستوں سے اعادہ کروں گا اور تمہارا ٹبل دکھلاؤں
گا اس کے بعد میرا خیال ہے کہ کوئی شخص اب اُن فیکٹ یا فیگر پر ناز نہ کریگا
لیکن خدا کے فضل سے اس گئے گذرے پر بھی چاروں اقالیم میں نور ایمان
و اسلام قایم ہے پس اگر الیکشن اُسکا باعث نہیں تو پھر اور کیا باعث ہی
علی رضا:- میں کہ چکا ہوں کہ الیکشن نے تو بروز عاشورہ محرم نور ایمان
و اسلام کو گویا ٹھنڈا ہی کر دیا تھا وہ تو محض خدا کی قدرت تھی کہ امام
زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام بچ گئے کہ نور محمدی
دنیا میں قایم رہا ورنہ الیکشن نے تو اسلام کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔
ہاں اب تک چار دانگ عالم میں جو اس نور کا جلوہ دیکھا جا رہا ہے اور
اسلام اپنے اصلی اور سچے نور میں چمک رہا ہے اس کا باعث وہ برگزیدہ
خدا ہے جس نے اصول اسلام کو اپنی گردن کی رگ سے وابستہ رکھا اور
جس نے باغ ایمان کو اپنے طاہر خون سے سینچا اور تمام عالم کو دکھلا دیا کہ
سچے اور خدا کے پیارے بندے اس کی راہ میں کس صبر و استقلال سے

اپنا گھر بار لٹا دیتے ہیں اس مقبول بارگاہ احدیت کا نام نامی یہ ہے ؎

در یگانہ دریائے مجمع البحرین — بخون طپیدۂ کرب و بلا امام حسینؑ

اس فخر روزگار نے دکھلا دیا کہ سچے مسلمان اور اسلام کے سچے حامی اسلام پر داغ آنے کے مقابلہ میں اپنی جان کو جان اور مال کو مال نہیں سمجھتے چنانچہ خود مع اقربا کٹ گئے مگر یہ ننگ گوارا نہ کیا کہ یزید فاسق و فاجر کی جس نے جمیع محاسن اسلام کو ڈبو دیا تھا اور جس نے اس پاک مذہب کو محض ذلیل کر دیا تھا بیعت کریں واقعات کربلا پر نظر غائر ڈالنے سے صاف ظاہر ہو گا کہ اسلام کے جتنے اعلیٰ اصول حق سبحانہ عزشانہ نے قرآن مجید میں قایم فرمائے ہیں اُن سب کو جناب سید الشہدا علیہ السلام نے ایک دن میں اپنی نمایاں کارروائیوں سے چمکا دیا اور مستحکم کر دیا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ اصول دین وحدانیت عدالت نبوت امامت اور معاد ہیں وحدانیت کا سبق آپ نے یوں دیا کہ دنیا ایک طرف تھی اور آپ تنہا ایک طرف تھے اسپر سوائے واحد مطلق کے آپ کسی کو دھیان میں نہ لائے حتیٰ کہ ملائکہ اور اقوام اجنہ کی مدد قبول نہ کی اور دکھلا دیا کہ شیدائے وحدانیت سوائے اس معبود برحق کے اور ہر شئے کو لاشئے سمجھتے ہیں۔

عدالت کی تعلیم یوں فرمائی کہ انصار نیکوکار کو جیتے جی باغ ارم کی سیر کرا دی اور مخالفین بیدین کو ایک نگاہ قہر سے داخل بہ جہنم کیا اور دکھلا دیا کہ بروز محشر صالحین اپنی نیکی کی جزا اور بدکار اپنے اعمال کی سزا پائیں گے۔

نبوت کو یوں ثابت کیا کہ جتنے انبیائے ماسلف گذرے اُن سب بزرگوار نے ایک ایک مصیبت گوارا فرما کر درجات عالی حاصل فرمائے اور خود پروردگار عالم نے

بھی فرمایا کہ ہم تمہارا امتحان مفصلہ ذیل مصائب میں سے صرف ایک میں لیں گے
اور اگر اس پر ثابت قدم رہو گے تو تم میری صلواۃ اور رحمۃ کے مستحق ہو گے تفصیل
اُن کی یہ ہے۔ خوف بھوک۔ مال کی نقصانی جان کی نقصانی پھلوں یعنی اولاد
کی نقصانی۔

قربان ہمت فرزند ختم المرسلین کہ آپ نے سب مصائب میں بیک روز و بیک وقت اپنی
صبر و استقلال کا امتحان دیا یعنی عالم انتہائے خوف میں جس وقت چاروں طرف
دریائے آہن امڈا ہوا تھا اور نیزہ و شمشیر کا نیستان بس گیا تھا تین دن کی
بھوک پیاس میں بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے جو آپ کے ثمرات زندگانی تھے
سب کو نذر خدا کر کے بانفس نفیس بکمال صبر و استقلال سے عین عبادت پروردگار میں
سر کو گلا کٹوا دیا اور عالم غربت میں سارا گھر بار لٹا دیا اور اس امتحان میں
ایسے کامل بر آئے کہ ملایک عرش اعظم کے فخر و مباہات کرنے لگے اور تمام عالم
سے منوا دیا کہ جس خیر بشر فخر بنی آدم کی ذریت ایسی ہو اُس کے افضل المرسلین اور
خاتم النبیین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے اور اسکا عرش اعظم پر جانا اور
قاب قوسین کا درجہ حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

امامت کو یوں ثابت کیا کہ نائب رسول ہونے کے لئے اپنے جوہر ذاتی و
صفاتی سے مقبول بارگاہ احدیت ہونا چاہیے پہلے صوم و صلواۃ صبر و رضا
عبادت و ریاضت محبت و مروت شجاعت و سخاوت صداقت و عدالت
میں پیش خدا اور رسول و ملائکہ مقربین درجہ حاصل کرے تب نیابت رسول کا
حوصلہ کرے

ان اصولوں کو جس تکمیل سے جناب سید الشہدا علیہ السلام نے معرکہ کربلا میں چمکایا شاید دنیا کی تواریخ میں جواب نہیں رکھتا۔

میں چاہتا تھا کہ ہر ایک اصول کے برتنے میں حضرت کی کارروائیوں کو عرض کروں مگر بخوف طوالت مجمل عرض کرتا ہوں کہ جو شخص واقعات کربلا سے واقف ہے وہ بلا تامل کہے گا کہ ان اصول پاک کے برتنے میں جناب سید الشہدا علیہ السلام تمام عالم پر گوئے سبقت لے گئے ہیں ایک امر مروت ہی کو دیکھئے کہ جب کوئی شخص عالم غربت میں کسی آفت میں پھنستا ہے تو اپنے ساتھیوں کو سمیٹے رہتا ہے اور تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے مگر قربان قناعت وصبر واستقلال و مروت حضرت سید الشہدا علیہ السلام کے کہ نویں محرم کو جب راہ امن وامان بالکل بند ہو گئی اور سوائے موت کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو شام کے وقت آپ نے اپنے سب انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ یہ اشقیا صرف میرے سر کے طلبگار ہیں تم سے ان کو کچھ مخاصمہ نہیں پس کیا ضرور ہے کہ تم لوگ میرے ساتھ ورطۂ ہلاکت میں پڑو میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو اور جدھر چاہو چلے جاؤ چنانچہ اکثر کم نصیب لوگ واقعی شب کو ادھر اُدھر چلے گئے مگر بہتر فخر اسمان سعادت وشہادت اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے اور آپ کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام یا نائب رسول وہی ہوتا ہے جو اپنے جوہر ذاتی وصفاتی سے مقبول خدا ہوتا ہے اس عہدہ کے لئے کسی محلہ کے چند خفیف الاوقات لوگوں کا ووٹ محض بے حقیقت ہے۔

قیامت ہر چند معرکہ کربلا برائے خود ایک واقعہ قیامت خیز تھا
مگر جناب سید الشہدا علیہ السلام نے اپنی مستقل کارروائیوں سے ثابت کردیا کہ
دنیا محض فانی اور بے حقیقت چیز ہے اور ہر خیر کے لئے دنیا کی زندگانی دو روزہ
پلک جھپکنے سے زیادہ نہیں ہے اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ آیندہ زندگانی کا
سرمایہ حاصل کرے اگر بشر کی ابتدا اور انتہا اسی دنیاوی زندگی پر ہوتی تو آپ
کو ان مصائب برداشت کرنیکی ضرورت نہ تھی مگر آپ نے اپنے استقلال سے
اپنے تابعین کو بتلادیا کہ یہ دنیا کچھ نہیں ہمیشہ آخرت کی خبر لیتے رہو اور ایسا
کام کر جاؤ کہ جو بروز محشر وہاں کام آئے۔

بھائی محی الدین اب تم اپنے دل میں غور کرو کہ بارہ تیرہ سو برس گذرنے پر تمہارے
بلکہ سب سچے مسلمانوں کے دلوں میں ہمت اور رغبت صبر و استقلال و عبادت
ریاضت مروت شجاعت وغیرہ محاسن مذہب اسلام کے واقعات کربلا سنکر ہوتی
ہے یا واقعات سقیفہ سنکر؟ پس اب تم خود کہو کہ نور ایمان و اسلام واقعہ کربلا
کے سبق سے چمکتا ہے یا الیکشن کے کرتوت سے؟

محی الدین:- اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ واقعات کربلا سے جمہور اسلام
کو صبر و رضا کا اعلی سبق ملا ہے اور ساری دنیا کی عالی خیال لوگ مان گئے کہ
سچے مسلمان مذہبی استقلال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے مگر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ
الیکشن والے مسلمان بھی استحکام اسلام میں کارنمایاں کر گئے ہیں۔

علی رضا:- کہنے کو لوگ جو کچھ کہیں مگر واقعہ یہی ہے کہ جسقدر جنگ وجدال
اور خونریزی مسلمانوں میں ہوئی اسکا باعث وہی سقیفہ کا الیکشن ہے اور ساری

آگ اسی روز کی بھڑکائی ہوئی ہے نہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بناتے نہ یہ
روز سیاہ ہم لوگ دیکھتے یہ البتہ ہے کہ جو بیج حضرت عمر سقیفہ کے روز بو گئے اُسکا
پھل معاویہ نے کھایا اور اس ننگ روزگار نے خاندان رسالت کے ساتھ وہ
کام کیا جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ فرعون نے
محی الدین میں دیکھتا ہوں کہ تم حضرت معاویہ کا نام تحقیر سے لیتے ہو کیا یہ صحابہ
رسول میں سے نہ تھے؟
علی رضا:- بھائی ان کے بارے میں تو ہم کچھ نہ کہیں گے صرف اتنی بات یاد
رکھو کہ ان کے پدر بزرگوار جنکا نام ابوسفیان تھا حضرت رسول مقبول سے برابر
لڑا کئے مادر گرامی آپ کی ہندہ ایسی سنگدل بے رحم تھیں کہ حضرت حمزہ علیہ السلام
کا جگر چاک کر کے کھایا تھا خود ذات شریف حضرت علیؑ کے خون کے پیاسے رہے
اس برگزیدہ خدا پر برسوں لشکر کشی کی آپ کے فرزند دلبند تو ایسے فخر خاندان
ہوئے کہ چراغ امامت کو گل ہی کر چکے تھے وہ تو بڑی خیریت ہوئی کہ جیسے
حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھ سے بچے ویسے حضرت امام زین
العابدین علیہ السلام اس مردود کے ہاتھ سے بچ گئے کہ نور ایمان دنیا میں
قایم رہا ورنہ خاندان امامت و رسالت کا تو خاتمہ تھا پس خاندان رسالت
کے ایسے دشمن ازلی و ابدی کی تعظیم مجھ سے نہیں ہو سکتی اس میں مجھے معاف
رکھو میں تو سمجھتا ہوں کہ جیسے حضرت خیر البشر صلعم کے خاندان پر رحم و کرم
کا خاتمہ ہوا ہے ویسا ہی امیر معاویہ کے خاندان پر ظلم و جور و قساوت کا
خاتمہ ہوا ہے جیسا ایک شاعر نے کہا ہے ؎

دوستان پسر ہند مگر نشنید ند	کہ ازو بر سر اولاد پیمبر چہ رسید
پدر او در دندان پیمبر بشکست	مادر او جگر عم پیمبر بمکید
او بنا حق حق داماد پیمبر بگرفت	پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

محی الدین حضرت علی سے لڑائی تو بوجہ خطائے اجتہادی کے ہوئی تھی نا؟ اس کو آج تک یاد رکھنا اور حضرت کو برا بھلا کہنا صریح تعصب ہے۔

علی رضا:- تمہاری اس تقریر نے ہمیں ایک قصہ یاد دلایا اسی کالج میں ایکروز ایک مولوی صاحب مرزا رفیع سودا کا قصیدہ "اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستاں سے عمل" جو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ہے پڑھا رہے تھے اتفاقاً اس میں ذکر امیر معاویہ کا آگیا مولوی صاحب نے جیسا تم کہتے ہو فرمایا کہ شیعہ لوگ واقعی بڑے متعصب ہیں کہ حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس قدر مخالفت کرتے ہیں حضرت معاویہ اصحاب رسول میں تھے آپ نے حضرت علی سے جو بوجہ خطائے اجتہادی کے جنگ کی ہرگز قابل خیال نہیں ہے اتفاقاً اس وقت اس کلاس میں ایک سنی مذہب لڑکا جو امیر معاویہ کی کارستانی اور پالیسی سے خوب واقف تھا موجود تھا مولویصاحب کی اس گفتگو سے دل میں کمال برہم ہوا مگر غصہ کو ضبط کرکے نہایت متانت سے کہنے لگا کہ شیعہ تو شیعہ ہم لوگ کیا کم متعصب ہیں اور ذرا ذرا سی بات کو کسقدر طول دیتے ہیں حضور ہی غور فرمائے کہ حضرت شیطان رضی اللہ عنہ کیسے مقرب بارگاہ احدیت تھے کہ گروہ ملائکہ میں آپ سب سے ممتاز تھے حضرت سے ذرا سی غلطی اجتہادی یہ ہوئی کہ آپ نے نیک نیتی سے اپنی خلقت کو حضرت آدم کی خلقت پر افضل سمجھکر حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا فقط یہ

یہ واقعہ معلوم کس قدر ہزار برس کا ہے اور غالباً اس کلام روائی ہیں دو چار دس ہیں منٹ سے زیادہ نہ گذرا ہو کا اسپر ہم لوگوں کی یہ زیادتی ہے کہ رات دن اٹھتے بیٹھتے حضرت کو سخت و درشت کہتے ہیں اب حضور ہی فرمائیں کہ یہ تعصب نہیں ہے تو کیا ہے؟ جب مولانا نے یہ جواب ترکی بہ ترکی سنا تو چین بجبیں ہو کر فرمانے لگے کہ میاں تم بڑے بیہودہ ہو کیا واہیات بکتے ہو لڑکے نے کہا کہ حضور ہم نے تو کچھ اور نہیں کہا ہم نے تو صرف اس اصول کی تائید کی جس کو حضور نے کس شد و مد سے بیان فرمایا مولوی صاحب یہ سنکر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے خبردار کسی شیعہ کے سامنے ایسی تقریر نکرنا لڑکے نے کہا کہ میں نے سوائے آپکے اور کسی کے سامنے ایسی تقریر نہ کی ہے اور نہ انشاء اللہ آیندہ کبھی کروں گا فقط

بھائی محی الدین ذرا غور کرو کہ خطائے اجتہادی فروعات میں قابل عفو ہے یا اصول میں کیا کوئی شخص اگر خطائے اجتہادی سے کافر ہو جائے تو اسکو تم روا رکھو گے کسی مذہب میں خطائے اجتہادی اصول میں یا ملکی جرایم میں جائز نہیں ہی اگر کوئی خطائے اجتہادی سے خدا کا قائل نہو رسول کی رسالت پر شک کرے خلیفہ وقت سے جنگ کرے۔ اپنے بادشاہ وقت سے بغاوت کرے تو وہ ہرگز قابل عفو نہیں ہے اب دیکھنا چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام بقول فریقین خلیفہ وقت تھے اسوقت ان کی اطاعت سب پر واجب تھی لیکن امیر معاویہ نے برخلاف اس کے اُن سے جنگ کی اور سنر لڑائیاں لڑے جسمیں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اور خون کے دریا بہے اس کارروائی کو شرعاً قانوناً اخلاقاً کون شخص جائز رکھ سکتا ہے اور اگر جائز کہے تو میں اتنا ضرور پوچھوں گا کہ تب ہزاروں

آدمیوں کا خون جو جنگ صفین وغیرہ میں قتل ہوئے کس کی گردن پر رہا؟

علاوہ اس کے ایک بات اور سن لو کہ امیر معاویہ کو حضرت علیؓ سے وہ عناد تھا جو شیعوں کو صحاب ثلثہ سے نہیں تمکو معلوم ہوگا کہ شاہ ایران نے اپنے ملک میں علانیہ تبرا کرنے کو جرم قرار دیا ہے مگر معاویہ کو حضرت علی سے وہ عداوت تھی کہ ان کے عہد سلطنت میں جامع مسجد دمشق میں علانیہ حضرت علی پر تبرا ہوتا تھا اور امیر معاویہ دیکھتے اور سنتے تھے حالانکہ مشکوٰۃ المصابیح میں جناب رسول مقبول کا قول ہے مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ یعنی جس نے علی کو برا کہا اسنے مجھے برا کہا۔

محی الدین اسکا کیا ثبوت ہے کہ امیر معاویہ کے وقت میں حضرت علی پر تبرا ہوتا تھا

علی رضا:۔ جناب شاہ محمد کبیر صاحب ابو العلائی تاریخ تذکرۃ الکرام میں بہ صفحہ ۲۶۹ یوں تحریر فرماتے ہیں

"آپ (حضرت امام حسن علیہ السلام) نے کہا کہ تین شرط پر ہم خلع خلافت کرتے ہیں ایک تو یہ کہ کوفہ کی آمدنی میرے صرف کی لئے رہے دوسرے یہ کہ آپ اپنے بعد کسی کو جانشین نامزد نہ کیجیے سبکو عامہ جلائق پسند کریں وہی خلیفہ ہو تیسرے یہ کہ حضرت علی کی شان میں تبرا نہ کہا جائے امیر معاویہ نے سابق کی دونوں شرطونکو قبول کیا اور تیسری سے انکار کیا کہ یہ اختیار سے باہر ہے ہم کس کس کو روکیں گے اسپر لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کو سمجھایا کہ پس پشت کسی کے کہنے کا خیال نچاہیئے چنانچہ انھیں شرطوں پر تصفیہ ہوا لیکن حضرت امام حسین کے خلاف تھا اور آپ نے فرمایا کہ ہمارے باپ اور بنی ہاشم کی اس سے بے عزتی ہوتی ہے لیکن امام حسنؑ نے نہ سنا اور اپنے بھائی کو لئے ہوئے مدینہ آئے

حضرت علی کے نام پر ہر جمعہ کو دمشق میں تبرا ہوتا تھا۔۔

محی الدین:۔ نعوذ باللہ من ذالک بس اب اُن کے بارے میں زیادہ کہنے کی احتیاج نہیں سچ کہتے ہو کہ اگر امیر معاویہ حضرت علی کے دوست تھے تو شاہ ایران بہت بڑے دوست حضرات خلفاء ثلثہ کے ہیں پس ان سے قطع نظر کرکے میں پوچھتا ہوں کہ تم نے اب تک جتنے الزام بیان کیئے وہ حضرت عمر کے پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان پر کیا الزام ہو سکتا ہے

علی رضا:۔ بھائی خاص خاص باتیں ہر ایک کی بہت ہیں مگر اس میں طول ہونیکا خوف اور میں چنداں اسکی ضرورت بھی نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ تمہارا جواب ایک خیالی حکایت کے ذریعہ سے ابھی دیدیتا ہوں۔ نقل ہے کہ یزید خداوند عالم کے سامنے لایا گیا اور اس سے سوال ہوا کہ تو نے حسین کو کیوں قتل کیا اسنے کہا ہم کاہے کو ان کو قتل کریں گے ہم نے تو اُن کو دیکھا بھی نہیں ان کو قتل کیا ہوگا تو ابن زیاد نے یا عمر ابن سعد نے جب ابن زیاد سے سوال ہوا تو اُسنے کہا کہ ہم تو بالکل بے قصور ہیں یزید نے حکم دیا ہم نے بموجب حکم اُس کے ابن سعد کو بھیجا پس مجرم ہیں تو وہ دونوں جب ابن سعد سے سوال ہوا تو اُسنے کہا کہ ابن زیاد نے حکم دیا شمر نے قتل کیا گنہگار ہیں تو وہ دونوں ہم تو بالکل بے جرم ہیں جب شمر سے پوچھا گیا تو اسنے کہا کہ ہم تو سب سے زیادہ بے قصور ہیں نہ یہ لوگ حکم دیتے نہ ہیں مرتکب ایسے امر عظیم کا ہوتا پس اگر قصوروار ہیں تو وہ تینوں ہم تو بالکل بے جرم ہیں!! پس بھائی تم اپنا جواب اسی حکایت سے قیاس کر لو العاقل تکفیۃ الاشارۃ علاوہ اس کے ایک بات اور سن لو کہ ٹیل کوڈ میں یہ جب

پانچ آدمی ملکر کسی خاص مقصد کے لئے جماعت ناجائز قایم کرکے کچھ فساد کریں تو اس مقصد کے حاصل کرنے میں ہر ایک شخص جو کام کرے گا اس کے سب ویسے ہی مجرم ہوں گے کہ گویا خود ان لوگوں نے اس فعل کو کیا بس تمہارے جواب کے لئے تو اسی قدر کافی ہے لیکن اتنا اور یاد رکھو کہ حضرت علی کے تخت پر فریبی الکیشن کے ذریعے سے حضرت ابوبکر کا بطور ناجائز بیٹھنا اور حضرت عثمان کا غضبی خلافت کے ذریعہ سے معاویہ کو قوت دینا جو سارے فسادات دنیا کا باعث ہوا کیا کم الزام ہے؟

محی الدین :۔ لیکن ایک بات میں نے عجیب سنی ہے کہ آپ لوگوں کو حضرت فاروق سے بڑی نفرت ہے پس جب آپ کہتے ہیں کہ سب خلفاء نے حضرت علی کی حق تلفی کی تو بیچارے حضرت عمر نے کیا قصور کیا ہے کہ آپ لوگ ان سے اس قدر برہم ہیں؟

علی رضا:۔ بھئی ہم سادات کے لئے یہ ترکہ موروثی ہے۔

محی الدین :۔ یہ کیا ؟

علی رضا :۔ آپ کی مستند کتابوں میں ہے کہ جب بعد وفات جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے لوگوں کے رخ حضرت علی سے پھر گئے تو آپ نے حضرت ابوبکر کو تنہا بلوا بھیجا اور چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت عمر کی صورت سے کراہت تھی اس لئے کہلا بھیجا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ آئے چنانچہ صحیح مسلم کی یہ عبارت ہے۔

فَاَرْسَلَ اِلٰی اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ ائْتِنَا وَلَا یَاْتِنَا مَعَکَ اَحَدٌ کَرَاھَۃَ مَحْضَرِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ عُمَرُ لِاَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَاللّٰہِ لَا تَدْخُلْ عَلَیْہِمْ وَحْدَکَ یعنی حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو بلوا بھیجا کہ آپ آئے لیکن عمر خطاب کی حضوری (یعنی صورت) سے کراہت ہونیکی وجہ سے کہلا بھیجا کہ آپ کے

ساتھ کوئی دوسرا نہ اوے تب حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ واللہ آپ تنہا ان لوگوں کے پاس نہ جائے۔

علی ہذا القیاس تاریخ طبری میں ہے۔

فَارْسَلَ اِلَى اَبِىْ بَكْرٍ اَنِ ائْتِنَا وَلَا يَاْتِنَا اَحَدٌ مَعَكَ وَكَرِهَ اَنْ يَاْتِيَهُ عُمَرُ یعنی حضرت ابوبکر کو کہلا بھیجا کہ آپ آئے اور آپ کے ساتھ کوئی نہ آئے اور کراہت کی عمر کے آنے سے۔

بہائی محی الدین جب حضرت علی اور حضرت عمر کا باہم گر ایسا خیال تھا کہ جناب امیر کو حضرت عمر کی صورت سے نفرت اور حضرت عمر کو حضرت علیؓ سے مہمان کشی کا شک تھا تو پھر یہ کہنا کہ دونوں حضرات بڑے قلبی دوست تھے کچھ آپ ہی لوگوں کا یا آپ کے علما کا کام ہے!! کیا واقعی آپ کے علماء کا یہ خیال ہے کہ جو بات وہ کہیں گے وہ کیسی ہی خلاف عقل یا خلاف قیاس کیوں نہو آجکل کے منصف مزاج لوگ ضرور مان لینگے خیر بہر کیف مجھے اس سے کیا مطلب کوئی کچھ سمجھے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جس شخص کی صورت سے ہمارے آقا اور ہمارے جد کو اس قدر کراہت ہو کہ اسکا اپنے سامنے آنا گوارا نہ کریں اس شخص سے مقتضائے فطرت انسانی اور جوش خون کے ان حضرت کی سعید اولاد کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا ممکن ہے کہ وہ تعظیم کر سکے۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ جس سید کے دل میں یہ فیلنگ رخیال محکم، نہو اس کی رگ ہاشمی میں غالبا اس مقدس خون کا کوئی چھینٹا بھی نہیں ہے۔!!

اولاد تو اولاد ذرا خیال کرکے غور کرو کہ جس شخص کی صورت سے آقا کو کراہت رہتی ہے اوس سے فرماں بردار اور نمک حلال نوکروں کی کیا حالت رہتی ہی؟ کیا غلاموں کی نفرت بہت زیادہ نہیں ہوتی؟ کیا کوئی نمک حلال نوکر اس سے خلا ملا رکھ سکتا ہی؟ ہرگز نہیں

علاوہ اس کے اپنے سب سنی بھائیوں سے جو مرید ہو چکے ہیں پوچھ دیکھو کہ جس شخص سے اُن کے حضرت صاحب یعنی پیرو مرشد کو نفرت یا کراہت رہتی ہے اُس سے اُن کے دل کا خود کیا عالم رہتا ہے؟ کیا وہ اُسکی تعظیم کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں؟ کیا اُس کی صورت سے ان کو نفرت نہیں ہوتی؟ پس بھائی اسی سے خیال کرلو کہ جس شخص سے میرے آقا نے نفرت کی اُسکی طرف ہم نمک خوار غلام ہو کر کیوں کر رغبت کر سکتے ہیں؟ ہماری تو وہی راہ ہے جو ان بزرگوار کی راہ تھی اور ہم تو وہی چال چلتے ہیں جو ہمارے آقا اور ہمارے پیشوا چلے۔

محی الدین:۔ اس کا تو میرے پاس کوئی جواب نہیں اور نہ اب میرے ذہن میں کوئی اعتراض باقی ہے۔

علی رضا:۔ تو اب کہو کہ تمہارا ایمان کیا کہتا ہے اسقدر تو ظاہر تمہارا مقبولہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہر طرح پر افضل صحابہ تھے اس لئے حضرت مستحق خلافت بلا فصل کے تھے اور یہ الکیشن جائز طریقے اور نیک نیتی سے ہوا اور اس سے حضرت علی سخت ناراض ہوئے

محی الدین بھائی اس کا جواب کل عرض کروں گا

اس گفتگو کے بعد صحبت برخواست ہوئی لیکن شب کے وقت جب محی الدین آرام کے لئے گیا تو اس کو یہ سما نظر آیا۔

شہزادۂ نور ایمان پانچوں بھائیوں ترتیب کر قلعہ کے دروازے پر موجود ہے اور بی زبان سے کہتا ہے کہ پھاٹک کھول

حضرت دل شہزادے کو:۔ خیر مقدم اہلاً و سہلاً۔ بیا بیا کہ نماند است صبر و کسے سے دیکھ کر تاب مہجوری

تعصب زبان کی طرف :۔ ہے ہے غضب ہو گیا اب تو وہ در قلعہ تک پہنچ گیا حضرت دل تو اور اسکو بلا رہے ہیں! ہائے ہم کیا کریں! اسوقت اماں جان بس آپ ہی کا سہارا باقی ہے جان بچائے ورنہ ہم تو بے موت مرتے ہیں!

زبان :۔ ہر چند وقت بہت برا آگیا مگر تم گھبراؤ نہیں میں قفل ہی نہ کھولوں گی بس یہ بانکے حضرت آئینگے کیونکر؟

دوسرے دن جب صبح ہوئی محی الدین علی رضا کے مکان پر آیا بعد صاحب سلامت مزاج پرسی

علی رضا :۔ کہو بھائی اب تمہاری کیا رائے ہے؟

محی الدین :۔ بھائی تم کہتے تو سب ٹھیک ہو مگر ہمکو سوائے خموشی کے جائے دم زدن نہیں یہ رسول اللہ کے داماد وہ لوگ حضرت کے صحابہ ہم کیونکر فیصلہ کر سکتے ہیں چھوٹا مُنہ بڑی بات پس اسوقت میرے لئے سکوت ہی مناسب ہے۔

علی رضا :۔ تو آخر تمہارا ایمان کیا رہا؟ ایمان تو قلب سے ہے زبان سے لاکھ مذہب تو وہی ہے جو دل میں ہے یعنی جس کا اعتقاد اور یقین کامل ہے۔

محی الدین :۔ میں کہتا ہوں کہ یہ فعل اُن کا ایک عصیان تھا اس سے بالکل بے ایمان تو نہیں ہوگئے اور حضرت رسول خدا صلعم کے وقت کا ایمان بیسوں برسوں کا اس سے مٹ تو نہیں جائیگا۔

علی رضا :۔ حدیث میں ہے کہ جس نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو رنج دیا اُس نے حضرت رسولخدا کو رنج دیا اور جس نے رسول خدا کو رنج دیا اس نے خدا کو رنجیدہ کیا اور جس نے خدا کو رنجیدہ کیا وہ کافر ہے دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۳۵۸ جلد اول چھاپہ میرٹھ۔ مشکواۃ المصابیح۔ سوانح عمری حضرت علی علیہ السّلام مولفہ مولوی

عبد اللہ صاحب صفحہ ۳۱۳ و صفحہ ۶۳۹ لغایتہ ۶۴۴ اور رسولوں کے ایذا دہندگان
کے بارہ میں سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا یعنی جو لوگ
اللہ اور رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی دنیا اور آخرت میں
اور اُن کے لئے عذاب سخت مقرر کیا

محی الدین:۔ تو صحابۂ ثلٰثہ نے حضرت فاطمہ زہرا کو کہاں رنج دیا

علی رضا:۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۳۵ و جلد دوم صفحہ ۹۹۵ چھاپہ میرٹھ اور
صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵ اچھاپہ کلکتہ میں یہ حدیث ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا نے
اپنا حق طلب کیا تو خلفا نے انکار کیا اس سے جناب فاطمہ زہرا نہایت ناراض ہوئیں
اور بعدہ مدت العمر اُن سے کلام نہ کیا اور وصیت کی کہ وہ لوگ میری نعش کے پاس
نہ آئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بضعہ رسول کی تجہیز و تکفین و تدفین کے وقت صحاب
ثلٰثہ میں سے کوئی نہ تھا اور آپ کو پہلوئے پدر بزرگوار میں جگہ نہ ملی اس لئے آپ
گورستان بقیعہ میں دفن ہوئیں اب یہ امر قابل غور ہے کہ مسجد نبوی میں خلفاء ثلٰثہ
کو تو جگہ ملے لیکن پارہ جگر رسول مقبول یعنی حضرت سیدۃ النساء العالمین گور
غریباں میں دفن ہوں اس کا کیا باعث ہے اگر خلفاء وقت کے دل میں محبت
اور وقعت جناب فاطمہ زہرا کی ہوتی تو نہایت تعظیم و اکرام سے اس معصومہ غریب کا
لاشہ اٹھاتا حضرات خلفاء ثلٰثہ جو خدمت آخری جناب رسول مقبول سے بوجہ
کارروائی سقیفہ کے مجبور رہ گئے تھے اسوقت اس کی پوری تلافی کرتے کیونکہ
اس وقت کوئی امر مانع نہ تھا خود بنفس نفیس شریک ہوتے اور اپنے کاندھوں پر

اس معصومہ کی نعش مبارک کو لاکر پہلوئے رسول مقبول میں دفن فرماتے لیکن واقعہ ٹھیک اسکا الٹا ہے یعنی جناب سیدہ شب کو دفن ہوئیں اور ان کی میت پر خود جناب امیر علیہ السلام نے نماز پڑھی اس سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ حضرات خلفاء ثلثہ کو جناب فاطمہ اور حضرت علی سے عداوت تھی اور کم سے کم طرفین کی ایسی حالت تھی کہ ایک کو دوسرے کی روح سے نفرت تھی

محی الدین البتہ یہ بات تو نامناسب ہوئی لیکن کوئی عملی ظلم تو جناب سیدہ پر نہوا۔

علی رضا:۔ واہ میں نے تو اسکو پانچویں کھائی کے ٹبل میں بیان کیا ہے شاید آپ بھول گئے

محی الدین :۔ اس میں تو آپ نے اُن جفاوؤں کا بیان کیا ہے جو لشکر یزید نے امام حسین علیہ السلام کے اہلبیت طاہرین پر کیا تھا۔

علی رضا:۔ نہیں اسکو بھی میں نے بیان کیا تھا لیکن اُسکی تصریح زیادہ کی تھی اور اسکو مجمل کہا تھا اسلئے آپ کو خیال نہیں ہے خیر بہرکیف اب قبل اس کے کہ میں آپ سے عملی ظلم کا حال بیان کروں ایک سوال کرتا ہوں

محی الدین :۔ فرمائے

علی رضا:۔ میں پوچھتا ہوں برائے خدا بتلائے کہ اطاعت خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان پر فرض ہے یا نہیں۔

محی الدین :۔ بیشک فرض ہے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم

علی رضا:۔ بہت خوب تو جس کام کے لئے جناب رسول مقبول حکم دیں اس کا بجالانا فرض ہے یا نہیں۔

محی الدین :- بیشک فرض ہے۔

علی رضا :- اور اگر جناب رسول خدا کسی امر کی التجا کریں یا اپیل کریں تو اس کا بجا لانا کیسا ہے

محی الدین :- تب تو اور بھی بڑا بھاری فرض ہے

علی رضا :- اور اگر اسکو کوئی بجا نہ لائے تو کیا ہوگا

محی الدین :- بیشک وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا

علی رضا :- اور اگر کوئی اس التجا یا اپیل کے برعکس کرے یعنی جناب رسول فرمائیں دیکھو بھائی ذرا میرے مکان کی حفاظت کرنا اور وہ شخص برعکس اس حکم کے حضرت کے مکان میں آگ لگا دے تو اسکا کیا مآل ہوگا۔

محی الدین :- بیشک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

علی رضا :- اور اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو کسی امر کی کمال خواہش ہو اور پروردگار عالم بھی اسکو منظور کر کے آنحضرت سے فرمائے کہ ہاں میرے حکم سے تم اپنا مدعا دلی ظاہر کردو اس پر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اس دلی مدعا کو ظاہر فرمائیں اور اپنی امت سے اس کی اپیل یعنی التجا کریں تو میں پوچھتا ہوں کہ ایسی التجا کو سنکر اگر کوئی شخص اس التجا کے برعکس یعنی الٹی کارروائی کرے تو تم اسکو کیا کہو گے

محی الدین :- میں تو بلا تامل کہوں گا کہ اسکے کافر ہونے میں ہر گز شک ار د ــــــــ

علی رضا بات کاٹ کر :- ہاں میرے شیر اتنی جلدی نکرو ذرا اپنے مولویصاحب سے پوچھ لو

محی الدین :- تو کیا میرے مولویصاحب کہیں گے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی اپیل (التجا) کے رسپانس (جواب) میں اگر کوئی شخص اس التجا کے برعکس کارروائی کرے تو بھی وہ مسلمان بنا رہے گا۔

علی رضا:- اپنے مولوی صاحبوں کی بے تکی کو نہ پوچھو ہم کو تم کو تو وہ کوٹ پتلون پہنے اور چرٹ پیتے اور فروعی مسائل کے اختلاف ہیں کافر بنا دیں گے لیکن جب وافعان ماسبقہ سے گفتگو کی جائے گی تو وہ لوگ نفس رسول یعنی حضرت علی علیہ السلام سے تنر ستر لڑائی لڑنے والے کو خدا کا دوست کہدیں گے حالانکہ اس کے بھی قائل ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو علی کا دشمن وہ میرا دشمن اور جو میرا دشمن وہ خدا کا دشمن اور جو خدا کا دشمن ہے وہ کافر ہے۔

خیر بہر کیف ان لوگوں کی باتوں کو جانے دیجئے اصل مطلب کی بات سنئے کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام مقبول ترین بارگاہ احدیت تھے اور پروردگار عالم کے نزدیک اہلبیت طاہرین علیہم السلام یعنی حضرت خاتون جنت اور ان کے شوہر بزرگوار اور ان کے فرزندان علیہم السلام کی بڑی عظمت اور وقعت تھی اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی دلی خواہش تھی کہ حضرت کی کل امت ملکہ جمہور اسلام ان بزرگوار کی عزت و توقیر تعظیم و تکریم کریں اور ان سے محبت اور مودت رکھیں اس لیئے پروردگار عالم نے حکم دیا کہ ہاں اے محمد قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ یعنی اے محمد تم سبھوں سے کہدو کہ ہم نے جس قدر تمہارے لیئے صعوبت اٹھائی اور جس قدر اجرائے احکام پروردگار عالم میں محنت و جفاکشی کی اسکا اجر ہم کچھ نہیں چاہتے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ میرے قربیٰ کے ساتھ مودت رکھو یہ آیہ کریمہ سورہ شوریٰ پچیسویں پارہ میں موجود ہے۔

سبحان اللہ قربان قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے اور نثار جناب رسول مقبول کی پاکیزہ نفسی اور غیرت وحیا کے۔ کہ آپ نے اپنی صعوبت اور محنت کا اجر نہ چاہا

لیکن صرف ذکر کر دیا اور یاد دلا دیا لیکن صاحبان بصیرت و علم و کمال اس نکتہ کو سمجھہ نہ جائیں گے اور کیا ہم لوگ اہتیوں کو واجب و لازم نہیں ہے کہ اس حکم کی تعمیل کو اپنے اوپر ایسا فرض گردانیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے احسانات کا عوض طلب کیا تھا؟ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی غور کے قابل ہے کہ یہ حکم جناب رسول مقبولؐ نے فقط اپنی ذاتی اور فطرتی خواہش سے جاری نہیں کیا ہے بلکہ یہ حکم شاہنشاہ عالم مالک حقیقی کی طرف سے صادر ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ مودت اقربائے رسول مقبول کچھ معمولی بات نہیں ہے بلکہ بڑی بھاری بات ہے ورنہ عام اولاد کے لئے تو جناب سرور کائنات نے خود فرما دیا ہے اکرموا اولادی الصالحین للہ والطالحین لی۔

ظاہرا اس اہتمام کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام یعنی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت علی مرتضیٰ و حسنین علیہم السلام علاوہ فرزندان رسول ہونے کے خود بھی مقبول بارگاہ خداوند عالم جل جلالہ وعم نوالہ تھے جن کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان کے لئے ضرور تھی اور جنسے مخالفت کرنا باعث ناخوشنودی پروردگار عالم تھا اس لئے غالباً اس خیال سے کہ ایسا نہو کہ بعد انتقال جناب سرور کائنات کے آپ کی امت یہ سمجھکر کہ رسالت تو ختم ہوگئی اب اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی تعظیم و تکریم کا کیا فائدہ حضرت کے اقرباء سے بے اعتنائی کرے اور اسوجہ سے مورد عتاب حضرت شاہنشاہی ہو اور مغضوب ہو جائے اس لئے دربار کبریائی سے فرمان عالی جاری ہوا تاکہ سب لوگ واقف ہو جائیں کہ اقربائے رسول بھی قابل تعظیم و تکریم بلکہ واجب الاطاعت ہیں اور ان سے مودت رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے تاکہ کوئی حجت باقی نہ رہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ کارروائی اور یہ اہتمام حقیقتہً امت ہی کے نفع کے لئے کیا گیا تھا ورنہ یہ امر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی مودت کرنے سے حضرات اہلبیت طاہرین کا درجہ ایک انچ نہ بڑھا اور نہ کسی کی مودت نہ کرنے یا ایذا دینے سے ایک انچ گھٹا یہ حضرات جیسے نورانی خلقت پیدا ہوئے تھے ویسے ہی پاک اور معصوم ہے۔

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جس بات کے لئے جناب حضرت خیر المرسلین خاتم النبیین محسن عالم فخر بنی آدم اپنی امت سے التجا کریں اور یہ التجا پروردگار عالم کے حکم سے ہو اور اس کے پیش کرنے میں آپ اپنے صعوبات اور احسانات کو یاد دلائیں باوجود اس کے اگر کوئی شخص بجائے مودت کے حضرت خاتون جنت علیہا السلام کو ستائے یا ایذا دے یا اُن کے گھر میں آگ لگائے یا آگ لگانے کا اقدام کرے وہ شخص کیسا ہی کیا ایسا شخص ابولہب وغیرہ سے جنھوں نے خود حضرت کو ستایا بال بھر کم ہے؟

تم خود غور کرکے دیکھ لو کہ اگر ایک شخص پتھر سے حضرت کے دندان مبارک کو شہید کرتا اور دوسرا شخص حضرت کے سامنے آپ کی نور دیدہ جناب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا گھر جلاتا اور لات مار کر دروازہ کا پٹ اس معصومہ پر گراتا جس سے اس معظمہ کو ضرر شدید پہنچا تو حضرت کو کس کے فعل سے زیادہ صدمہ پہنچتا یا یہ کہ ایک شخص حضرت کی طرف ڈھیلا پھینکتا اور دوسرا شخص آپ کے سامنے حضرت خاتون جنت کا گھر جلانے کے لئے لکڑی اور آگ لئے ہوئے آتا تو ان دونوں میں سے کس کی حرکت سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ ایذا پہنچتی ہے؟ کیا کوئی شخص جس میں ذرہ سیادت کی بو ہے اپنی بیٹی کی ہتک حرمت کو اپنی جسمانی ایذا سے کم سمجھے گا؟ ہرگز نہیں۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو نور دیدہ
اور پارہ جگر سمجھتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے
عداوت رکھی اور جس کو مجھ سے عداوت ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔

محی الدین: لیکن آیہ کریمہ میں لفظ سوال کا ہے پھر بار بار جو آپ لفظ التجا کا استعمال
فرماتے ہیں یہ تو بالکل عبارت آرائی ہے التجا کا لفظ تو قرآن میں کہیں نہیں ہے

علی رضا: میں آپ کا بہت شکرگذار ہوں کہ اس لفظی گرفت سے آپ نے مجھے موقع
دیا کہ میں اس لفظ کی کچھ زیادہ شرح کروں

تمکو معلوم ہے کہ بڑا شخص اپنے چھوٹوں کو مثلاً بادشاہ اپنی رعیت کو جب کچھ کہتا ہے
یا حکم دیتا ہے تو اسکو فرمان کمینڈ حکم نامہ آرڈر پروانہ وغیرہ کہتے ہیں اور جب چھوٹا
بڑے سے کچھ مانگتا ہے تو اسکو سوال درخواست استدعا عرضی وغیرہ کہتے ہیں

اب یہ بات تمہارے بلکہ سارے مسلمانوں کے غور کرنے کی ہے کہ مودت قربیٰ کے لئے
علاوہ اس اہتمام کے جو میں نے ابھی ذکر کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور کیا کرتے ہیں اس کام کے لئے وہ بادشاہ کونین جو عرش اعظم پر تعلین پہنے پھر اور
جس سے اعلیٰ حضرت جل شانہ سے صرف دو کمان کا فرق رہ گیا وہ عالیجاہ اس کام کے
لئے ایسی پستی اور عاجزی کی جگہ اختیار کرتا ہے کہ اپنے کو سائلوں میں داخل کرتا ہے
اور سوال کرتا ہے!!! اور کس سے؟ اپنی امت سے جنکا کل بار ایک روز اپنی گردن
مبارک پر اٹھانیکو بھی موجود ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اب آپ خود فرمائیے کہ ایسے
شاہنشاہ کا اپنے کو ایسی عاجزی میں ڈالنا اور سائل بنکر اپنے غلاموں سے سوال
کرنا کیا التجا سے کم ہے؟ التجا پھر اور کس کو کہتے ہیں؟

اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے ہرگز عبارت آرائی نہ کی بلکہ آپ خود لفظی گرفت
کرتے ہیں۔
اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شرعاً عرفاً اخلاقاً تہذیباً جب ایسا مربی اور محسن اپنی
حیثیت سے اتر کر اپنے غلاموں سے کسی امر کا سائل بنے تو کیا غلاموں کو لازم دواجب
و فرض نہیں ہے کہ اسکی بجا آوری میں اپنی جان کو جان اور مال کو مال نہ سمجھیں
میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اپنے ایسے آقا کے ایسے سوال کی تعمیل نہ کرے یعنی حضور کے
اقربا سے مودت نہ رکھے وہی بڑا نالایق کم بخت بدنصیب ہے اور ہرگز وہ روز
محشر جناب رسول مقبول سے امید شفاعت رکھ نہیں سکتا اور جو شخص کہ اس سوال کے
برعکس کرے یعنی حضور اقدس کے اقربا کو ایذا دے اسکا کیا حشر ہوگا اور کیونکر وہ
مسلمان کہا جا سکیگا میری سمجھ سے باہر ہے۔
خداوند عالم فرماتا ہے کہ خانہ کعبہ ایک مقدس جگہ ہے اس کی تعظیم کرو اور طواف
کرو لیکن ایک شخص زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہتا جائے اور ساتھ ساتھ اُس کے
اس خانہ اقدس کے ڈھانے کے لئے پھوڑا چلاتا جائے تو کیا یہ شخص مسلمان باقی رہا؟
پھر خیال کرو کہ ایک شخص زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا جاتا تھا اور خود
حضرت پر ڈھیلے اور پتھر مارتا تھا تو کیا بوجہ اس کلمہ پڑھنے کے وہ مسلمان تھا؟
اسی طرح ایک شخص نعرہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھر کر حضور اقدس کی نور دیدہ
جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر میں درانہ چلا آئے اور اس معصومہ پر دروازہ کا
پٹ گرا کر مجروح کرے جس سے اس معصومہ کو سخت ایذا پہنچے تو کیا وہ اس نعرہ بھرنے سے
مسلمان باقی رہا؟ کیا اُس وقت اُس کے دل میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ

وسلم کی ویسی وقعت تھی جیسی کہ مسلمانوں کو چاہیئے؟ کیا بروز محشر وہ رسول مقبول کو مُنہ دکھانے کے قابل ہے؟ کیا رسولؐ خدا اس سے راضی ہونگے؟

اس وقت لاہور کی شاہی مسجد میں تبرکات موجود ہیں جن کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت کے وقت کے ہیں منجملہ ان کے ایک حضرت کی نعلین مبارک ہے اور ایک جانماز حضرت خاتونؑ جنت کی ہے ان چیزوں کے ساتھ جو محض اعتقادی ہیں اگر کوئی بے حرمتی کرے تو مجھے مطلق شک نہیں کہ لاہور کے کل مسلمان چہ شیعہ وچہ سنی اس کی حفاظت میں اپنی جان دیدیں گے اور کل علمار شیعہ وسنی بے حرمتی کرنے والوں پر کفر کا فتوے دیدینگے تب یہ کون مسلمانی ہیں مسلمانی ہے کہ جس کی فرضی یا اعتقادی نعلین پاک کی بے حرمتی سے تو آدمی کافر ہو جائے لیکن اسکی نور دیدہ اور لخت جگر جس کی موت کے لئے آپ سوال کر جائیں اگر کوئی ایذا دے تو وہ مسلمان قایم رہے!! جس کی فرضی اور اعتقادی جانماز کی بے حرمتی سے تو آدمی دایرہ اسلام سے خارج ہو لیکن جو اُس کے گھر کو آگ لگائے وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا رہبر اور پیشواے دین ہوا!!! نعوذ باللہ من ذالک!!!

یاد رکھو کہ جو شخص احکام خدا ورسول بجا نہ لائے وہ گنہگار ہے لیکن یہ مسئلہ متفق علیہ ز مابین شیعہ وسنی کے ہے کہ جو شخص اُن احکام کی توہین یا تحقیر کرے وہ ایکدم دایرہ اسلام سے خارج ہے مثلاً خدا نے حکم فرمایا ہے کہ تم نماز پڑھو اس لئے جو نماز نہیں پڑھتا ہے وہ گنہگار ہے لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ نماز کی اُٹھ بیٹھ واہیات ہے عربی میں سورہ پڑھنا مہمل ہے ہم بیٹھے بیٹھے آنکھ بند کئے اپنے خالق کی عبادت دلمیں کریں گے اور نماز کبھی نہ پڑھیں گے تو یہ شخص ایکدم کافر ہے۔ اسی طرح بعد نزول آیہ لا اسئلکم الی آخرہ کے جو شخص

مودت اقربائے رسول نکرے وہ گنہگار ہے بلکہ بڑا گنہگار ہے لیکن جو شخص یہ کہے کہ یہ
حکم صاحبات ہے رسول خدا نے اپنے سلفش ہو کر ذاتی غرض ، سے ایسا حکم جاری کیا
ہے تو وہ ایک قسم کا کفر ہے اور جو شخص عملی عملدرآمد خلاف اس سوال کے کرے یعنی بجائے
مودت کے اہلبیت کو ایذا دے اُس کے لئے ہم کیا کہیں تم خود کہہ چکے ہو کہ اس کے کفر میں
ہر کہ شک آرد ——

محی الدین :- اب تو میری عقل دنگ ہے اب میرے دل میں مطلق شک نہیں کہ جناب
سیدہ کو ایذا دینے والا بہت بُرا شخص ہے کیونکہ قطع نظر آیت قرآنی کے یہ امر صاف ظاہر ہے
کہ یہ کون آدمیت یا انسانیت ہے کہ جس گھر سے اسلام پائیں اور ساری نعمت پائیں اور پھر
اسی گھر کو جلائیں ، یہ تو بالکل نمک خوردن نمکدان راشکستن ہے مگر آپ اس قدر تمہید کر رہے
ہیں آخر یہ تو بتائیے کہ واقعہ کیا ہے جناب سیدہ پر عملی ظلم کیا ہوا ؟

علی رضا :- ہائے افسوس عملی ظلم تو ایسا ہوا کہ جس کے بیان میں میری زبان کانپتی ہے
یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوا بُیُوتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اور یہ کہ
وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَ
قُلُوْبِھِنَّ وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور گھر حضرت کا ایسا پاک تھا کہ
ملائکہ مقربین بھی بلا اجازت کے نہیں جاتے تھے مگر ہائے افسوس اس گھر کی یہ خرابی
ہوئی کہ بعد الیکشن مذکورہ بالا اور تخت نشینی حضرت ابوبکر کے جب حضرت علیؑ نے بیعت سے
انکار کیا تو یہ امر حضرت عمر کو نہایت ناگوار گذرا حضرت علی محض کمزور خانہ نشین ہو چکے
تھے اور حضرت عمر کی پارٹی (جماعت) قوی ہو گئی تھی اس لئے حضرت عمر زبردستی حضرت
علیؑ کو پکڑ لا کر بیعت کرانے کے لئے مستعد ہو گئے۔ چنانچہ اس ارادہ سے ایک چھپٹی

سی فوج اور ہاتھوں میں لکڑی اور آگ لیکر دروازے پر آئے اور حضرت علیؑ کو للکارا
کہ گھر سے نکلو جب حضرت علی باہر نہ آئے تو آگ لگانیکا قصد کیا اور پکار کر کہا کہ اگر نہ نکلوگے
تو گھر میں آگ لگا دینگے کہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) سب کے سب جل مروگے۔

اس وقت کا انتشار حضرت علیؑ کا اور بیقراری حضرت فاطمہ زہرا کی بیان سے زیادہ
قابل خیال ہے کیسا صدمہ اُن معظمہؑ کو ہوا ہوگا جسوقت یہ خیال فرماتی ہونگی کہ ابھی چند
روز کی بات ہے کہ میرے باپ کے وقت میں یہ لوگ دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے ملائکہ
میری ڈیوڑھی پر پہرہ دیتے تھے اور آج میں اس حالت کو پہنچ گئی کہ محاصرہ میں ہوں
اور وہی ناک خوار میرا گھر جلانے آئے ہیں!! حضرت کے صدمہ کا حال کچھ حضرت ہی کے شعر سے ظاہر ہے

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا   صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یہ شعر جناب فاطمہ زہرا کا مشہور ہے ترجمہ یہ ہے کہ واقع ہوئیں مجھ پر وہ مصیبتیں کہ اگر وہ
مصیبتیں روز روشن پر واقع ہوتیں تو وہ (یعنی دن) شب دیجور ہو جاتا!!

اللہ اکبر کیسا جگر خراش مضمون موزون ہوا ہے پس کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بوقت موزون
فرمانے اس شعر کے حضرت سیدہ کے سامنے یہ واقعہ جانکاہ پیش نظر نہ تھا؟ اور بھائی
میرے دل سے تو یہ بات اٹھتی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے حسنؑ اور حسینؑ اس وقت کیسے
مضطرب اور بیقرار ہونگے کہ ہائے میرے بابا کو سب پکڑنے آئے ہیں کہاں لیجائیں اور کہاں
چھپائیں اور ہائے وائے کہ گھر میں آگ لگا رہے ہیں کدھر چھپیں کہاں بیٹھیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر
الغرض جب دروازے میں آگ لگانے چلے (اور بقول اکثر واقعی آگ لگادی) تو حضرت
فاطمہ زہراؑ خود دروازے کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا مجھے کیوں ستاتے ہو؟ میں صرف چند
دن کی مہمان ہوں اسپر لوگوں نے دروازے پر لات ماری کہ بقوت وہ دروازہ حضرت سیدہ پر

گرا اور حضرت مجروح ہوئیں آخر جناب امیر خود باہر نکل لئے ہائے افسوس کہاں تھے
اس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ دیکھتے کہ جس شخص کی عزت افزائی
کے لئے آپ نے یہ اہتمام فرمایا کہ لق و دق میدان میں ستر ہزار آدمیوں کو جمع کرکے فرمایا تھا
کہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے اس کو لوگوں نے یوں ذلیل کیا اور جس نور دیدہ
کو حضور نے پارہ جگر قرار دیا تھا اور جس کی عزت و حرمت کو حضور نے جمہور اسلام کے سپرد
فرمایا تھا اور اس سے مودت رکھنے کی التجا کی تھی وہ یوں حقیر کی گئی اور ایسی سختیاں
ہوئیں کہ چھ مہینہ بھی بعد آپ کے چین سے رہنے نہ پائی!! افسوس صد ہزار افسوس!!
بھائی محی الدین جناب فاطمہ زہرا کے مدارج کو کون نہیں جانتا اُن کے ساتھ جب یہ سلوک ہوا
تو اس سے زیادہ اور علی ظلم کیا ہوتا؟ اسی انقلاب کو کسی شاعر نے موزوں کیا ہے

اس امر میں ہر اک کو ہے ہر خلق پہ تقدیم ماں باپ پہ واجب نہیں فرزند کی تکریم
خود اُٹھ کے رسول عربی کرتے تھے تعظیم لکھا ہے کہ جب جاتی تھیں زہرا پئے تسلیم

اخلاق محمد ہوں یہ جس باب کرم پر
دروازہ گرائیں اسی بی بی کے شکم پر

محی الدین :- یہ واقعہ تو البتہ ہولناک معلوم ہوتا ہے مگر اس کی سند کیا ہے
علی رضا :- اس کی سند ہم اپنی کتابوں سے کیا دیں یہ قصہ تو ایسا مشہور ہے کہ
انگریزی مورخوں نے بھی واقعہ خلافت کے ساتھ یہ سارا قصہ لکھا ہے (دیکھو (۱) گبن صاحب
کی تواریخ عروج و زوال سلطنت روم صفحہ ۲۹ و ۲) اسبرن صاحب کی تواریخ
خلفاء واقعہ خلافت خلیفہ اول (۳) ارونگ صاحب کی تواریخ خلفاء صفحہ ۴
علاوہ اس کے تمہاری مستند کتابوں میں یہ واقعہ بتصریح درج ہے۔

(۴) تاریخ ابو الفدا چھاپہ مصر صفحہ ۱۶۴ (۵) تاریخ طبری (۶) تاریخ واقدی (۷) کتاب المرتضیٰ (۸) کتاب سقیفہ تصنیف ابو بکر جوہری (۹) کتاب الامامتہ والسیاستہ وغیرہ وغیرہ

محی الدین نے دو روز میں ان کتابوں کو جس قدر لیبرری میں ملیں دیکھا تو سارا قصہ موجود پایا اور بہ حسرت اور افسوس کے ساتھ خلفاء ثلثہ سے دل میں ملال برہم ہوا تیسرے دن کالج میں علی رضا سے ملاقات ہوئی بعد صاحب سلامت

علی رضا:۔ کہو بھائی کتابیں دیکھیں میں نے جو کہا تھا صحیح تھا یا غلط

محی الدین:۔ بھائی میں نے کتابیں تو دیکھیں لیکن میرا دل اب بہت گھبراتا ہے اور منسے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا نہ معلوم کس ساعت میں ہم سے اور تم سے یہ باتیں شروع ہوئی تھیں کہ میرے دل کی الجھن روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

علی رضا دل میں:۔ یار ساعت تو ایسی اچھی تھی کہ اب خدا چاہتا ہے تو عنقریب دونوں جہان میں تمہارا بیڑہ پار ہوتا ہے خدا تم پر رحم کرے۔

علی رضا:۔ زبان سے:۔ آخر ہوا کیا کتابیں دیکھیں یا نہیں

محی الدین۔ بھائی سب کتابیں تو لیبرری میں ملی نہیں لیکن جس قدر ملیں اور دیکھیں ان کی حقیقت کہنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔

علی رضا:۔ بھی نہیں واللہ سچ کہنا کتاب الامامتہ والسیاستہ میں عبارت لکھی ہے یا نہیں

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ تفقد قوماً تخلفوا عن بیعتہ عند علیٍّ فبعث الیہم عمر بن الخطاب فجاء و ناداھم وھم فی دار علیٍّ فابوا ان یخرجوا فدعی عمر بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقن علیکم علی ما فیہا فقیل یا ابا حفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علیاً فانہ زعم انہ قال

حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبي على عاتقي حتى اجمع الفرآن فوقفت فاطمة
على بابها فقالت تركتم جنازة رسول الله بين ايدينا وقطعتم امركم وبينكم
تستامرونا ولم تردوا لنا حقا فاتى عمر ابابكر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنك
بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ وهو مولى له اذهب فادع عليا قال فذهب
قنفذ الى علي فقال ما حاجتك قال يدعوك خليفة رسول الله قال علي لسريع
ما كذبتم على رسول الله فرجع قنفذ وابلغ الرسالة قال فبكى ابوبكر لقنفذ
عد اليه عمر لثانية الا تضم هذا المتخلف عنك بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ
عد اليه فقال امير المؤمنين يدعوك لتبايع فجاء قنفذ فادى ما امر به
فرفع علي صوته فقال سبحان الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ فابلغ
الرسالة فبكى ابوبكر طويلا ثم قام عمر فمشى معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة فدقوا
الباب فلما سمعت اصواتهم نادت باعلى صوتها يا ابت يا رسول الله ماذا لقينا
بعدك من ابن الخطاب وابن ابي قحافة فلما سمع القوم صوتها وبكاءها انصرفوا
باكين وكادت قلوبهم تتصدع واكبادهم تتفطر وبقي عمر ومعه قوم فاخرجوا
عليا ومضوا به الى ابي بكر فقالوا له بايع فقال ان انا لم افعل فمه قالوا اذا والله
الذي لا اله الا هو نضرب عنقك قال اذن تقتلون عبد الله واخا رسول الله قال
عمر اما عبد الله فنعم واما اخو رسول الله فلا وابوبكر ساكت لا يتكلم فقال عمر
الا تامر فيه بامرك فقال لا اكرهه على شيء ما كانت فاطمة الى جنبه فلحق علي
بقبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبكي وينادي يا ابن ام ان القوم
يستضعفوني وكادوا يقتلونني انتهى ترجمہ جب ابوبکر نے ان لوگوں کو جھوٹے

بعیت کرنے سے اختلاف کیا تھا عمر حاضر پایا تو عمر ابن خطاب کو ان لوگوں کے
پاس بھیجا جبکہ وہ لوگ علیؑ کے مکان میں تھے پس عمر آئے اور سبکو بلایا جب ان لوگوں
نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو عمر نے لکڑی مہیا کی اور کہا کہ قسم ہے اس شخص کی جس کے
ہاتھ میں عمر کی جان ہے ہم اُن لوگوں کو ضرور نکالیں گے یا جلادیں گے کہ سب کے سب
جل مریں پس کسی نے کہا کہ اے ابا حفصہ (عمر) اس میں تو فاطمہ بھی ہیں اُنھوں نے (عمر نے)
کہا کہ ہوں تب لوگ نکل آئے اور بعیت کی لیکن علیؑ (نہ نکلے) عمر نے خیال کیا کہ
علیؑ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ ہووے گا میں گھر سے نہ نکلوں گا اور نہ
ردا دوش پر رکھوں گا (اس لئے باہر نہ آئے) بعدہ جناب فاطمہ دروازہ کے پاس
کھڑی ہوئیں اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جنازہ رسول اللہ کا چھوڑ دیا اور اپنے کام میں
مصروف ہو گئے اب ہم پر تحکم کرنے کے لئے آئے ہوا اور ہمارے حقوق کا کچھ
خیال ہنیں کرتے اس کے بعد عمر ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ اس مخالف
(علی سے) بعیت نہ لیں گے ابو بکر نے اپنے غلام قنفذ کو کہا کہ جا اور علی کو بلا لا
تب قنفذ علی کے پاس گیا آپ نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے قنفذ نے کہا آپ کو خلیفہ
رسول بلاتے ہیں علیؑ نے فوراً کہا کہ کس قدر تم لوگ رسول اللہ کی تکذیب کرتے
ہو اسپر قنفذ پھر گیا اور پیغام سنا دیا اسپر ابو بکر دیر تک روئے تب عمر نے ابو بکر
سے کہا کہ تم اس مخالف بعیت (علی) سے بعیت نہ لوگے تب ابو بکر نے قنفذ سے
کہا کہ جا کر کہ امیر المومنین بعیت کے لئے بلاتے ہیں تب قنفذ آیا اور جو حکم لایا تھا
کہ سنایا حضرت علی نے باآواز بلند (غضبناک ہو کر فرمایا سبحان اللہ کیا اچھا دعوے
ہے جس کا مطلق حق ہنیں اسپر پھر قنفذ آیا اور پیغام کہدیا ابو بکر بہت رونے لگے

تب عمر اُٹھے اور اُن کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ فاطمہ کے گھر پہنچے اور
دروازہ کھٹکھٹایا جب حضرت فاطمہؑ نے اُن کی آواز سنی تو بہت شور سے چلانے اور
واویلا کرنے لگیں کہ اے بابا اے رسول اللہ اپنی بیٹی کی خبر لیجیے کہ ہم بعد آپ کے
ابن خطاب (عمر) اور ابن ابی قحافہ (ابوبکر) کے ہاتھ سے کیا تماشا دیکھ رہے ہیں پس
جس وقت قوم نے حضرت فاطمہ کی فریاد و زاری سنی روتے ہوئے پھر گئے درحالیکہ دل
ان کے دُکھتے تھے اور جگر اُن کا پارہ پارہ ہوتا تھا لیکن عمر مع ایک جماعت کے
ٹھہرے رہے اور علیؑ کو نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو حضرت
علیؑ نے کہا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہو جواب دیا قسم ہے اس خدا کی جس کے
سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس حالت میں ہم لوگ تمہاری گردن کاٹیں گے آپ نے
فرمایا کیا ایک بندۂ خدا اور رسول اللہ کے بھائی کو قتل کروگے عمر نے کہا کہ بندۂ خدا
تو خیر مگر رسول اللہ کا بھائی غلط اس وقت ابوبکر ساکت تھے اور کچھ بولتے نہ تھے
تب عمر نے اُن سے کہا کہ کیوں اپنے کام کے لئے ان سے نہیں کہتے ابوبکر نے کہا
کہ جب تک فاطمہ ان کے پہلو میں ہے میں کسی بات پر جبر نہیں دے سکتا اس کے
بعد حضرت علیؑ قبر رسول اللہ پر تشریف لائے اور نالہ و فریاد و بکا کر کے کہنے لگے
اے ابن عم (میری خبر لیجیے) قوم نے مجھے بہت ضعیف بنا دیا اور میرے قتل کو آمادہ ہیں
محی الدین بھئی ایمان ہے تو سب کچھ ہے یہ عبارت اس کتاب میں لفظ بلفظ
مندرج ہے اسی نے تو مجھے اس قدر اُلجھن میں ڈال رکھا ہے با این ہمہ میرا
خیال یہ ہوتا ہے کہ حضرات شیخین ایسے بزرگ دین پرست و الہ و شیدا
خاندان رسالت تھے ان کی ذات بابرکات سے ایسی امید ہی نہیں کی جا سکتی ہے

کہ وہ لوگ ایسی بے ادبی بلکہ بیرحمی کریں اس سے میرے دل پر یہ خیال جمتا ہے کہ
ہو نہو کسی شیعے نے اتنی عبارت بڑھا دی ہے۔
علی رضا:۔ بھائی اگر یہ رنگ تقریر کا ہے تو دروازہ مناظرہ کا بند ہو جاتا ہی
جو بات میرے موافق تمہاری کتابوں میں ہو اسکو تم کہو کہ شیعوں نے بڑھادی
ہے جو میری کتاب میں تمہارے موافق ہو اسکو ہم کہیں کہ سنیوں نے بڑھادی
ہے تو پھر گفتگو ہو نہیں سکتی سنیوں کی کتابوں میں شیعوں کے بڑھائے ہوئے
جملوں کا اتنے دنوں تک قایم رہنا برائے خود خلاف قیاس ہے علاوہ اس کے
یہ واقعہ تو آپ کے علما متاخرین تک کا مقبولہ ہے جیسا جناب مولانا شاہ عبد العزیز
صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں اس واقعہ کو قبول فرماکر اس کی تاویل کرتے ہیں
لیکن کسی عالم نے آج تک یہ الزام نہیں لگایا ہے کہ یہ عبارت کسی شیعہ نے بڑھادی ہے
متاخرین میں جناب مولانا شبلی صاحب نے بھی اس واقعہ کو قبول کیا ہے مگر اس مقام
پر ان کی حالت سانپ چھچھوندر کی ایسی ہوئی ہے کہ نہ نگلتے چین نہ اُگلتے چین
اگر پوری طرح سے قبول کرتے ہیں تو حضرت عمر اہلبیت کے دشمن ہو جاتے ہیں
اور اگر قبول نہیں کرتے ہیں تو فرض واقعہ نویسی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے
جناب مولانا بہت کچھ بچتا کے ساتھ اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔
"صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً
جمع ہو کر مشورے کرتے تھے حضرت عمر ان سے بزور بیعت لینی چاہتے تھے لیکن
بنو ہاشم حضرت علیؑ کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔"
ابن ابی شیبہ نے مقتل میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی

ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے ہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہیں گے تو میں ان لوگوں کی کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی رواۃ کا حال ہمکو معلوم نہیں ہوا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں اس عبارت کو پڑھ کر پڑھنے والے کو جناب مصنف کی بیکسی اور بے بسی پر بڑی حسرت ہوتی ہے اور شان اس کی یہ ہوتی ہے کہ کسی مریض کے سامنے کوئی کڑوی دوا مثل افسنتین وغیرہ کے ایک قدح میں لائی جائے پہلے تو اس قدح کو دیکھتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تب وہ ذائقہ بدلنے کے لئے کچھ گلاب اور کچھ پیپر منٹ ملا دیتا ہے پھر آنکھ بند کر کے اس قدح کو چوستا ہے تو زبان اور حلق کی تلخی سے بری حالت ہوتی ہے۔ ناک بھوں سکڑ جاتی ہے چہرہ بگڑ جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوا کو پھینک دے لیکن دوا حلق تک پہنچ چکی ہے پھینکے تو کیونکر پھینکے آخر دم سادھنے سے کچھ دوا تو اوجھو ہو گئی اور کچھ حلق کے اندر فرو ہوئی تب کلی کر لی بعدہ کہتا ہے اہاہاہ

یعنی جناب مصنف کو واقعہ نگاری کا مرض تھا اس میں واقعہ ہولناک احراق خانہ جناب زہرا کا آپ کے سامنے آیا تھا تو آپ ضرور جانتے تھے کہ رسولخدا نے فرمایا تھا کہ جس نے فاطمہ زہرا کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی اس لئے پہلے تو آپ گھبرائے لیکن واقعہ تھا سچ کیونکر چھوڑ سکتے تھے تب اس میں گلاب یہ ملایا کہ حضرت عمر

عمر نے کہا کہ خدا کی قسم آپ ہمکو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور پیپر منٹ یہ ملایا کہ
میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا اور بعد اس کے علامہ طبری ایسے مستند
مورخ کی سند پر واقعہ کو جھونک میں لکھدیا تب دوا کی تلخی معلوم ہوئی یعنی یہ سمجھا
کہ اس عبارت سے تو واقعہ ہولناک کا اقرار ہوجاتا ہے تو چاہا کہ اس کو منہ سے
پھینک دیں یعنی لکھا کہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں
کر سکتے۔ مگر دوا حلق تک جا چکی تھی یعنی علامہ طبری کی سند موجود تھی تب دم بخود
ہونے سے کچھ دوا اوجھو ہوئی یعنی لکھا کہ اس کی رواۃ کا حال ہمکو معلوم نہیں ہے
اور بقیہ دوا حلق سے فرو ہوی یعنی لکھا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ
کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور کلی کرنے کے بعد کہا کہ اہا ہا یعنی حضرت عمر کی
تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے

مگر بھائی اُفیئن چہر انسینن ہے گلاب ڈالنے یا پیپر منٹ ملانے سے کیا ہو سکتا
ہے حضرت عمر نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو محبوب بھی سمجھا کہ اُن کے گھر میں
آگ لگانا اُنھوں نے کوئی بڑی بات نہ سمجھی اور بنو ہاشم کی وجہ سے ہو یا کسی کی وجہ
سے ہو حضرت عمر نے اپنے نزدیک اصل مجرم تو جناب فاطمہ ہی کو ٹھیرایا اور سزا انھیں
کی کہ سنائی یعنی گھر جلتا تو حضرت فاطمہ کا نقصان ہوتا بنو ہاشم کا کچھ نہ بگڑتا
اس لئے بنو ہاشم کی وجہ سے کا جوڑ لگانے سے بات وہی رہی کہ حضرت عمر نے خانہ
جناب فاطمہ کو جہاں ملائکہ مقربین بے اجازت نہ آتے تھے محض بے حقیقت سمجھا
اگر صرف بنو ہاشم سے حضرت فاروق کو مخاصمہ ہوتا تو وہ لوگ جب باہر آتے
تب انھیں منع کرتے یا دھمکی دیتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر کو صرف

جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور اُن کے شوہر بزرگوار علیہ السلام سے لاگ تھی
اور ان کی توہین و تذلیل اور ایذا پر تلے ہوئے تھے علاوہ اس کے ایک دن تو حضرت
عمر اس طرح پر کہہ گئے اگر بعد اس کہنے کے بھی پھر بنو ہاشم اس مکان میں جمع ہوئے
ہوں گے تو حضرت عمر کے غصہ کا ٹھکانا پھر تو اور بھی پوائینگ بوائینٹ تک پہنچ گیا ہوگا
اس لئے حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے مطلق بعید نہیں ہے کہ آپ نے اپنے
دست مبارک سے جناب فاطمہ کے گھر کو آگ دی ہو اور دروانہ پر لات مار کر اسکا
پٹ حضرت فاطمہ پر گرا دیا ہو جس سے اس معصومہ کو ضرر شدید پہنچا ہو کیونکہ یہ فطرتی بات
ہے کہ جب مغرور مزاج آدمی کی بات مانی نہیں جاتی ہے تو وہ آگ ہو جاتا ہے اس لئے
جب جیسے حضرت رسول خدا کے انتقال کے بعد آپ کو جوش سودا سے جنون ہو گیا تھا
(جس کو خود مولانا شبلی صاحب قبول کرتے ہیں) ویسا ہے اس وقت جوش صفراسے
آپ ہمہ تن شعلہ جوالہ ہو گئے ہوں گے۔

اور یہ جو مولانا شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی رواۃ کا حال مجھے معلوم نہیں اس سے
روایت کا کیا قصور جو لوگ مولانا سے کم علم ہیں وہ اتنا بھی نہیں جانتے مگر یہ وہ روایت
ہے کہ علامہ طبری سے مستند محقق مورخ نے اس کو قبول کیا ہے اور وہ سنی مذہب
تھے اگر اس روایت میں ذرا بھی شک و شبہہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی بات
کو جس سے درمیان اہل بیت اور خلفا کے عناد پایا جائے لکھتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ
واقعہ اُن کے وقت میں ایسا شایع و ضایع تھا کہ اُس کے لکھنے کے لئے مجبور ہو گئے
۱۸۹۷ء میں ایک فاضل علم و محقق کامل جناب حافظ عبدالرحمان صاحب حنفی المذہب
نے کتاب المرتضیٰ تصنیف فرمائی ہے (یہ کتاب بعد طبع اول نور ایمان کے جو

جو ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی تھی چھپی ہے، اس میں ذی علم مصنف نے اس واقعہ کو محض تھوڑے فروعی اختلاف کے ساتھ بہ صفحہ ۸۵ یوں تحریر فرمایا ہے۔

"علی والعباس والزبیر فقعدوا فی بیت حتی بعث الیھم ابوبکر عمر بن الخطاب لیخرجھم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابوا فقاتلھم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیھم الدار فلقیتہ فاطمۃ فقالت یا بن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ فخرج علی حتی دخل علی ابابکر فبایعہ

ترجمہ علی مرتضیٰ اور حضرت عباس و زبیر بی بی فاطمہ کے گھر میں ہو بیٹھے ابوبکر صدیق نے عمر فاروق کو ان کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ان کو بی بی فاطمہ کے گھر سے نکال لائیں اور یہ کہدیا کہ اگر ان کو نکلنے سے انکار ہو تو ان سے لڑائی کرو عمر فاروق تھوڑی سی آگ بھی گھر پھونکنے کے ارادہ سے ہمراہ لے گئے اس اثنا میں بی بی فاطمہ راستہ میں ان سے مل گئیں اور پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے کہاں جاتا ہے کیا ہمارا گھر پھونکنے آیا ہے انھوں نے کہا ہاں ورنہ جس بیعت میں تمام امت داخل ہوئی ہے تم بھی داخل ہو جاؤ چنانچہ علی مرتضیٰ باہر نکلے اور ابوبکر صدیق سے آکر بیعت کی" مورخ ابوالفدا کے نزدیک بھی یہ روایت مسلم ہے، جناب مصنف نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یہ روایت کسی شیعہ نے لگا دی ہے، اور کیونکر ایسا کہہ سکتے تھے کیونکہ کوئی شیعہ بیعت کا اقرار نہیں کرتا اور اس روایت میں بیعت کا بیان ہے بلکہ جناب مصنف یوں تحریر فرماتے ہیں

"تینوں روایتیں اگرچہ باہم مخالف ہیں مگر یہ امر خاص تینوں میں مشترک ہے کہ علی مرتضیٰ بیعت کے مجمع میں شامل نہیں ہوئے اور آخر کار ابوبکر صدیق کو صحابہ کرام کے ذریعہ سے انھیں طلب کرنا پڑا جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں

علی مرتضیٰ کی بیعت کی ہے وہ روضۃ الاحباب کی روایت کی موید معلوم ہوتی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیعت بی بی فاطمہ کے انتقال کے بعد عمل میں آئی جو رسول کریم کے چھ ماہ بعد کا واقعہ ہے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے" علاوہ اس کے ایک بات اور یاد رکھو کہ جب کسی واقعہ کی بسنبت صدق و کذب کی بحث ہو تو اس کے جانچنے کا ایک اچھا طریقہ یہ ہے کہ پہلے واقعات مقبولہ اور سندی کو خیال کرو اور تب دیکھو کہ یہ واقعہ مختلفہ ان واقعات مقبولہ سے موافق فطرت انسانی اور عادات بشری کے موافق ہے یا مخالف اگر عقلاً موافق پاؤ تو سمجھو کہ وہ واقعہ سچ ہے ورنہ غلط۔

اب ایسے قاعدہ سے اس روایت کو جانچو آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ خلافت کے قریب قریب ماقبل و مابعد کے واقعات مقبولہ حسب ذیل ہیں (۱) مقام خم غدیر جناب سرور کائنات نے حضرت علی کو مولائے مومنین قرار دیا۔

(۲) لیکن سقیفہ میں حضرت ابوبکر جسوقت حضرت علیؑ رسول مقبولؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے خلیفہ بنائے گئے (۳) حضرت علیؑ کا سقیفہ میں نام تک نہ لیا گیا گویا حضرت کا وجود ہی نہ تھا (۴) بعد خلافت کے حکم دیا گیا کہ اب جو کوئی ایسا کرے اُس کو قتل کرو (۵) حضرت علیؑ نے چھ مہینہ تک بیعت نہ کی (۶) جب جناب فاطمہ نے انتقال کیا تو آپ شب کے وقت گور غریباں بقیعہ میں دفن ہوئیں اور بوقت دفن کے خلفاء ثلاثہ میں سے کوئی نہ تھا (۷) حضرت عمر بڑے درشت مزاج تھے یہاں تک کہ حضرت علی کو ان کی صورت سے کراہت تھی" اور بے رحمی اور

سخت مزاجی میں اُن کو بڑی قابلیت حاصل تھی حتیٰ کہ جب ایک خیال بندھ گیا تو اپنے بیٹے اور بہن کو ایذا دینے میں انکو کوئی تردد نہ ہوتا تھا (۸) شیخین کے دلوں میں یہ خیال محکم بندھا ہوا تھا کہ علیؑ سے بیعت لینی ضروری ہے اور جب تک وہ بیعت نکریگے تب تک خلافت مستحکم نہوگی ان سب واقعات مقبولہ اور فریقین کے فیلمناک کو جو اس وقت میں تھے خیال کر کے اگر اس روایت پر غور کروگے تو کوئی کارروائی خلاف عقل یا خلاف قیاس خلاف سیرت شیخین کے نہ پاوگے ہم تو کہتے ہیں کہ کل واقعات جو اس روایت میں مندرج ہیں خود قریب قریب مقبولہ ہیں پس اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بڑھا دینے کا گمان کسی طرح جم نہیں سکتا اس لئے یہ جواب تو کافی نہیں مگر ہاں ہمکو کچھ کھلاؤ تو ہم تمکو ایک ایسا جواب بتا دیں جو تمہارے علما کا ہٹ کھندا نے

محی الدین :- برائے خدا کہو وہ کیا ہے

علی رضا :- بسکہ اگر تم کہدو کہ یہ خطائے اجتہادی تھی حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ جو خلیفہ زمان کی بیعت نکرے اس پر ہر قسم کی سختی جائز ہے اسلئے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو یوں ستایا

محی الدین :- آبدیدہ ہو کر نہیں بھائی یہ کیا کہتے ہو یہ جواب تو ہمکو شب کے وقت خود خیال آیا تھا مگر جس وقت جناب فاطمہ زہرا کا استغاثہ اور نالہ و فریاد یاد کرتا ہوں کلیجہ کانپتا ہے اور ہمارے قلب کا عجیب عالم ہو جاتا ہے اور یہ استغاثہ جناب سیدہ کا کہ اے بابا اے رسول اللہ ہم اسوقت ابن خطاب اور ابن ابی قحافہ سے کیا پاتے ہیں تیر دل پر وہ چوٹ دے رہا ہے کہ جو اس ٹھکانے نہیں نہ معلوم اسوقت روح رسول مقبول کا جنکے انتقال کو صرف دو چار ہی دن گذرا تھا کیا عالم تھا ؟ نہ معلوم عرش اعظم پر ملائکہ مقربین کی اس صدا کے سننے سے کیا حالت ہوئی تھی ؟ مجھے حیرت ہے کہ آسمان کیوں نہ پھٹ پڑا ؟ اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہو گئے ؟ کیوں بھائی اس بحث میں اور آپ کی یہ تفریح ! اجناب فاطمہؑ

کے دل کا دکھانا اور خطائے اجتہادی !!

علی ضیا:- خدا کا ہزار شکر ہے کہ تمکو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے ایسی ہمدردی ہے اور اگر تمہارا یہ خیال ہے تو اور سن لو۔

اُسی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں اُس روایت کے بعد یہ روایت ہے کہ حضرات شیخین نے کہا کہ ہم لوگوں نے جناب فاطمہؑ کو غضبناک کیا ہے چلکر اُن کی تالیف قلب کرنا چاہئے جب یہ لوگ حضرت کے مکان پر پہنچے اور اجازت ملاقات کی چاہی تو حضرت فاطمہؑ نے اجازت ندی تب حضرت علیؑ آئے اور اندر لے گئے اور جب یہ لوگ اندر گئے تو جوں ہی جناب فاطمہ زہرا کی نظر آپ لوگوں پر پڑی معصومہ نے منہ اپنا دیوار کی طرف پھیر لیا اور جب آپ لوگوں نے سلام کیا تو جناب فاطمہؑ نے سلام کا جواب نہ دیا بعدہ آپ لوگوں نے بہت کچھ تالیف قلوب کی حتیٰ کہ ابوبکر نے کہا کہ تم مجھے میری بیٹی سے زیادہ عزیز ہو مگر حضرت فاطمہ زہرا کو کچھ ایسا ہی صدمہ پہنچا تھا کہ حضرت نے کچھ نہ سنا اور مطلق بات نہ کیا یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر نے کہا کہ ہم نے خلاف حکم رسول کے کچھ نہیں کیا ہے تو حضرت فاطمہ نے کہا نَشْهَدُ كُمَا بِاللّٰهِ اَلَمْ تَسْمَعَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَقُوْلُ رِضَا فَاطِمَةَ مِنْ رِضَائِيْ وَسَخَطُ فَاطِمَةَ مِنْ سَخَطِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فَاطِمَةَ اِبْنَتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَرْضَى فَاطِمَةَ فَقَدْ اَرْضَانِيْ وَمَنْ اَسْخَطَ فَاطِمَةَ فَقَدْ اَسْخَطَنِيْ قَالَا نَعَمْ سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَتْ فَاِنِّيْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ اَنَّكُمَا اَسْخَطْتُمَانِيْ وَمَا اَرْضَيْتُمَانِيْ وَلَئِنْ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَاَشْكُوَنَّكُمَا اِلَيْهِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا عَائِذٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ سَخَطِهٖ وَسَخَطِكِ يَا فَاطِمَةُ ثُمَّ انْتَحَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَبْكِيْ حَتّٰى كَادَتْ نَفْسُهٗ اَنْ تَزْهَقَ وَهِيَ تَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ اللّٰهَ عَلَيْكَ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ اُصَلِّيْهَا

ترجمہ :۔ میں قسم دیتی ہوں تم لوگوں کو خدا کی کہ آیا تمنے رسول اللہ سے نہیں
سنا کہ آپ فرماتے تھے رضا فاطمہ کی میری رضا ہے اور سختی فاطمہ کی عین سختی میری
ہے پس جو شخص فاطمہ سے محبت رکھے اُسنے مجھ سے محبت رکھی اور جو فاطمہ کو خوش
کرے اُس نے مجھے خوش کیا اور جو فاطمہ پر سختی کرے اُس نے مجھ پر سختی کی دونوں
نے کہا کہ ہاں ہم نے ایسا سُنا ہے تب جناب فاطمہ نے فرمایا میں خدا اور ملائکہ
کو گواہ رکھتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ پر سختیاں کیں اور مجھکو رضامند نہ رکھا
اور جب میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کروں گی تو ضرور تم دونوں
کی شکایت حضرت سے کروں گی تب ابو بکر نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے
اے فاطمہ کہ تم پر یا نبی پر سختی کروں یہ کہکر ابو بکر رونے لگے یہاں تک کہ دم بند ہو
گیا لیکن جناب فاطمہ کہتی رہیں کہ قسم ہے خدا کی میں ہر نماز میں جو پڑھوں گی
تمہارے لئے بد دعا کرتی رہوں گی" اور صحیح مسلم صفحہ ۴۳۹ میں یہ عبارت ہے
فَاَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ یَّدْفَعَ اِلٰی فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا شَیْئًا فَوَجَدَتْ
فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَلٰی .... اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
فِیْ ذَالِکَ فَھَجَرَتْہُ فَلَمْ تُکَلِّمْہُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ اَشْہُرٍ دَفَنَہَا زَوْجُہَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ
لَیْلًا وَلَمْ یُؤْذِنْ بِہَا اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَصَلّٰی عَلَیْہَا عَلِیٌّ یعنی جب
حضرت فاطمہ نے اپنی میراث طلب کی تو ابو بکر نے کچھ دینے سے انکار کیا تب خود
حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر کے پاس آئیں اور جب اپنا حق
نپایا تو محروم واپس گئیں اور پھر اُن سے بات نہ کی تا آنکہ آپ نے (فاطمہ)

نے انتقال فرمایا اور حضرت فاطمہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صرف چھ مہینہ زندہ رہیں پس جب آپ نے انتقال کیا تو آپ کو علی مرتضیٰ نے شب کے وقت دفن کیا اور حضرت ابو بکر کو شرکت تجہیز و تدفین کی اجازت نہ ملی اور خود حضرت علی نے جناب فاطمہؑ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔

اور یہی روایت تاریخ طبری میں بہ صفحہ ۱۸۲۵ مندرج ہے۔

اور روضۃ الاحباب میں ہے۔

وعلی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہ بروایت صحیح تا فاطمہ زندہ بود بیعت نکرد وجہ خاطرے غبار یافتہ بود بواسطہ آنکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ در مہم خلافت و بیعت گرفتن از مردم خبر نہ کرد تا وے حاضر شود و باوے دران امر مشاورت نماید واکثر بنی ہاشم با علی اتفاق نمود بیعت نکرد و جمعے از قریش مثل زبیر وطلحہ وخالد بن سعید العاص و گروہے از انصار توقف و تعلل کردند و عاقبت بعد از آن بہ چند روز متابعت نمودند، برائے خدا پھر جاکر لبرری میں یہ تینوں کتابیں دیکھ لو۔

محی الدین: بھائی میں دیکھ چکا ہوں آخر دو دن لبرری میں بیٹھا کیا کرتا تھا میں یہ سب دیکھ چکا ہوں بلکہ نوٹ کر چکا ہوں ہر ایک لفظ صحیح ہے۔

علی رضا:۔ جَزَاکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا تو اب دیکھنا چاہیے کہ ان روایتوں سے کیا کیا نتیجے نکلتے ہیں میرے نزدیک نتائج ذیل بدیہی ہیں

(۱) حضرات شیخین نے جناب فاطمہ پر سختیاں کیں اور حضرت فاطمہ کے قلب کو ان لوگوں کے شدائد سے سخت ایذا پہنچی۔

(۲) حضرت فاطمہ ان لوگوں سے نہایت ناراض اور غضبناک رہیں اور
نفرت وکراہت کرتی رہیں۔
(۳) اسی حالت رنج وتعب وناراضامندی میں جناب فاطمہ زہرا نے انتقال کیا
(۴) جب اس غریب معصومہ نے انتقال کیا تو دونوں جہان کے بادشاہ کی
بیٹی کی لاش پہلوئے پدر بزرگوار میں دفن نہ ہوئی بلکہ مدینہ کے گورغریباں
میں دفن ہوئی۔
(۵) سردار کونین کی غریب بیٹی کا جنازہ شب کو اٹھا اور خلفا ثلثہ میں کوئی
شریک نہ تھا یہاں تک کہ خود اس غریب مرحومہ معصومہ کے شوہر نے نماز
میت پڑھی۔

محی الدین:۔ ظاہرا تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

علی رضا:۔ تب اس میں کچھ شک نہیں رہتا کہ جناب فاطمہ زہرا شیعہ تھیں
اور اسی مذہب پر انتقال فرمایا یعنی حضرت کے اعتقادات وہی تھے جو شیعوں
کے ہیں کیونکہ مذہب شیعہ کا ایمان بعد اعتقاد وحدانیت وعدالت ونبوت
کے حضرت علی اور ان کی اولاد سے محبت رکھنا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری
رکھنا ہے یہ دونوں باتیں جناب فاطمہ زہرا میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں
یعنی حضرت علی اور اپنی اولاد سے محبت تو ظاہر ہے اور آپ کے دشمنوں سے
اس سے زیادہ اور بیزاری اور نفرت کیا ہوگی کہ اُن کے مُنہ پر کہدیا کہ میں
تمہارے لئے ہر نماز میں بددعا کروں گی اور یہی ہر شیعہ کا بھی اعتقاد ہے پس
ہم سادات بنی فاطمہ کے لئے تو یہ سند کافی ہے مطلق ضرورت طول کلام کی

ہنیں یعنی ہم لوگوں کا مذہب وہی ہے جو ہماری جدہ ماجدہ معصومہ وطاہرہ علیہا السلام کا مذہب تھا اور ہم لوگوں سے اگر بروز محشر سوال ہوگا کہ تم لوگ شیعہ کیوں تھے اور کیوں خلفائے ثلثہ سے ناراض تھے تو ہم لوگ کہدیں گے کہ خدایا ہمارا مذہب وہی ہے جو تیرے حبیب پاک کی بیٹی سیدہ معصومہ کا مذہب تھا اور ہم خلفاء سے اس لئے ناراض رہے کہ وہ معصومہ ناراض رہیں اس مذہب کی حقیقت ان معصومہ سے پوچھ لی جائے جو جواب ان کا ہے وہی جواب ہم لوگوں کا ہے کیونکہ ان معصومہ نے تو سب سیرت اصحاب ثلثہ کو بچشم خاص ملاحظہ فرمایا تھا جب اُن معصومہ نے ان کی اچھی بُری باتوں کو دیکھ کر ان کی پیروی نہ کی بلکہ ناراض رہیں اور اسی حالت میں انتقال فرمایا تو ہم لوگ جو بارہ سو برس کے بعد پیدا ہوئے اُن سے زیادہ کیا جواب دے سکتے ہیں الغرض ہم لوگوں کی براءت تو اسطرح پر انشاء اللہ تعالی یقینی ہے کیونکہ جب باوجود نفرت رکھنے اصحاب ثلثہ سے جناب خاتون جنت علیہا السلام سیدۃ نساء اہل جنت ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں مندرج ہے، تو ہم لوگ کیوں اسی فعل کی وجہ سے بہشت سے نکالے جائیں گے کیونکہ خداوند عالم عادل ہے اور عادل کی عدالت سب پر یکساں ہوتی ہے

علاوہ اسکے ان واقعات بقولہ سے ایک بڑا مسئلہ اہم ابھی حل ہو جاتا ہے یعنی ایک حدیث مشہور متفق علیہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت تہتر فرقہ ہوگی منجملہ اُن کے ایک ناجی ہے اور باقی سب ناری اور اس حدیث کی بنا پر ہر فرقہ یہ کہ رہا ہے اور زعم کر رہا ہے کہ ہمارا فرقہ ناجی ہے اور بقیہ سب ناری ہیں اب یہاں پر میں جو غور کرتا ہوں تو یہ مسئلہ اس طرح پر حل ہو جاتا ہے کہ جس فرقہ کا ایک شخص بھی بقول جملہ فرقوں کے جنتی ہو تو بیشک

وہ فرقہ جنتی ہوگا کیونکہ جب ایک شخص باوجود اس خاص مختلف فیہ اعتقاد کے جنتی ہو تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ دوسرا شخص اس اعتقاد والا جنتی کیوں نہو باقی ہر شخص کے دیگر اعمال و افعال وہ امر دیگر ہے اور وہ تو ہر فرقہ میں ہے۔

بعد اس کے فوراً یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ایک شخص شیعوں کا اعتقاد رکھنے والا یعنی اہلبیت سے محبت رکھنے والا اور خلفاء سے نفرت کرنیوالا یقینی جنتی ہے بلکہ اس سے جنت کی زینت ہے اور اسکو جنتی نہ کہنا یا نہ سمجھنا باعتقاد جملہ فرقہ اسلام کے کفر ہے یعنی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام باوجود نفرت رکھنے ساتھ صحابہ ثلثہ کے صرف جنتی نہیں ہیں بلکہ سردار زنان جنت ہیں پس یہ بات مثل بدیہیات کے ثابت ہوئی کہ صحابہ ثلثہ سے نفرت کرنے والا فرقہ بوجہ اس اعتقاد کے ناری ہو نہیں سکتا کیونکہ جب ایک فرد یقینی جنتی ہو تو دوسری افراد اسی اعتقاد والے ناری کیوں ہونے لگے اس لئے نتیجہ یہی ہوا کہ فرقہ شیعہ یقینی ناجی ہے باقی ہم دانی خدا داند

محی الدین:۔ لیکن اس میں ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ جناب سیدہ نے یہ ایک گناہ کیا لیکن ان کی اور خوبیوں نے اس عیب کو ڈھانپ دیا اور حق تعالیٰ نے معاف کیا اور اس لئے حضرت فاطمہ جنتی ہوئیں مگر آپ لوگ اس رحمت ایزدی کے مستحق نہیں ہیں

علی رضا:۔ نعوذ باللہ من ذالک حضرت فاطمہ اور گناہ!! توبہ توبہ! اور گناہ بھی کیسا کہ خلیفہ وقت سے نفرت کرنے کا جس کے لئے آپ کے علما کفر کا فتوے دینے کو تیار ہیں!

بھائی محی الدین تمنے حضرت فاطمہؓ کو سمجھا کیا ہے وہ بڑے باپ کی بیٹی تھیں اُن کی نسبت یہ کہنا کہ انھوں نے گناہ کیا اور اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کے خلاف کیا برائے خود گناہ ہے اور کم سے کم اس حالت میں وہ معمولی عورت ہو جائنگی سیدۃ نساء العالمین اور سیدہ نساء اہل الجنۃ کیونکر ہو سکتی ہیں الغرض ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا تب اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرات شیخین ہرگز خلیفہ اولی الامر نہ تھے اور ان سے نفرت کرنا کوئی برا کام نہ تھا اور یہ جو کہتے ہو کہ حق تعالیٰ نے بوجہ ان کی دوسری خوبیوں کے ان کی یہ خطا معاف کر دی تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی سیرت کو خیال کر کے ذرا غور کر کے کہو تو کہ حضرت فاطمہؓ خود تو خلفاء سے نفرت کرنے پر بھی جنت چلی جائیں اور ہم لوگ اپنے خاص غلاموں کو جو صرف اُن کی وجہ سے محض نیک نیتی سے وہی اعتقاد رکھیں اور وہی کام کریں جو خود وہ جناب فرماتی تھیں یعنی نماز و کلیں بد دعا کرتی تھیں دوزخ جاتے ہوئے دیکھیں اور کچھ نہ بولیں!! کیا ایسا ممکن ہے؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہی ہونا ہے تو ہم لوگ اتنا بارگاہ خداوندی میں ضرور عرض کریں گے کہ خدایا ہملوگ تو جہنم میں جاتے ہی ہیں مگر ہملوگ اسطرف سے بھیجے جائیں جدھر حضرات پنجتن پاک علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں اور اسوقت ہم لوگ چلائیں

بجرم عشق توام می کشند و غوغا ئیست　　　تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ئیست

کیا حضرت سیدہ کا ہم لوگوں کو دیکھ کر دل نہ بھر آئے گا۔ کیا وہ جناب اپنے پدر بزرگوار سے یہ نہ فرمائیں گے کہ بابا یہ لوگ میرے غلام ہیں؟ میں جو اصحاب ثلثہ سے بعد آپ کے ناراض ہوگئی اُسکو ان لوگوں نے کہیں سن لیا تھا اس لئے صرف میری خاطر

یا اس جماعت کے مذہب پر جس نے جناب رسول مقبول کی نعش مبارک کو بے دفن و کفن چھوڑا اور حضرت کے تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے اور جنھوں نے جناب سیدہ کو ایذا دی اور ناراض رکھا۔

محی الدین بھائی اس کا جواب کل عرض کروں گا

علی رضا:۔ بلکہ ایک ہفتہ کے بعد اور اپنے علما سے خوب تحقیق کر کے لیکن اپنے علما سے اس قدر ضرور دریافت کیجیو کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا کیا مذہب تھا اگر حضرت سنیہ تھیں اور خلافت خلیفہ اول سے راضی تھیں تو ان کے شوہر علی علیہ السلام نے ان کی حیات تک بیعت کیوں نہ کی اور اگر وہ جناب شیعہ تھیں یا شیعوں کے ایسا اعتقاد رکھتی تھیں تو ہم ان کی پیروی کریں یا آپ کی کیا صراط مستقیم ان کے قدم کے نیچے ہے یا حضور کے؟

محی الدین:۔ اسکا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ آپ جناب فاطمہ کی پیروی کیجیے حضرت علیؑ کی پیروی کیوں نہ کیجیے حضرت علیؑ نے آخر بیعت کی پس انھیں کی راہ آپ اختیار کیجیے۔

علی رضا:۔ تو کیا ہم اگر حضرت فاطمہ کا مذہب اختیار کریں تو وہ باطل ہوگا یا العیاذ باللہ ہم ناری ہونگے۔

بھائی ہم نے جناب فاطمہ زہرا کا نام اس لئے لیا کہ جناب فاطمہ کی ناراضی مقبول فریقین ہی اور حضرت علیؑ کی رضامندی مقبول فریقین نہیں ہی اور میرا تو ایمان ہے کہ ان دونوں بزرگواروں کا ایک مذہب تھا آج تک کسی عالم نے یہ نہیں لکھا ہے کہ شیعہ سنی کے امر متنازع میں حضرت فاطمہؑ کا مذہب کچھ تھا اور حضرت علی کا مذہب کچھ تھا

کیا تمہیں خیال نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اس الیکشن سے ہمیشہ ناراض رہے اور برابر اپنے حقوق کا اعلان کرتے رہے گو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے استغاثہ اور فریاد وزاری نے شب بھر بے چین رکھا لیکن تمہیں کیا یاد نہیں کہ اس روایت میں چند سطر کے بعد ہی کہ جناب علی مرتضیٰ نے قبر رسول پر جا کر نالہ وزاری کی ہے اور استغاثہ کیا ہے کہ یا ابن عم یا رسول اللہ میری خبر لیجئے قوم مجھے ضعیف کر رہی ہے اور میرے قتل کی در پے ہے۔

اور فی الحقیقت خود جناب فاطمہ علیہا السلام کو اس کا بھی بڑا صدمہ تھا کہ ان کے شوہر علی علیہ السلام پر جبر وقہر کیا جاتا تھا اور ہر طرح پر مجبور کئے جاتے تھے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس بارہ میں دونوں بزرگوار کا ایک خیال تھا اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ جناب سیدہ نے صرف نفسانیت سے بطمع جاہ وجلال اپنے شوہر بزرگوار کو خلیفہ برحق کی بیعت سے ایک منٹ کے لئے بھی روکا ہو ان معظمہ صاحب تطہیر کو زینت دنیا سے ایسی نفرت تھی کہ خود چکی پیس کر اپنی اوقات بسر فرماتی تھیں اور حضرت کی چادر پاک میں جابجا پیوند ہوتے تھے اور حضرت کا زہد وتقوی تو ایسا تھا کہ خود جناب سرور کائنات مفخر موجودات کو اسکا فخر تھا اور اس لئے جناب سیدہ کی تعظیم فرماتے تھے اور جملہ احکام شرعی کی تعلیم فرماتے تھے ایسی خاتون معظمہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ حضرت آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے بالکل ناواقف تھیں اور عمر بھر ناواقف رہیں میرے نزدیک چاند میں خاک ڈالنا اور دن کو رات کہنا ہے تب سوائے اس کے کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکلتا جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ الیکشن محض ناجائز اور بے وقعت تھا اور ہرگز

خلفاء ثلٰثہ اولوا الامر نہ تھے پس میرے نزدیک تو جناب سیّدہ علیہا السلام کی ان مقبولہ کارروائیوں سے شیعہ سنی کے جھگڑے کا فیصلہ ہے ہٹ دھرمی کا جواب نہیں تم خود کہو کہ تمہارا دل کیا کہتا ہے کیا اب بھی فرقہ شیعہ کے ناجی ہونے میں تمہیں شک ہے محی الدین بھائی علی رضا میرے مولوی لوگ جو کچھ کہیں لیکن یہ بات تو میرے دل پر نقش کالحجر ہو گئی ہے کہ آپ لوگوں کا اعتقاد صحیح ہو یا غلط آپ لوگ جنتی یقینی ہیں میرے دل سے آپ کی وہ بات اٹھتی نہیں کہ واقعی آپ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ صرف بلحاظ جناب فاطمہؑ اور ان کے شوہر بزرگوار کے کیونکہ آپ لوگوں کا سوائے اس کے اصحاب ثلٰثہ نے کچھ بگاڑا نہیں ہے تب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین کی بیٹی خود جنت میں چلی جائیں اور آپ لوگوں کو طوفان محشر کے عین منجدھار میں چھوڑ دیں اور وہ بھی کس قصور پر؟ صرف انہیں حضرت کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے قصور پر!! یہ تو ہو نہیں سکتا!

دوستاں را کجا کنی محروم ... توکہ با دشمناں نظر داری

میں ضرور اپنے مولوی صاحب سے پوچھوں گا کہ جب جناب فاطمہ زہرا نالاں وگریاں باحال پریشان انسان عاصی کے بخشوانے کو میدان محشر میں اس حالت سے جیسا کتابوں میں لکھا ہے تشریف لائیں گی تو کیا وہ صرف چن چن کر آپ لوگوں کی شفاعت کریں گی اور شیعوں کے حق میں جو ان کے لئے تباہ ہو گئے کچھ نہ فرمائیں گی اگر مولوی صاحب ذرا بھی بولے کہ ہاں میاں وہ صرف ہماری تمہاری شفاعت کریں گی شیعوں کی طرف وہ ہرگز توجہ نہ کریں گی تو ہم ضرور کہہ دیں گے کہ ہاں حضور چور کا منہ چاند ایسا!!

علی رضا:- ہاں ہاں ایسا نہ کہنا وہ خفا ہو جائیں گے۔

محی الدین:- خفا ہوں یا جو کچھ کریں بعد اُن روایتوں کے پڑھنے کے جو ابھی مذکور ہوئیں اب ہم لوگوں کا جناب فاطمہ زہرا کی شفاعت کی امید رکھنا حوصلہ باطل ہے حق یہ ہے کہ اس شعر کے پڑھنے کا حق صرف آپ لوگوں کو حاصل ہے باقی باطل ہوس ہے

من ودست و دامان آل رسول | اگر دعوتم رد کنی ور قبول

لیکن ایک بات ابھی رہ گئی کہ تم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے طریقہ پر کیوں چلو تم حضرت علی کرم اللہ وجہ کے طریقہ پر کیوں نہ چلو حضرت علی نے تو آخر حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی

علی رضا:- مجھے حضرت علیؑ کی بیعت کرنے سے بالکل انکار ہے میری کتابوں میں حضرت علی علیہ السلام کا بیعت کرنا کہیں ثابت نہیں لیکن اگر تم اپنی کتابوں کی روایات پر اس بیعت کو بیعت کہتے ہو تو مجھے ہنسی آتی ہے۔

کیوں بھائی اگر اسوقت کوئی شاہ صاحب بڑے مقدس ابرار کسی کے پاس اپنے خدمت گار کو بھیجیں کہ جا فلاں شخص کو پکڑ لا کہ وہ آکر میرا مرید ہو تو تمکو تعجب ہوگا اور ہنسی آئے گی یا نہیں ؟ کیا تم یہ نہ کہوگے کہ واہ واہ مرید کرنے میں جبر و قہر کیسا ؟ مرید ہونا تو دلی اعتقاد اور خشوع و خضوع قلب سے ہوتا ہے پھر یہ دھر پکڑ کیسی ؟ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر کسی شاہ صاحب کا خدمت گار تمکو مرید ہونے کے لئے پکڑنے کو آئے تو تمھیں غصہ آجائے اور یقیناً اسیر مدا خلت بیجا اور مزاحمت بیجا اور جبر مجرمانہ کا مقدمہ چلاؤ یہ بات کہنے کی نہیں ہے عیاں راچہ بیاں بلکہ جب کوئی آدمی مرید ہوتا ہے تو اپنے پیر کو خوب سمجھہ لیتا ہے اور ان کو خدا رسیدہ

سمجھکر ان کا معتقد ہوتا ہے تب مرید ہوتا ہے اور مرید ہونے کے لئے خود بغبت
تمام بسر و چشم حضور قلب سے حاضر ہوتا ہے اور اُن بزرگ کے خاک پا کے برابر
اپنے کو سمجھتا ہے اور جب زیارت سے مشرف ہو کر مرید ہوتا ہے تو اپنے کو نہایت
خوش نصیب سمجھتا ہے چنانچہ اس وقت بھی اپنے پیروں کے پاس سیکڑوں کوس سے
جوق جوق لوگ آتے ہیں اور مثل غلاموں کے بخشوع قلب جبہ سائی کرکے دست
بیع ہوتے ہیں اور اپنا فخر سمجھتے ہیں
لیکن حضرت علی علیہ السلام کے خود ساختہ پیر کچھ عجب پیر تھے کہ مرید کو خدمتگار
اور ایک جماعت سے پکڑوا منگواتے ہیں اور جب مرید حاضر ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں
خود مسند خلافت کا مستحق ہوں اور ہر بات میں تم سے افضل ہوں تب اس سے کہا
جاتا ہے کہ اگر تم مرید نہ ہوگے تو تمہاری گردن کاٹیں گے تب وہ بیچارہ کہتا ہے
کہ اچھا جب تمہاری یہی رائے ہے تو تمکو یہ تخت مبارک ہو ہم گھر جاتے ہیں اور
خانہ نشین ہوتے ہیں۔
کیوں بھائی محی الدین تم اس کو بیعت کہتے ہو؟ اگر کوئی شاہ صاحب تمکو اس طرح
پر اپنا مرید بنائیں تو اُن کو تم کیسا سمجھوگے اور تمہارے لڑکے اسکو کیا کہیں گے؟ کیا وہ
ایک منٹ کے لئے اس بیعت کی تعظیم یا قدر کریں گے؟ ہرگز نہیں
ہم تو ہرگز ایسی بیعت کو بیعت نہ کہیں گے بلکہ اس کو جبر و قہر یا صلح یا صبر بطور تکم
دینکم ولی دین سمجھیں گے۔
محی الدین تو حضرت علیؑ نے جبراً بھی خلیفہ اول کی خلافت کو کیوں قبول کیا
کیوں آپ نے جدال و قتال نہ کی اور مثل امام حسین رضی اللہ عنہ کے لڑ نہ مرے۔

علی رضا:۔ اس کا جواب ہم دوسری کھائی میں دے چکے ہیں بخیال سوء ادب اس کا اعادہ نہیں کرتے تمہیں خیال نہیں کہ تم نے خود کہا تھا کہ ایسا اعتراض حقیقتہً حضرت ابوبکر کے ساتھ سوء ادب ہے

محی الدین:۔ ہاں ٹھیک ہے اب یاد آگیا

علی رضا:۔ اب تو تمہارا کوئی اعتراض باقی نہ رہا اب کہو تمہاری آخر کیا رائے ہے

محی الدین:۔ میں خوب غور کر کے انشاء اللہ تعالیٰ کل جواب دوں گا شب کو جو محی الدین آرام کے لئے گیا تو اس کو یہ حالت نظر آئی

شہزادہ نور ایمان نے سورہ انا فتحنا دم کر کے در قلعہ پر جو ایک عمارا تو فوراً دروازہ کھل گیا پھر تو شہزادہ اسپ سبک سیر پر سوار خراماں خراماں بڑی سڑک کی راہ سے ایوان قیصری میں پہنچا راہ میں دورویہ خیر مقدم کی صدائیں بلند ہوئیں یعنی ہر رگ و پے میں ایمان سرایت کر گیا جب قریب تخت طاؤس پہنچا تو حضرت دل نے استقبال کر کے کہا کرم نماؤ و فرود آ کہ خانہ خانہ تست یہ کہکر شہزادہ کو تخت پر لائے اور سر پر گلاب چھڑک کر دعا کی کہ خدایا جب تک آسمان و زمین و لوح و قلم و عرش و کرسی و جن و انس ہیں اس شہزادہ بلند اقبال کا بول بالا رہے اور اس کی شاہی اس قلمرو میں جاوید ہو جائے۔ یہ کہہ کر شہزادہ کو تخت پر بٹھایا اور بعدہ نجف اشرف کی طرف رخ کر کے دونوں مل کر لحن داؤدی میں کہنے لگے۔

السلام اے سایۂ ذات خورشید رب العالمین	آسمان عز و تمکین آفتاب داد و دیں
مفتی ہر چار دفتر خواجہ ہر ہشت خلد	داور ہر شش جہت اعظم امیر المومنیں
مقصد تنزیل بلغ مظہر اسرار غیب	مطلع تیلوہ شاہد مقطع حبل المتیں

صاحب یوفون بالنذر آفتاب انما — قرۃ العین لعمرک نازش روح الامین

از عطائے دست فیاض تو دریا مستفیض — وز ریاض نکہت طبع تو رضواں خوشہ چیں

کاتب دیوان عمرت موسی دریا شگاف — پردہ دار بام قصرت عیسی گردوں نشیں

نقشبند کاف و نون از بدو فطرت تا کنوں — ناکشیدہ چوں مہ رخسار تو نقش مبیں

عالم علم لدنی شہ سوار لو کشف — ناصر حق نفس پیغمبر امام المتقیں

صورت معنی فطرت باعث ایجاد خلق — سرّ اصل نسل آدم نفس خیر المرسلیں

در جہاں از روئے حشمت چوں جہانے در جہاں — بر زمیں از روئے رفعت آسمانے بر زمیں

ناشنیدہ از زماں مہد تا پایان عمر — بے رضائے حق ز تو حرفے کراماً کاتبیں

زائراں روضہ ات را بر در خلد بریں
می رسد آواز طبتم فادخلوہا خالدیں

اس صدا کے سنتے ہی سارے شہر میں امان ہو گیا اور ہر شخص نے شہزادہ کی اطاعت وفرماں برداری قبول کی نذریں گذرنے لگیں حیّ علیٰ خیر العمل کی صدائیں بلند ہوئیں اور طرفہ یہ کہ نہ کہیں خون ہوا نہ خطرہ ہوا ایک بیک چاروں طرف نور پھیل گیا اور ہر طرف سے بوئے بہشت آنے لگی یہ سامان دیکھ کر

زمان نے تعصب سے بیٹا میں نے تیرے لئے تو بہت کچھ فکر کی اب تو میرا کچھ بس نہیں پس بہتر ہے کہ تو کہیں دوسرے دیس چلا جا۔

تعصب جی نہیں ابھی میں کہاں جگہ چھوڑتا ہوں جب تک دم ہے آپ کی چوکھٹ کے پاس پڑا رہوں گا۔

شب بھر محی الدین کو بے چینی رہی اور اٹھ اٹھ کر دعا میں مانگتا تھا کہ خدایا مجھے

راہ راست دکھلا جب صبح ہوئی تو بعد نماز صبح خود علی رضا کے مکان پر جاکر بعد صاحب سلامت معانقہ کیا۔

علی رضا:۔ کچھ خیر تو ہے آج یہ معانقہ کیسا۔

محی الدین:۔ بھائی آج میرے لئے روز عید ہے یعنی آج میری زندگی تازہ ہوتی ہے اور آج میں نئی دنیا میں آتا ہوں تو میں اقرار بالقلب و باللسان کرتا ہوں کہ بیشک حضرت علی علیہ السلام نائب برحق و وصی مطلق خلیفہ بلا فصل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تھے اور بیشک الیکشن محض ناجائز اور فریبی تھا اور ہرگز اصحاب ثلٰثہ دوست حضرت علی علیہ السلام کے نہ تھے اور یہ آخر کی حرکت خلیفہ دوم کی صرف ظالمانہ نہ تھی بلکہ نہایت نامردی اور بے رحمی کی کیونکہ قطع نظر اسکے کہ اُس گھر میں بیٹی رسول اللہ کی تھیں اگر کسی غیر کا بھی گھر ہوتا تاہم یہ کیسی خلاف مروت کیا یعنی خلاف انسانیت بات ہے کہ جہاں ایک غمزدہ عورت اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے موجود ہوں اس گھر میں آگ لگائی جائے یا اقدام کیا جائے؟ معاذ اللہ من ذالک۔ بس اب میں کمترین غلام حضرت علی علیہ السلام کا ہوں اور ان لوگوں سے مجھے کچھ مطلب نہیں ان لوگوں کی اخیر کی بے اعتدالی سابق کی ایمانداری کے ساتھ مجرا مجری کرنے سے واصل باقی ہو جاتی ہے نہ یہ اچھے رہے نہ بُرے رہے۔

علی رضا ہزار شکر کہ تمہیں راہ راست مل گئی اور نجات کی کشتی پر آگئے خداوند عالم تمہیں ولائے اہل بیت میں کامل کرے۔

محی الدین:۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا میرا تو یہ قول ہے کہ۔ ؎

اگر دعویٰ تم رو کینی ورقبول ۔۔۔ من ودست ودامان آل رسول

علی رضا۔ لیکن جو تم نے واصل باقی کی اُس سے تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ تم نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر جلنے کو اور اُن کے معصوم بچوں کی
بیقراریوں کو اپنے جواب کے کاغذ جلنے سے کم سمجھا تمہیں یاد نہیں ہے کہ تم نے
کہا تھا کہ اگر کریمن سیٹھ تمہارے جواب کا کاغذ پنسل کے بکس سے نکال کر جلا دے
تو اس دن یا تم نہیں یا سیٹھ نہیں ؟ وہ بھی تو آخر مسلمان تھا اُسنے بھی تو آخر ایک
مسجد بنوائی تھی یاد رکھو کہ عترت اطہار علیہم السلام کا وہ درجہ ہے کہ قران میں حق
تعالیٰ جلشانہ نے سورۃ الشوریٰ حم پارہ ۲۵ میں فرمایا ہے قُل لَّآ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ
اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی یعنی اے محمد تم لوگوں سے کہدو کہ ہم اپنی رسالت اور
پیغمبری قرآن کا اجر تم لوگوں سے نہیں چاہتے ہیں سوائے اس کے کہ میرے
عزیز قریب سے مودت رکھو اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو
لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ حضور کے عزیز و قریب جنکا ذکر اس آیت میں ہے
کون کون ہیں آپ نے فرمایا علیؑ اور فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے
فقط کیوں بھائی محی الدین جن اعزہ قریبہ کے لئے اتنا بڑا رسول (افضل المرسلین
خاتم النبیین) اپنی تمام عمر کے ریاض کا اجر کچھ طلب نہ کرے صرف بحکم خدا والائے
اہلبیت یعنی صرف مودۃ قربیٰ کا سوال کرے اُسکا جواب یہ ہو کہ اُسکے انتقال کے دو چار
ہی روز بعد اسکی پیاری بیٹی کے گھر میں آگ لگائی جائے یا آگ لگانیکا اقدام کیا
جائے ! احیف صد حیف !! کیا کسی لغت میں مودّت کے معنی آگ لگانا لکھا ہے
محی الدین لیکن یہاں خلفاء ثلثہ کا ایمان سابق اور صحبت رسول اللہ اُن

کی بڑی محافظ ہوتی ہے

علی رضا: یہ تو بالکل خلاف ہے اگر جاہل سکہ کوئی فعل خلاف شرع کرے تو اس سے اس قدر بازپرس نہیں ہوتی جس قدر کہ عالم سیانہ سے پس اس جگہ غور کرو کہ اصحاب ثلاثہ رتبہ اہل بیت علیہم السلام سے بہ نسبت شام کے جہال اور کوفی کے صحرائی کے بہت زیادہ واقف تھے اُن کے سامنے بروز مباہلہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو اَبْنَاءَنَا وَ نِسَاءَنَا وَ اَنْفُسَنَا کہا اُن کے جاتے ان حضرات پر آیۂ تطہیر نازل ہوئی اُن کے علم میں ان حضرات نے یتیم و مسکین و اسیر کو سیر کیا اور خود فاقہ کش رہے اور خود ان کو حضرت رسول خدا صلعم نے ہدایت کی اور تاکید کی کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اُن سے بشمول جمہور اسلام حضرت نے التجا کی تھی کہ لااسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ یعنی میں تم سے کچھ نہیں چاہتا ہیں صرف اپنے اقربا کی مودت چاہتا ہوں" پس اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اہل بیت کو ایذا دینے میں یہ لوگ زیادہ مجرم ہوں گے یا ایک شخص امریکا کا یا چین کا جو رتبہ اہل بیت سے بالکل ناواقف تھا؟ کیا اس حرکت سے (علاوہ اس کے کہ نافرمانی صریح حکم رسول اللہ کی ہوئی) دوسرے عوام وحشی الخیال کو یہ سبق نہیں ملتا ہے کہ اہلبیت طاہرین قابل عظمت نہ تھے کیا کفار کوفہ و شام کو ان کی دختر معظمہ کے خیمہ جلانے میں سابق کی ایک اچھی نظیر نہیں ملی بلکہ نعوذ باللہ اگر گھر جلانا جناب فاطمہؑ کا بڑے آدمی کا کام ہے تو ابن سعد کی اسی وقت برادت ہے! اے بھائی گھر جلنے سے تم فقط یہ نہ سمجھو کہ دو روپے

کا شہتیر اور پانچ روپے کے کیواڑ چلے اُس کے اثر پر زیادہ غور کرو کہ اس فعل کا اثر عوام کے دلوں پر کیسا ہوا اور اس گھر کا جہاں ملائکہ مقربین بے اذن نہیں آتے تھے کیسا استخفاف ہوا۔ پس اس فعل سے تو ظاہر ہے کہ یا اہلبیت طاہرین قابل تعظیم نہ تھے یا اصحاب ثلثہ کو مطلق ایمان نہ تھا اگر مسلمان خانۂ کعبہ ڈھا کر دعوائے مسلمانی کرے اگر مسلمان نبی کا گھر جلا کر مسلمان بنا رہے تو لشکر یزید کیوں اسلام سے خارج ہو؟ اور اگر سابق کا ایمان بعد بے ایمانی اشد کے محافظ ہوتا ہے تو شیطان اب تک مورد لعن کیوں ہے؟

محی الدین :- ایمان سے تو بحث نہیں ہے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ خلفائے ثلثہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

علی رضا :- بھائی اس بارہ میں حکم ربانی نہایت سخت ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ سورۂ آل عمران پارۂ تلک الرسل میں فرماتا ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ يُنْظَرُوْنَ ۭ ترجمہ کب ہدایت کرے گا اللہ اس قوم کی جس نے کفر کیا بعد ایمان کے یعنی جبکہ گواہی دی کہ رسول برحق ہیں اور اُن کے پاس نشانیاں خدا کی آئیں اللہ نہیں ہدایت کرے گا قوم ظالمین کو اُن کی جزا یہی ہے کہ اُن پر لعنت خدا اور ملائکہ اور آدمیوں کی ہوا کرے گی اور وہ داخل رہیں گے دوزخ میں ہمیشہ اور نہ کم کیا جائے گا اُن کا عذاب اور نہ کوئی نظر کرے گا نہ توجہ کرے گا اُن

طرف سورہ بقر پارہ دوم میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ
عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ
اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ ترجمہ اور جو لوگ تم میں سے مرتد ہو جائیں اپنے
دین سے اور بحالت کفر مر جائیں پس ضائع ہوں گے اعمال اُن کے دنیا اور آخرت
میں اور وہ لوگ ہونگے اصحاب جہنم سے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے پس ایمان کے بعد
بے ایمانی تو ارفع ہے بس اب آپ عزمائے کہ آپ کی وصلباقی کیا ہو جاتی ہے میں
کہے دیتا ہوں کہ جس سے بیزاری یا تبرا کرنا ہو اس سے دنیا ہی میں کر لو ورنہ جب
آنکھ بند ہوئی تو کچھ کام نہ آئے گا اور حسرت ہی رہجائے گی! ایسا نہو کہ خدانخواستہ
بروز محشر تم مثل ان لوگوں کے ہو جن کا ذکر خداوند عالم نے قرآن مجید سورہ بقر
پارہ سیقول میں فرمایا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ
وَتَقَطَّعَتْ بِھِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ
کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا کَذٰلِکَ یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ
مِنَ النَّارِ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جب بروز محشر وہ لوگ جو پیشوا سمجھے جاتے تھے
اپنے چیلے چانٹوں کو چھوڑ دیں گے اور دونوں پر عذاب شروع ہو جائے گا
اور سب امیدیں ساقط ہو جائیں گی تو وہ چیلے چانٹے کہیں گے کہ اگر ہمکو زندگی
دوبارہ ملے تو ہم ان لوگوں سے ایسا تبرا کریں جیسا اسوقت ہم سے یہ لوگ
مُنہ پھیرتے اور تبرا کرتے ہیں لیکن یہ بات بیکار ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس طرح
پر ان لوگوں کو دکھلا دے گا کہ اُن کے اعمال کس قدر اُنھیں کے لئے باعث
افسوس و حسرت ہوئے اور ہرگز وہ لوگ اس جہنم سے نجات نہ پائیں گے

بس کیا تم بھی روز محشر تک حالت منتظرہ میں پڑے رہوگے۔

محی الدین بھائی اسکا جواب کل عرض کروں گا۔

شب کو جو محی الدین آرام کے لئے گیا تو اسکو یہ سماں نظر آیا کہ شہزادہ نورایمان نہایت رجوع قلب سے سورۂ برأت تلاوت کر رہا ہے اور حضرت دل چپکے سن رہے ہیں اور یاد الٰہی میں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جس وقت شہزادہ نے یہ آیت پڑھی وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً یعنی قتل کرو مشرکوں کو ہر حال میں جیسا کہ وہ لڑتے تم سے ہر حال میں تو حضرت اپنے جوش میں اٹھے اور پھاٹک کے پاس جو پہنچے تو دیکھا کہ تعصب بیٹھا ہو اپنے زعم میں کچھ اول فول بک رہا ہے آپ کو اور کچھ نہ سوجھی فوراً جیب سے دیا سلائی نکال کر پھاٹک کے کیواڑ میں رگڑ کر تعصب کے دامن میں جو لگادی تو ایک منٹ میں جھر جھر دھائیں دھائیں تعصب خاک سیاہ ہو گیا تب تو زبان ڈری اور ہاتھ جوڑ کر کہا آپ کیوں خفا ہیں میں تو آپ کی لونڈی ہوں جس کام کے لئے حکم ہوگا جان و دل سے بجالاوں گی دل نے اس شرط پر زبان کو امان بخشی اب تو محی الدین کا قلب سارے تعصت سے پاک و صاف ہو گیا پھر تو تارے گنتے رات کٹی جب صبح ہوئی نماز صبح پڑھ کر غسل مستحب کیا اور لباس فاخرہ پہنکر عطریات ملکر بطور روز عید علی رضا کے گھر پر گیا علی رضا کو تعجب ہوا۔

علی رضا:- کیوں بھائی خیر تو ہے آج تو آپ بہت بھڑکے ہوئے ہیں

محی الدین:- کیوں نہو سبحان اللہ آج میرے لئے عجب روز سعید ہے

یعنی آج میں بخشوع قلب اپنے لئے وہ لقب پاک حاصل کر رہا ہوں جو حق سبحانہ عز شانہ نے حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ السلام کو بخشا تھا وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرَاھِیْمَ پارہ بست وسوم سورۂ والصافات یعنی ابراہیم میرے شیعوں سے ہے پس آج میں بفرحت تمام بکشادہ پیشانی کہتا ہوں کہ میں شیعہ اثنا عشری ہوں اس کا میں بلا خوف اعلان کرتا ہوں چنانچہ آج والد ماجد کو بھی میں نے خط لکھدیا ہیں بھائی تم گواہ رہو کہ میں بصدق دل اقرار بالقلب وباللسان کرتا ہوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

علی رضا:- بارک اللہ وجزاک اللہ خیراً جمیلاً یس آج روز جمعہ ہے بہتر ہے کہ کسی عالم باعمل کے سامنے اپنے اعتقادات بیان کردو اور اسکے پیچھے نماز جمعہ پڑھو

محی الدین:- بہت ہی خوب میں ابھی تیار ہوں چلئے ورنہ کہیئے گیارہ بج گئے دونوں صاحب ایک گاڑی میں سوار ہو کر عظیم آباد جامع مسجد پہونچے اور جناب فیضمآب ہادی دارین قبلہ کونین جناب مولانا حجۃ اللہ شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور علی رضا نے ساری حقیقت بیان کی اور محی الدین نے اس کی تصدیق کی اور ایک بار پھر کلمہ طیب وشہادت پڑھا جناب مولانا نے دعائیں دیں

محی الدین:- قبلہ وکعبہ حضور مجھے راہ ہدایت تلقین فرمائیں

جناب مولانا:- بھائی تم توماشاء اللہ خود ذہین ہو کوئی احتیاج تعلیم وتلقین حجۃ اللہ شاہ صاحب کی نہیں مگر بااینہمہ یاد رکھو کہ اصول دین پانچ ہیں پہلے

وحدانیت یعنی خدا ایک ہے دوسرے عدالت یعنی خدا عادل ہے یعنی بروز حساب جمیع مخلوق کا حساب ہے گا جو نیک ہونگے ان کو داخل بہشت اور جو بد ہوں گے ان کو داخل دوزخ کرے گا تیسری نبوت یعنی حق تعالی جل شانہ نے واسطے ہدایت انسان کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول بھیجے سب کے آخر ہمارے پیغمبر آخر الزمان افضل المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی برحق اور رسول مطلق ہیں آپ فرستادہ خدا ہیں اور جو ہدایت آپ نے کی اور جو حکم صادر فرمایا اس کی تعمیل ہم پر واجب ہے چوتھے امامت یعنی بعد حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُن کے نائب اور جانشین اور خلیفہ بلا فصل حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابیطالب علیہ السلام بعد اُنکے حضرت امام حسن علیہ السلام بعد انکے امام حسین علیہ السلام بعد ان کے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بعد اُنکے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام علی رضا علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام علی نقی علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بعد اُن کے حضرت امام مہدی علیہ السلام جو بحکم خدا زندہ ہیں اور ہم لوگوں کی نظروں سے بہ مصلحت خدا غائب ہیں آئمہ برحق ہیں یہ بارھوں امام معصوم ہیں اور حکم اُنکا بھی مثل حکم جناب رسول خدا صلعم واجب الاطاعت ہے پانچوں معاد یعنی قیامت برحق ہے بروز حشر خداوند عالم سب مخلوقات کو زندہ کر کے حساب لیگا اور موافق اعمال کے جزا و سزا دے گا اور اس کے ضمن میں یہ بھی یاد رکھو کہ قرآن مجید کلام خدا ہے اور حق ہے اور ملائکہ برحق ہیں

اور انبیاء مرسلین برحق ہیں و موت حق ہے اور سوال کرنا منکر و نکیر کا قبر میں حق ہے اور ہم لوگوں کا بروز قیامت بعد موت کے زندہ ہونا برحق ہے اور فروع دین چھ ہیں روزہ نماز خمس زکوٰۃ حج جہاد اس کے اکثر اصول سے تم واقف ہو تفصیل کی احتیاج نہیں۔

محی الدین کھڑے ہو کر:۔ قبلہ و کعبہ حضور اور سب مومنین گواہ رہیں کہ میں جملہ اصول اور فروع پر بصدق دل ایمان لاتا ہوں اور سب کو سچ جانتا ہوں آپ لوگ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے اس ایمان میں کامل رکھے اور بروز محشر جناب رسول مقبول صلعم اور ان کے اہل بیت طاہرین کا اور میرا ساتھ ہو۔

جمیع حضار۔ آمین ثم آمین ثم آمین

اس کے بعد نماز جمعہ و عصر ہوئی اور خطبہ ہوا بعدہ سب مومنین نہایت گرم جوشی سے محی الدین سے ملے اور پھر یہ دونوں صاحزادے بانکے پور واپس آئے راہ میں

علی رضا:۔ تو مبارک ہو۔ بگڑے بنجاتے ہیں جب فضل خدا ہوتا ہے

محی الدین:۔ آبدیدہ ہو کر۔ بھائی تمہارا احسان تو قیامت تک نہ بھولوں گا کہ اسوقت مجھکو کہاں سے کہاں پہنچا دیا عرش سے فرش تک نور نظر آتا ہے

علی رضا:۔ ماشاء اللہ تمہارا کیا کہنا اب جو عقائد تمہارے قایم ہوئے ہیں وہ بہت صیقل ہو کر ظہور میں آئے ہیں اور حق یہ ہے کہ تمنے کوئی دقیقہ اپنے مذہب سابقہ کی تائید میں اٹھا نہیں رکھا اس سے زیادہ اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ مگر پھر حق ہے خوش نصیبی تمہاری یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں انصاف دیا ہے اور ہر جگہ صداقت اور انصاف کی بڑی وقعت ہی

محی الدین :- اس میں کیا شک اب یہ بتلاؤ کہ اعمال وغیرہ کے لئے کون سی کتاب کا مطالعہ میرے لئے مناسب ہوگا۔

علی رضا :- اعمال کے لئے کتاب ذخیرۃ المعاد جس میں مسائل دستخطی جناب مولانا شیخ زین العابدین علیہ الرحمتہ مندرج ہیں دیکھتے رہو اور مناظرے میں جناب مولانا شیخ احمد صاحب دیوبندی کی کتاب انوار الہدے وغیرہ کا مطالعہ مناسب ہے

محی الدین جزاک اللہ فی الدارین خیرا

چند روز تک محی الدین کے مکان پر احباب و اقران کا ہجوم رہا سبھوں نے بہت سمجھایا اُس نے کہا کہ اگر آپ لوگ میری باتوں کا جواب دیجئے میں ابھی اپنے مذہب سابقہ پر آتا ہوں مگر کہاں یہ چھ مہینے کی صیقلی باتیں اور کہاں ہٹ دھرمی سب کے سب منھ کی کھاکر کنارے ہوئے اور مولوی برکت اللہ صاحب بھی سنکر خاموش ہو رہے جب محی الدین مکان پر گیا تو برادری والوں نے مولوی صاحب کو ابھارنا چاہا اُنھوں نے اس حد تک برہمی دکھلائی کہ اگر کسی طرح سے محی الدین نے مذہب جدید اختیار کیا ہے تو باز آجائے مگر اصل تو یہ تھی کہ چھ مہینے کی سرگردانی کے بعد اسکو نور ایمان ہاتھ آیا تھا وہ کب بند رہتا دلیلیں معقول جو دیں تو مولوی صاحب بھی مرد معقول تھے مان گئے اور لوگوں کو کہدیا کہ ایمان و اعتقاد کو دل سے تعلق ہے جب اُسکو یہی راہ پسند آئی تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور ہم کیوں مزاحم ہوں عزیز و اقارب نے بھی دیکھا کہ اب اس سے جھگڑنا فضول ہے طبیعت پختہ مغزوں کی جدھر آئی ادھر آئی اس خیال سے رفتہ رفتہ سب کے سب ساکت ہوگئے اور ایک مہینے کے بعد ہر شخص سے خلا ملا محی الدین کو تہا قایم ہو گیا

اور وہ علانیہ صوم وصلواۃ بطور شیعیان ادا کرنے لگا ایک مہینے کے بعد پھر بانکے پور واپس آیا اور ایک روز علی رضا کے مکان پر جا کر بعد صاحب سلامت

محی الدین بھائی علی رضا صاحب میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں کہ آپ کی ہدایت سے میں نے راہ حق اختیار کی اور یہ بڑا احسان آپ کا میرے سر پر ہے ہر چند میرے اعتقادات میں اب مطلق کلام نہیں مگر چند مسائل اس مذہب کے ایسے ہیں جن کو ہم لوگ ہمیشہ بنظر تحقیر دیکھتے تھے اور اسپر اکثر تمسخر کرتے تھے اگر آپ مہربانی فرما کر اُن مسائل میں میری تشفی کر دیں تو میں آپ کا تا زیست ممنون رہوں۔

علی رضا:۔ اس میں احسان کی تو کوئی بات نہیں ہے آپ کے انصاف نے آپ کو راہ حق دکھائی۔ اب میں سنوں وہ کون سے مسائل ہیں جن پر آپ لوگ تمسخر کرتے تھے۔

محی الدین اس کا لطف اسیوقت ہے جب میں اسی طرح بیان کروں کیونکہ جب تک کوئی شخص دل کھول کر صاف صاف باتیں نہیں کرتا تب تک باتوں میں صفائی نہیں ہوتی اور نہ شکوک رفع ہوتے ہیں

علی رضا:۔ ضرور اسی زبان میں فرمائیے۔

مسئلہ متعہ

محی الدین:۔ تو اب چند منٹ کے لئے بفرض محال آپ فرض کیجئے کہ میں اپنے مذہب سابق پر ہوں اور اس حیثیت سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس قدر تہذیب انسانی کے لے رہے تھے پھر آپ کے مذہب میں جو مسئلہ متعہ ہے اس کی کیونکر

تائید کرسکتے ہیں ؟ معاذ اللہ یہ بھی کوئی مذہب ہے جس میں رنڈی بازی جائز ہو توبہ توبہ!!

علی رضا :- متعہ رنڈی بازی کیونکر ہے

محی الدین :- رنڈی بازی نہیں ہے تو اور کیا ہے ایک رنڈی کو بلایا اس کی خرچی مقرر کر کے حوالہ کی دو چار کلمے بُدبُدائے بعدہ اسکو لے کر پڑ رہے بھلا اب رنڈی بازی میں اور کیا بات ہوتی ہے۔

علی رضا :- اگر کوئی شخص بڑی بھاری برات جمع کرے جس میں اونچی اونچی رنڈیاں اور بڑے بڑے رقاص ناچیں آرایش خوب ہو چوک سے گدڑی تک روشنی کا ایک تختہ معلوم ہو اور بعدہ ایک مکان میں برات اترے تب ایک بڑے عمامے والے قاضی صاحب آئیں اور صیغہ متعہ پڑھائیں تو یہ جائز ہوگا یا نہیں ؟ ہمیں تو رنڈی بازی معلوم نہ ہوگی

محی الدین :- اس میں تو صورت جواز کی معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ شرعاً جائز ہو

علی رضا :- بس معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جواز یا عدم جواز کا دار مدار یہی ٹھونڈھوں پوں پوں پر ہے تو میں اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سنی مذہب ایک رنڈی بولائے اور اسی طرح اس کی خرچی (جس کو ہم مہر کہتے ہیں) مقرر کرے اور اسی طرح دو گواہ کے سامنے کچھ بدبدائے (جس کو ہم صیغہ نکاح یا ایجاب وقبول کہتے ہیں) اور بعدہ اسکے ساتھ خلوت صحیحہ کرے اور سوائے اسکے اور مطلقاً کچھ تکلف نہو تو آپ کے اعتبار سے اگر متعہ چند روزہ رنڈی بازی ہے تو نکاح دائمی رنڈی بازی ہو جاتا ہے

محی الدین:۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس حالت میں تو وہ ہمیشہ کے لئے اس کی زوجہ ہو گی اور دوسرے پر حرام ہوئی طرفین میں حقوق زن و شوہر کے جاری ہوئے اور ایک واسطہ شرعی پیدا ہو گیا۔

علی رضا:۔ مگر طریقہ شرعی اور فارم دونوں کا تو ایک تھا پھر اب طریقے اور فارم پر تو نہ ہنسو گے؟ بھائی شرعاً اور موافق رواج عام جملہ شائستہ قوموں کا دارمدار ازدواج تو اسی بدبدانے (یعنی ایجاب و قبول) اور اسی خرچی (یعنی مہر) پر ہے سوائے اسکے تو اور سب زوائد میں داخل ہیں اگر یہ نہو اور عورت و مرد ہم بستر ہوئے تو مارو کاٹو نکالو ذات سے خارج کرو کی صدا ئیں بلند ہوئیں اور اگر وہی فعل بعد بدبدانے اور تعین کرنے خرچی کے (یعنی ایجاب و قبول و تعین مہر کے) ہوا تو بیچ رنگ ہی اور ہی ہو گیا بدکار کہلائے وہ بہو کہلائی انکی اولاد نواسے اور انکے نبیرے کہلائی اور باہم بہا اتحاد ہو گیا جواب نہیں

محی الدین:۔ واقعی تعصب بھی کیا بد بلا ہے جب ہم اپنے مذہب پر ہنستے تو مجرد طریقے پر کیا کچھ ہنستے نہ تھے مگر اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور متعہ میں صرف یہ فرق ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے اور یہ موقت ہوتا ہی لیکن ہاں ایک بڑا بھاری فرق یہ ہے کہ اُس میں حقوق پیدا ہوتے ہیں واسطہ پیدا ہوتا ہے اور اس میں یہ سب کچھ نہیں

علی رضا:۔ متعہ میں بھی واسطہ پیدا ہوتا ہے اور حقوق پیدا ہوتے ہیں اگر زمان متعہ میں حمل واقع ہو اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد بجنسہ ویسی ہی وارث ہو گی جیسی زن منکوحہ کی اور اسی واسطے متعہ کے بہت سے شرائط مقرر ہیں تاکہ تعین اولاد میں کوئی شبہہ نہ ہے اور اسی وجہ سے زنان بازاری سے متعہ مکروہ ہے اور اگر کوئی عورت کسی مرد سے ہم بستر ہوئی ہو تو تا زمان عدہ یعنی طہر کے متعہ جائز نہیں ہے

کیونکہ اس حالت میں اگر حمل رہ جائے اور اولاد پیدا ہو تو شبہہ رہ جائے گا کہ یہ
کس باپ کی اولاد ہے حالانکہ مقصد شارع کا یہ ہے کہ جو اولاد زن ممتوعہ سے ہو وہ
ترکہ پاوے پس اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جس طریقہ ازدواج سے اسقدر حقوق و فرائض
شرعی پیدا ہوں اُس کو رنڈی بازی کہنا کیسا ہے۔

محی الدین:۔ مجھے یہ مطلق معلوم نہ تھا کہ اولاد متعہ میں بھی توریث ہے پس جب
ایسا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ فارم رسوم شرعی دونوں کے ایک ہیں یعنی
مہر اور ایجاب وقبول تو اب میرے نزدیک سوائے فرق زمانہ کے اور کوئی فرق معلوم
نہیں ہوتا پس یہ فعل قابل تمسخر تو البتہ نہ تھا مگر یااینہمہ موقت ہونا اس کا سخت
اعتراض کے قابل ہے۔

علی رضا:۔ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور بعد کسی زمانہ کے طلاق دیدے تو
نکاح اور متعہ میں کیا فرق ہے۔

محی الدین:۔ ظاہرا یہ فرق ہے کہ متعہ میں ابتدا ہی سے توقیت کی نیت رہتی ہے
اور نکاح میں ابتدائً دوام کی نیت رہتی ہے

علی رضا:۔ تو اب غور کرو کہ نکاح اور متعہ میں صرف نیت کا فرق ہے ورنہ
نکاح کرکے طلاق دینے میں اور متعہ میں کچھ فرق نہیں ہے پس میری سمجھ میں
مطلق نہیں آتا کہ جو شرع یا قانون کسی معاہدے کے شکست کردینے کا عاقدین
کو آسان اختیار دیوے تو وہ شرع یا قانون کیوں اس معاہدے کے ابتدا
ہی میں موقت ہونے کے خلاف ہوگا بلکہ حالت اول میں دھوکا کھانے کا احتمال
اور دوسرے میں مطلق نہیں کیونکہ فریقین اپنے اپنے زمانہ کو اور اپنے معاہدہ کو

بخوبی جانتے ہیں

فرض کرو کہ کسی شہر کا دستور ہے کہ مسافر گاڑی دن بھر کے لیے بھی کرایہ لے سکتا ہے اور ہمیشہ کے لیے بھی لیکن حالت آخر میں عاقدین کو اختیار ہے کہ جب چاہیں معاہدہ شکست کر دیں۔

اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ مسافر اور گاڑی والے کے لیے دونوں کے واسطے یہ اچھا ہی کہ ابتدا ہی میں زمانہ مقرر کر لیں یا یہ کہ ابتدا میں تو ہمیشہ کے لیے کرایہ لیں اور اسی خیال سے سفر اختیار کریں لیکن جب نصف راہ طے کریں تو اسوقت یکایک اس معاہدہ کو حسب اختیار اپنے شکست کر ڈالیں؟ غور تو کرو کہ جس فریق کے خلاف یہ معاہدہ شکست ہوگا اس غریب کی مسافرت کے عالم میں کیا حالت ہوگی؟ افسوس ہے کہ ہم نے گاڑی کی مثال ناحق دی اگر کشتی کی مثال اختیار کرتے تو اور مزا ہوتا کہ عین منجدھار میں معاہدہ شکست ہوتا اور اسوقت کشتی پر سوار رہنے والے حضرت کا مزاج شریف پوچھا جاتا!!

محی الدین:۔ تو ان مثالوں سے تم کیا ثابت کرتے ہو

علی رضا:۔ میں یہ کہا چاہتا ہوں کہ مذہب سنت جماعت میں طلاق اسقدر آسان ہے کہ اگر کوئی زوجۂ منکوحہ کو درشتی سے کہے کہ چلی جا یا تجکو میں نہیں چاہتا تو طلاق ہو جاتا ہے اس لیے طلاق کی آسانی نکاح دائمی کو متعہ کے سطح پر لے آتی ہے دیکھو ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۱۱ میں ہے کہ اگر کوئی شخص حالت نشہ میں طلاق دے تو جائز ہی اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۹ میں ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہی کہ "تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے" اور اس سے تین طلاق بمقصد رکھتا ہو اور عورت کہے کہ میں نے اپنے ایک پسند کی تو اس سے تین

طلاق ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اگر ایک شخص غیر کہے "زید کی زوجہ کو طلاق دیا گیا" اسپر زید کہے کہ ہم نے اجازت دی یا ہم "رضامند ہیں" تو اس سے بھی طلاق ہو جاتا ہے فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۵۴۹

شاما چرن "نا گور لا لکچر ۱۸۷۳ء صفحہ ۴۱۲ و ۴۱۳ میں بسند ہدایہ وغیرہ کتب معتبرہ اہلسنت مرقوم ہے (۱) "حساب کر" (۲) اپنا رحم پاک کر (۳) تو تنہا ہے (۴) تو جدا ہوئی (۵) تو قطع ہوئی (۶) تو منع کی گئی (۶) تو منع کی گئی (۷) تیری لگام تیرے گلے میں پھینکی گئی (۸) اپنے لوگوں میں جا مل (۹) تو بیکار ہوئی (۱۰) میں تجھکو تیرے خاندان میں دیتا ہوں (۱۱) میں تجھکو آزاد کرتا ہوں (۱۲) تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے (۱۳) تو آزاد ہے (۱۴) اپنے کو چھپا (۱۵) پاک ہو (۱۶) چلی جا (۱۷) وہاں جا (۱۸) جا (۱۹) اٹھ (۲۰) اپنا آشنا ڈھونڈ ہر ایک ان سب الفاظ کے استعمال سے طلاق ہو جاتا ہے دیکھو ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ برخلاف مذہب شیعہ کے کہ اسمیں شرائط طلاق اسقدر مشکل ہیں کہ طلاق اس ملک میں قریب قریب محال کے ہو گیا ہے یعنی اگر مرد بحالت[1] صحت ذات و ثبات[2] عقل بخوشی[3] رضا بلا[4] غم و غصہ عادلین[5] کے سامنے صیغہ[6] طلاق زبان عربی میں جاری کرے تو طلاق ہو گا ورنہ اگر ان چھ شرطوں سے ایک میں بھی نقص پایا گیا تو طلاق باطل اور کالعدم ہے پس میرے نزدیک تو سنت جماعت کے مقابلہ میں مذہب شیعہ عورتوں کا زیادہ محافظ ہے کیونکہ عورتوں کے لئے مذہب شیعہ کا استحکام نکاح قطعی با جواز متعہ سنی مذہب کے خوفناک اور متزلزل نکاح دائمی سے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور مردوں کو شیعہ کے متعہ اور سنی کے نکاح دائمی با اختیار طلاق میں آزادی برابر ہے۔

محی الدین:- با این ہمہ جب قرآن نے چار نکاح تک کی اجازت دی تو کیا ضرور ہے کہ تم ایسا فعل کرو جس کی صورت ظاہرا مکروہ معلوم ہو اور غیر مذہب والے اسکو رنڈی بازی سمجھیں؟

علی رضا:- آجکل اس ملک میں جہاں اسقدر فسق و فجور جاری ہے اور اسکی دینا وی کوئی سزا نہیں جسقدر تم کہتے ہو صحیح ہے ہو بلکہ اگر یورپ کے بعض ملکوں میں جاؤ تو وہاں نکاح کرنا بھی بیوقوفی ہے باینہمہ شرائط متعہ اسقدر ہیں کہ اگر اسوقت ہم یا تم متعہ کرنا چاہیں تو گول گھر سے چوک تک ہزاروں رنڈیاں ہوں گی مگر کوئی قابل تمتع نہیں ٹھہرے گی کیونکہ اولاً تو میری شریعت نے امر خلاف زنی کو مکروہ قرار دیا ہے اور رنڈیوں کے کوٹھوں پر جانا عیب اور خلاف زنی ضرور ہے اسلئے ہم تم تو اُن کے کوٹھے پر جا ہی نہیں سکتے ثانیاً زناکاری اُن کا پیشہ ہے اور زانیہ سے متعہ مکروہ ہے ثالثاً جب تک ایام عدہ کی گذر نجائیں متعہ جائز نہیں پس ان زنان بازاری کا تمہارے وعدہ پر پینتالیس دن تک بیکار رہنا ممکن ہی نہیں پس باوجود اس قدر سخت شرائط کے متعہ کو رنڈی بازی کہنا تہمت متعصبانہ ہے یا نہیں؟ اور غیر مذہب والے یا غیر قوم سے تو یہاں بحث نہیں وہ تو محض شرعی طور پر جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کیا، نکاح کرنے اور طلاق دینے کو بھی برا سمجھیں گے اور برات اور آرایش اور آتش بازی اور ناچ اور جامے اور سہرے کے ساتھ متعہ ہو تو اسکو جائز سمجھیں گے۔

محی الدین:- اس کہنے سے تمہارے مجھے اب متعہ برا نہیں معلوم ہوتا اور جسقدر اسکا مسخر کرنے تھے وہ مہمل نظر آتا ہے لیکن ابھی تک اچھا بھی نہیں معلوم ہوتا ہے اس کی

زعیب انسانی تہذیب کو خراب کرنے والی ہے

علی رضا:- میں نے کہا نہ کہ اس ملک میں جہاں قانون شرع برتا نہیں جاتا جو کچھ کہو وہ صحیح ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے شارع علیہ السلام نے اس قاعدے اور مسئلہ کی تجدید میں ہزاروں مخلوق خدا کی جان بچائی اور سیکڑوں عصیان سے اُن کو محفوظ رکھا

محی الدین:- یہ کیونکر؟

علی رضا:- تم جانتے ہو کہ زنا کے لئے تمہاری شرع میں کیا سزا مقرر ہے

محی الدین:- اس وقت تو خیال نہیں

علی رضا:- عام زنا کے لئے تو عورت و مرد دونوں کو سو سو کوڑے اور زنا محصنہ یعنی شوہر دار عورت کے ساتھ زنا کرنے میں سنگسار بس اب غور تو کرو کہ اگر یہ قانون پٹنہ اور بانکے پور میں جاری ہو جائے تو کل کتنے آدمی عدم آباد تشریف لیجائیں اور اگر ایک مہینہ تک یہ قانون جاری رہے اور اُسکا عمل درآمد پورے طور سے ہو تو مہینے دن کے بعد مردم شماری میں پٹنہ کی کیا حالت پہنچے اور ست گھرو اور گورہٹہ کیسا پامال ہو جائے لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ شہوت انسانی عجب بدبلا ہے روکے سے نہیں رُکتی سرکار انگریزی سے زنا بالجبر کے لئے جو ایک قسم خاص کا زنا ہے حبس دوام یا دس برس قید کی سزا مقرر ہے تاہم شاذ ہی کوئی دورہ زنا بالجبر کے مقدمہ سے خالی جاتا ہوگا اسپر کہ اکثر بیہودہ گنوار ایسے جرائم محض کم سن چھوکریوں کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ سن والیوں کی نسبت تو اُن کی اجازت فحوای قیاس کر کے مقدمہ چلایا ہی نہیں جاتا۔

محی الدین:- میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قانون اس شہر میں ایک مہینہ برتا جائے تو یا تو میرا شہر نمونہ بہشت بریں ہو جائے یا نصف غائب اور چونکہ عورتوں کے لئے بھی کوڑے ہیں اس لئے ست گھر اور گوریٹہ تو دو ہی دن میں پاک صاف

علی رضا:- یہی حقیقت امر یہ ہے کہ جب بموافق عادت و فطرت انسانی ہیرے شارع علیہ السلام کے اجلاس میں بہت سے مقدمات زنا کے آئے تو روزانہ لوگوں کو کوڑے کھلوانا یا سنگسار کرنا حضرت پر گراں گذرا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ متعہ جو حضرت رسول اللہ کے وقت میں جاری تھا اسکو حضرت عمر نے حرام کر دیا ہے ہمارے شارع نے خیال کیا کہ اگر یہ طریقہ مروّجہ جاری رہا تو سیکڑوں کا خون ہو گا یا جھوٹی گواہی اور غلط اظہار کرنے کی ترقی ہو گی اس لئے حضرت نے اسیوقت حضرت عمر کا حکم مسترد کر کے طریقہ زمانہ رسول اللہ جاری رکھا جس سے ہزاروں آدمی نا حق قتل ہونے اور کوڑے کھانے سے بچے۔

محی الدین:- کیا علمائے اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ کے وقت میں متعہ جاری ہوا تھا۔

علی رضا:- ہاں دیکھو صحیح مسلم وغیرہ کتب معتبرہ اہلسنت وجماعت جس میں قول حضرت عمر کا مندرج ہے مُتْعَتَانِ کَانَتَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ اَنَا اُحَرِّمُھُمَا یعنی دو متعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے زمانہ میں تھے ایک متعہ الحج اور ایک متعۃ النسا مگر میں دونوں کو حرام کرتا ہوں دیکھو سیرۃ الفاروق صفحہ ۲۱۷

محی الدین:- جب حضرت رسولخدا کے وقت میں متعہ جاری تھا تو حضرت عمر نے کس اختیار سے اسکو حرام کر دیا؟ کیا کوئی آیت صریح اس کے خلاف میں ہے؟

علی رضا:۔ کوئی آیت اس کے خلاف میں نہیں مگر علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ متعہ حضرت رسول اللہ نے ایک مرتبہ جہاد میں جائز کیا تھا اور پھر حضرت نے اسکی ممانعت کی اور حضرت عمر نے اپنے عہد میں اسی ممانعت کی تجدید کی۔

محی الدین:۔ اسکا کیا ثبوت ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنے وقت میں ممانعت فرمائی تھی

علی رضا:۔ مجھے مطلق معلوم نہیں یہ تو علمائے اہلسنّت جانیں

محی الدین:۔ مگر بھائی ایسا ازدواج موقت تو کسی شائستہ قوم میں جاری نہیں ہے ان کو کیا جواب دوگے

علی رضا:۔ نہیں معلوم اس مقام پر شائستہ قوموں سے تم کون سی قوم مراد لیتے ہو اگر تم کسی قوم کی تخصیص کرتے تو میں دیکھتا کہ اس قوم میں زنا سے کس قدر احتراز کیا جاتا ہے اور عورتوں کی آزادی کیسی ہے اگر اس قوم میں زنا جاری ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ جو کام ہم کرتے ہیں وہی کام تم کرتے ہو فرق یہ ہے کہ ہم ایسے اصول کے ساتھ کرتے ہیں جس کو ہماری شرع نے روا رکھا ہے اور اسی اعتبار سے ہمارا اعتقاد اسکو جائز سمجھتا ہے اور تم ایسا کرتے ہو جس کو تمہاری شرع اور تمہارا دل دونوں برا جانتے ہیں ہاں میرے اس طریقے پر اس ملک کا آدمی طعن کر سکتا ہے جہاں زنا مطلقاً نہوتا ہو اور ایک بی بی چھوڑ کر دوسری عورت کو ہر فرد و بشر ماں بہن سمجھتا ہو مگر ایسا ملک جہاں تک میں جانتا ہوں اس کرۂ ارض میں تو نہیں ہے شاید کرۂ مریخ وغیرہ میں ہو با ایں ہمہ اس خیالی ملک والے سے میں کہوں گا کہ طریقہ اور اصول ازدواج

میں ہر قوم نے دوسری قوم کے طریقہ کو اس کے لئے جائز تسلیم کر لیا ہے جیسا مسلمانوں
نے ہندؤں کے طریقہ ازدواج کو انکے لئے عیسائیوں نے مسلمانوں کے طریقہ ازدواج کو انکے لئے یہودیوں
نے عیسائیوں کے طریقہ ازدواج کو انکے لئے پس ہم اسی طرح اس فرشتہ خصال خیالی شخص سے
کہیں گے کہ شیعوں کا یہ طریقہ ازدواج اُن کے مذہب میں جائز ہے آپ کو اس
میں کلام کی جگہ نہیں ہے چنانچہ اسی اصول پر اس طریقہ ازدواج کو سرکار انگریزی
نے صحیح مانا ہے اور کلکتہ کے ہائیکورٹ میں چند مقدمے فیصل ہوئے اور سب میں مذہب
شیعہ کے مسائل شرعی پر استدلال کیا گیا ہے۔

محی الدین: ۔ مگر تم پر ایک بڑا بھاری اعتراض ہوتا ہے یعنی تمہارے کلام سے
معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شارع علیہ السلام نے طریقہ متعہ کو مصلحتاً جاری کیا اور
نعوذ باللہ خداوند عالم کے احکام میں غلطی نکال کر انہیں اصلاح دی یعنی باوجودیکہ
حق تعالیٰ جل شانہ زور شہوت انسانی سے واقف بلکہ اسکا خالق تھا تو بھی زنا کی
ایسی سخت سزا مقرر کی جس سے قوم کی قوم نیست و نابود ہو جائے اور اس غلطی کو
(نعوذ باللہ) تمہارے شارع نے دفع کیا۔

علی رضا: ۔ ہمارے شارع نے کلام ربانی یا احکام خداوند عالم میں مطلق دخل
نہیں دیا ہے کیونکہ خود پروردگار عالم نے متعہ کے لئے قرآن میں اجازت دی ہے
شروع پارہ پنجم سورہ نسار میں یہ آیت موجود ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ وَ
فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ
الْفَرِيْضَةِ ترجمہ پس وہ عورتیں کہ متعہ کیا ہے تمنے ساتھ اُن کے اُن عورتوں میں سے
پس دو تم مہر اُن کا درحالیکہ وہ مہر ادا کرنا تم پر فرض ہے۔

پس میری شریعت اور میرے اصول کی رو سے تو احکام خداوند عالم بہت صحیح اور نہایت معقول معلوم ہوتے ہیں یعنی حق تعالیٰ نے زور شہوت انسانی کو دیکھ کر چار نکاح اور علاوہ اُس کے متعہ کی اجازت دی کہ یہ محض نعمت الہٰی ہے پس اس نعمت کو چھوڑ کر اگر کوئی دیدہ و دانستہ بدکاری کرے اور عادہ وغیرہ شرائط متعہ کا تحمل نہ کرے یا پرائے شخص کی زوجہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو بیشک وہ واجب التعزیر ہے اور اگر کوئی شخص ایک نعمت کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بدکاری کرے تو ایسے آدمی کی دنیا میں نہ رہنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہ ہوگا خلاف اس کے اگر متعہ ناجائز کر دیا جائے تو حقیقۃً علمائے اہل سنت کو تمہارے سوال کا جواب بہت ہی مشکل ہوگا بشرطیکہ وہ ایک سنٹ کے لئے بھی فرض کر لیں کہ ہر زانی و زانیہ کے ساتھ ہر اقلیم و ملک میں تعذیر شرعی کا پورا عمل در آمد ہو رہا ہے دوسرے مذہب والے تو یہ کہکر نکل جائیں گے کہ ہمارے مذہب میں ایسی سخت سزا مقرر نہیں ہے

محی الدین :۔ تو اس میں کیا مضائقہ تھا کہ حق تعالیٰ متعہ کا حکم نہ دیتا اور سزا کم مقرر کرتا

علی رضا :۔ اس حالت میں زنا زیادہ ہوتا اور یہ قبیح ہے۔

محی الدین :۔ یہ نہیں تو نکاح کی تعداد بڑھا دیتا

علی رضا :۔ معاذ اللہ ایک بی بی کا بار تو پورا اٹھ نہیں سکتا اسپر بھی چار کی اجازت ہوئی اگر اس سے زیادہ کی اجازت ہوتی تو چالیس پچاس منکوحہ بی بیوں کا بار کون اٹھاتا اور کہاں تک گلے کا ہار بناتا اور دالعاقل تکفیہ الاشارہ) کیونکر عدل کرتا۔

محی الدین :۔ اس کی تو نوبت ہی نہ آتی کیونکہ طلاق مذہب سنت جماعت میں

بہت آسان ہے نکاح کرتے اور جب نقد او بڑھتی طلاق دیتے

علی رضا:۔ اس کارروائی سے تو متعہ کو ہم گاڑی والی مثال میں بہتر ثابت کر چکے ہیں۔

محی الدین:۔ علمائے اہل سنت وجماعت آیۂ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ اِلی آخرہ کے بارہ میں کیا کہتے ہیں اور اس کی کیا تاویل کرتے ہیں

علی رضا:۔ علمائے معتمد مثل قاضی بیضاوی وعلامہ زمخشری وفخرالدین رازی نے لکھا ہے کہ یہ آیت متعہ کے باب میں نازل ہوئی تفسیر کبیر صفحہ ۲۸۶ چھاپہ کلکتہ کی عبارت یہ ہے۔ اَلْقَوْلُ الثَّانِیْ اِنَّ الْمُرَادَ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ حُکْمُ الْمُتْعَۃِ وَھِیَ عِبَارَۃٌ اَنْ یَّسْتَاْجِرَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ بِمَالٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّعَیَّنٍ فَیُجَامِعُھَا وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّھَا کَانَتْ مُبَاحَۃً فِیْ اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَامِ یعنی مراد اس آیت سے حکم متعہ ہے اور متعہ عبارت ہے اس سے کہ ایک مرد ایک عورت کو زمانہ معیّن کے لئے مہر معلوم پر اجارہ لے اور بعدہ اس سے ہم بستر ہو اور سب علما کا اتفاق ہے کہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا بلکہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ متعہ تا قیام قیامت حلال ہے دیکھو ہدایہ لیکن دیگر علما اس کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر استمتاع سے جماع مراد ہے اور مطلب آیہ کریمہ کا یہ ہے کہ جب کسی عورت سے استمتاع یعنی جماع کرو تو اُن کا مہر ادا کرو مگر مشکل یہ ہے کہ اگر قول آخر صحیح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ کا بقول اُن کے ایک مرتبہ اجازت متعہ دینا جسکو سب علمائے سنّت وجماعت قبول کرتے ہیں بلا اجازت ربانی ہو جاتا ہے اور یہ محال ہے اور اگر استمتاع سے جماع مراد ہو تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلا جماع کے ادائے مہر فرض نہیں مگر طرفین

ہیں مسلم الثبوت ہے کہ نصف مہر بمجرد نکاح فرض ہوجاتا ہے عام اس سے کہ جماع واقع ہو یا نہو پس یہ تاویل بالکل غلط ہوجاتی ہے۔

محی الدین یہ تاویل تو بالکل مہمل ہے پس اب مجھے مطلق شک نہیں اور میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ متعہ ایک بڑی نعمت الٰہی ہے اور یہ ہم لوگوں کی بڑی غفلت ہے کہ اس نعمت کو چھوڑ کر بدکاریوں میں پھنستے ہیں جس سے دنیا اور عقبیٰ دونوں کی برائی ہے اور عقلاً اور شرعاً متعہ کسی طرح نکاح سے کم نہیں حقیقتہً کسی سنی نے آج تک اس مسئلہ پر غور ہی نہیں کیا ہے اور نہ اس کی حقیقت اور مصالح کو سمجھا ہے۔

اعمال محرّم

محی الدین حضرات سنت جماعت کا اعمال محرم پر پہلے یہ اعتراض ہے کہ آپ لوگ غم امام حسین علیہ السلام میں جو اس قدر روتے پیٹتے ہیں یہ سب داخل عیب ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں میں سے صبر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ پس آپ اس واقعہ پر صبر کیوں نہ کیجیے جو بیفائدہ ہر سال ہائے وائے کیا کرتے ہیں

علی رضا: مجرد رونے اور گریہ وزاری کو تو آجتک کسی قوم نے عیب میں داخل نہیں کیا ہے بلکہ مقام غم والم میں گریہ وزاری ہر قوم میں جاری ہے اور خود جناب باری نے قرآن میں فرمایا ہے فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا

اور موقع و محل مناسب حتیٰ کہ فراق وطن یا فراق عزیزاں میں رونا تو انبیائے
اولوالعزم کی سیرت میں داخل ہے جیسا حضرت آدم علیہ السلام مفارقت جنت
سے بہت روئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام تو حضرت یوسف علیہ السلام
کے فراق میں اسقدر روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں جیسا
کہ قرآن مجید میں ہے وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ اور خود ہمارے حضرت سرورِ کائنات اکثر
روئے ہیں پس نہ معلوم رونے کو آپ کس دلیل سے داخل عیب ٹھیرا کر انبیائے
سلف پر داغ لگاتے ہیں؟ کیونکہ اگر رونا داخل عیب ہے تو حضرت یعقوب
علیہ السلام کی نبوت پر نعوذ باللہ دھبہ لگ جاتا ہے اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ
رونا اصول اسلام کے خلاف یا منافی صبر ہے اس سے مجکو ہرگز اتفاق نہیں
مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صبر اسلام کے اعلیٰ اصولوں میں سے ہے
اور انبیا اور اوصیا اور آئمہ ہر ہر مصائب میں صبر کرتے آئے ہیں لیکن اس سے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رونا صبر کے خلاف ہے کیونکہ قانون فطرت پر اگر لحاظ کیجیے
تو مصائب میں پریشان حال ہونا فطرتی معلوم ہوتا ہے اگر اسوقت آپ کے
پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو بیساختہ آہ آہ کیجیے گا اور لنگ کھا کر چلیے گا اور
اگر آپ کے دامن میں آگ لگ جائے تو بیساختہ ادھر ادھر مضطربانہ دوڑیے
گا اور آگ بجھائے گا یہ باتیں فطرتی ہیں اور رونا اس سے بھی زیادہ فطرتی ہے
یعنی رونا خلقت انسانی کے لئے گویا لازم و ملزوم ہے مشہور ہے کہ جب حضرت
آدم علیہ السلام نے دنیا میں قدم رکھا تو روتے آئے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہی
تو روتا پیدا ہوتا ہے پس اس بڑھ کر فطرتی بات اور کون سی ہوسکتی ہے کہ از آدم

تا ابیدم انسان جو پہلا کام کرتا ہے وہ رونا ہے پس رونے پر تو خلقت انسانی کا دار مدار ہے اور رونا داخل خلقت انسان ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ بشر کیسا ہی سنگدل کیوں ہو جب اُس کے دل میں ہر کچھ صدمہ پہنچتا ہے تو ضرور آنسو نکل آتے ہیں

اب اگر صبر کو آپ اس حد تک لیجائے کہ اس ابتدائی اور عام فطرت انسانی کے خلاف طرز عمل رکھنے کے لئے مجبور کرے تو آپ کو ماننا ہوگا کہ اصول اسلام فطرت مخالف ہے مگر میں جہاں تک دیکھتا ہوں ہر اصول میں اسلام نے فطرت کا بڑا لحاظ رکھا ہے یہاں تک کہ پروردگار عالم نے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا فرمادیا ہے پس جب حق سبحانہ عز شانہ نے وسعت انسانی سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہی تو یہ کہنا کہ اُسی پروردگار عالم نے اسلام کے اصول ایسے قایم کردئیے ہیں جو اسی خلاق عالم کے بخشے ہوئے فطرتی اصول کے مخالف ہیں نہایت ہی خلاف عقل معلوم ہوتا ہے اسی خلاق عالم نے باپ کے دل میں بیٹے کی محبت عطا فرمائی ہے اسی کی دی ہوئی فطرت سے بیٹے کی صعوبت پر باپ کا دل دکھتا ہے پھر اگر اسی کا حکم یہ ہو کہ تم بیٹے سے محبت نہ رکھو یا اسکی صعوبتیں دیکھ کر دردناک ہو دلپر صدمہ نہ لاؤ آنسو نہ گراؤ بڑی بھاری فرمایش معلوم ہوتی ہے۔

کشتیم در ورطۂ رنج و بلا انداختہ　　باز می گوید کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اور کم سے کم لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا سے بہت زیادہ ہے۔

میرے نزدیک اسلام کے اصول اسقدر مخالف فطرت کے ہو نہیں سکتے کیونکہ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اسلام ہمیشہ فطرت کی تائید کرتا ہے اور اس سے موافقت رکھتا ہے اسیوجہ سے جب کسی شخص نے خلاف فطرت عمل کرنے کا قصد کیا ہے تو رد کئے گئے ہیں جیسا مشہور ہے کہ بعض صحابیوں نے بخیال حرج عبادت

کے ازدواج سے انکار کیا تھا لیکن یہ بات اُن کی اعلیٰ حضرت جل شانہ کو پسند نہ ہوئی اور ان لوگوں کو نکاح کر لینے کا حکم ہوا

ہاں اسقدر البتہ ہے کہ اصول فطرت سوشل قواعد سے محدود کردئے گئے ہیں اور چونکہ ہر امر اور ہر مقام کے سوشل قواعد منضبط نہیں ہیں اس لئے اسلام نے اکثر اصول کو پابندی اصول فطرت میں موقع وقت و مقام پر چھوڑ دیا ہے اگر کوئی ستر برس کا ضعیف آدمی اپنی ضعیفہ بی بی کے مرنے پر منھ پیٹے ماتم کرے تو جوان لوگ ضرور اسپر مسکرائیں گے خلاف اس کے اگر کسیکا نوجوان بیٹا مرجائے اور وہ اس کی لاش نکلنے کے وقت شطرنج کھیلتا رہے یا اپنی زمینداری کے حساب کتاب جانچنے میں مصروف رہے تو اسکو لوگ بالضرور شقی القلب کہیں گے تب دیکھنا چاہئے کہ صبر کیا چیز ہے

میرے نزدیک صبر سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ دلپر صدمہ بھی نہو یا آنسو جاری ہوں کیونکہ اگر صدمہ نہو تو صبر کی کچھ قیمت نہیں ہے میرے نزدیک صبر کا یہ مطلب ہے کہ صدمہ ہونے پر بھی بدلا نہ لے اور سب بات کو حوالے بخدا کرے اور اگر قدرت ہونے پر بدلا نہ لے اور سکوت کرے تو اسکو صبر جمیل کہتے ہیں اس لئے ہم صابر اور مستقل اسی کو کہیں گے کہ جس کے دلپر صدمہ ہو اور اُس کے چہرہ سے آثار حزن و ملال پیدا ہوں اشک رواں ہوں اسپر بھی راضی برضا رہے اور جب کچھ کہے تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہے اور خدا کا شکر بھیجے اس لئے میرے نزدیک رونا یا اپنے دل یا جسم پر صدمہ پہنچے دینا ہرگز خلاف صبر نہیں ہے۔

چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ خود جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت حمزہ علیہ السلام کی خبر شہادت حضر سنکر بہت روئے ہیں اور متواترات سے ثابت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام دی گئی تو آپ بہت روئے ہیں اس مقام پر صرف دو حدیثیں جو کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام میں بہ صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۲ مرقوم ہیں لکھتا ہوں عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمًا بِالْحُسَیْنِ فَوَضَعْتُہٗ فِیْ حُجْرِہٖ ثُمَّ حَانَتْ مِنِّیْ بِہٖ اِلْتِفَاتَۃٌ فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ تُھْرِیْقَانِ فَقَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ تَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا فَاَتَانِیْ بِہٖ تُرْبَتُہٗ مِنْ تُرْبَتِہٖ حَمْرَاءَ اَخْرَجَہُ الْحَاکِمُ وَالْبَیْھَقِیُّ ام الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے ایک دن آنحضرت کے حضور میں گئی اور میں نے ان کو حضور کی گود میں رکھدیا پھر مجھے ایک کام پیش آگیا جب اس سے فارغ ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور کی چشم مبارک اشک بار ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت قتل کرے گی اور مجکو وہاں کی سرخ مٹی لا کر دکھائی ہے۔

عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ مَرَّ عَلِیٌّ بِکَرْبَلَاءَ عِنْدَ مَسِیْرِہٖ اِلٰی صِفِّیْنَ وَحَاذٰی نِیْنَوٰی قَرْیَۃٌ عَلَی الْفُرَاتِ فَوَقَفَ وَسَاَلَ عَنْ اِسْمِ ھٰذِہِ الْاَرْضِ فَقِیْلَ لَہٗ کَرْبَلَاءُ فَبَکٰی حَتّٰی بَلَّ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِہٖ ثُمَّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکَ قَالَ کَانَ عِنْدِیْ جِبْرَئِیْلُ اٰنِفًا

وَاَخْبَرَنِی اَنَّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَا
ثُمَّ قَبَضَ جِبْرَئِیْلُ قُبْضَۃً مِنْ تُرَابٍ شَمَّنِیْ اِیَّاہَا اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ شعبی علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے جناب امیر علیہ السلام قریہ نینوا کے
مقابل فرات کے کنارے گذرے اور استادہ ہو کر پوچھا کہ اس زمین کا نام کیا ہے
لوگوں نے کہا کربلا آپ رونے لگے یہاں تک کہ آپ کے اشکوں سے زمین تر ہو گئی
پھر فرمایا کہ میں ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں گیا
حضور رو رہے تھے میں نے عرض کیا جناب کیوں گریہ کر رہے ہیں حضرت نے
فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے مجکو کہنے لگے کہ میرا بیٹا حسین فرات
کے کنارہ پر شہید کیا جائے گا جس مقام کا نام کربلا ہے پھر جبرئیل نے وہاں کی مٹی
بھر کر مجھے سنگھائی۔

باوجود اس قدر صدمہ والم کے بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و جناب
علی مرتضیٰ نے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کو بطیب خاطر قبول فرمایا ہے
اور راضی برضا رہے ہیں پس حضرت کے رونے سے ہرگز ایسا نہ سمجھنا چاہیے کہ ان
حضرت نے صبر نہ کیا یا رضائے پروردگار عالم سے ناراض ہوئے اسی طرح جب ہم
لوگ روتے ہیں تو اُس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ نعوذ باللہ ہملوگ رضائے
پروردگار عالم سے ناراض ہیں ہرگز نہیں

ہم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرنے پر نہیں روتے کیونکہ ایک روز تو حضرت
کے لئے انتقال فرمانا ضرور تھا ہم لوگ حضرت کے مصائب پر روتے ہیں اور وہ مصائب
ایسے ہیں کہ از آدم تا ایندم کسی پر نہوئے اس لئے ہمکو اسکا صدمہ ہوتا ہے اور بوجہ اس

صدمہ کے ہم روتے ہیں اور حضرت کے مصائب کو یاد کرکے حضرت کے ساتھ ہمدردی
کرتے ہیں اور اسی میں اپنا انتہائے جوش خلوص و جوش محبت ظاہر کرتے ہیں پس
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم جو اپنی آنکھ سے روتے ہیں اپنے ہاتھ سے ماتم کرتے ہیں
اور اس ذریعہ سے اپنے ہر رگ و پے سے حضرت کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اسمیں
کسی کا کیا بگاڑتے ہیں اور جب یہ امر اصول فطرت اور سیرت نبوی کے موافق ہے
اور اس سے کسی دوسرے کا مطلق ضرر نہیں تب اسلام اسکو کیوں ناجائز قرار دیگا
میری سمجھ میں نہیں آتا۔

محی الدین:۔ بھلا یہ تو میں نے مانا کہ جب آپ پر کوئی صدمہ پڑے اور آپ
روئے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ یہ بات منافی صبر ہے پس جب آپ کو از خود
واقعۂ کربلا یاد آجائے اور رو دیجئے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن بارہ سو
تیرہ سو برس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنے کے لئے مجلس عزا
برپا کرنا اور اسمیں لوگوں کو بلانا اور گریہ و ماتم کرنا تو بالکل بناوٹ معلوم ہوتا ہی
اب رونے سے کیا فائدہ ہے رونے سے کچھ حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ نہ
ہوجائیں گے اور نہ ان کی مصیبت کم ہوجائے گی بلکہ سب مسلمانوں کو یہ خیال
کرنا چاہئے کہ بوجہ شہادت کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بڑا درجہ ملا
ہے اس لئے بوجہ اسدرجہ ملنے کے خوشی کرنا چاہئے نہ کہ غم والم

علی رضا:۔ یہ ظاہر ہے کہ بندہ کے لئے مالک کی یاد سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں
اور یہ بھی بدیہی ہے کہ جس شخص سے تمکو محبت ہوگی اس کے ذکر خیر سے تمہاری روح
کو راحت ملے گی اور اسکے ساتھ ہمدردی کرنے کو تم اپنا فرض عین سمجھو گے بلکہ

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اپنے محبوب کے حالات اور کمالات سے واقفیت نہو تب تک تمہارے دل میں اسکی سچی محبت ہو نہیں سکتی اور اگر تمہارے دل میں کسی کی سچی محبت ہے تو لاکھ کوئی منع کرے تم ہر وقت اُسکا نام لوگے اور اسیکا دم بھروگے اور اسیکو اٹھتے بیٹھتے یاد کروگے۔

تب یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص سے تم سچی محبت کرنا چاہتے ہو تو اُس کے فضائل اور کمالات کا ہر وقت ذکر خیر کرتے رہو بلکہ یہی شغلہ رکھو رفتہ رفتہ جب تمہارے دلپر اس کے فضائل اور کمالات جم جائیں گے تو خود بخود محبت پیدا ہو جائے گی اور خود ہر وقت اُسیکا دم بھرتے رہوگے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا موجب خوشنودی خدا و رسول ہے یا نہیں اور اگر ہے تو آپ کے فضائل اور کمالات کا ذکر کرنا محبت حاصل کرنے کے لئے ذریعہ معقول ہے یا نہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ علمائے سنت وجماعت اس سے انکار نہ کریں گے کہ امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا کم اچھی بات ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا اس بارہ میں عجیب التجا کے ساتھ نہایت موثر الفاظ میں استدعا فرمائی ہے یعنی حضرت نے فرمایا ہے لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی یعنی میں نے اپنی رسالت میں جو کچھ تمہاری بھلائی کے کام کئے ہیں ان کا کچھ اجر میں نہیں چاہتا ہوں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے عزیز قریب سے محبت رکھو ہملوگ بوجہ اس التجا کے محبت اہلبیت کو فرض جانتے ہیں لیکن نظر رفع نزاع لفظی ہم نے محبت اہلبیت کو صرف اچھی بات کہا ہے کہ غالبًا

اس میں کسیکو اعتراض ہو گا

الغرض جب حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت اچھی بات ہے تو خود دیکھ لو کہ جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھر بار لٹا دیا بھوکے پیاسے شہید ہوئے اور عالم غربت میں اپنے سب عزیز و اقارب کا داغ دلپر سہا اور اس پر بھی راضی برضا رہ کر آخر آخر وقت تک یعنی جس وقت گلوئے مبارک آپ کا زیر خنجر تھا تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے تو تمہارے دل کا کیا عالم ہو گا ؟ کیا تمہارے دل میں حضرت کے ساتھ محبت نہ بڑھے گی کیا تمہارا دل نہ چاہے گا کہ جیسے حضرت نے میرے لئے گھر بار لٹا دیا ہم بھی کچھ ہو تو حضرت پر فدا ہو جائیں میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جناب پیر نفیس صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ایک بند سن لے تو اس کے دل سے قیامت تک جناب امام حسین علیہ السلام کے احسانات نہ بھولیں گے اور نہ وہ شخص ایسے محسن عالم کے حلقہ اطاعت سے کبھی باہر جائے گا

جان دی شہ کے برادر نے تمہارے ہی لئے	سر دیا سبط پیمبر نے تمہارے ہی لئے
برچھی کھائی علی اکبر نے تمہارے ہی لئے	گھر کو لٹوا دیا سرور نے تمہارے ہی لئے

حد نہیں جس کی وہ احسان بخدا تم پہ کیا
دودھ پیتے ہوئے بچے کو فدا تم پہ کیا

تم خود کہو کہ ان اشعار کے سننے سے تمہارے دل کی اسوقت کیا حالت ہے کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ جس بزرگوار نے تمہارے لئے اسقدر کیا اُس کے بندہ بے درم ہو جاؤ اور مرتے مرتے دم تک اسکا دم بھرتے رہو ؟ پس جب محبت امام حسین

علیہ السلام اچھی بات ہے اور اذکار فضائل و مصائب سے ازدیاد محبت ہوتا ہی اور ہمدردی بڑھتی ہے تو ایسا ذکر تو جہاں تک ہوا کرے اور جسقدر لوگ واقف ہوں بہتر ہے پس بجائے اس کے کہ ہم اور تم کسی کوٹھری میں بند ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مراتب کو بیان کریں اگر ہم ایک مجلس عام قایم کریں جس میں لڑکے جوان بوڑھے بڑھے ہر قسم کے لوگ شریک ہوں اور اس مجلس میں حضرت کے فضائل و مصائب و مراتب و احسانات کو بیان کریں تو کیا مضائقہ ہے بلکہ اُسکا نفع ظاہر ہے کہ ہر کس و ناکس کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی جائے گی اور اسکی تکمیل ہوتی رہے گی بلکہ تم تو کہتے تھے کہ جو کچھ امام حسین علیہ السلام نے راہ خدا میں ایسے ایسے کارنمایاں کئے ہیں جنکا دنیا کی تواریخ میں جواب نہیں اسلئے عجب نہیں کہ ان حالات و واقعات کو سُنکر دیگر مذہبوں کی نگاہ میں بھی حضرت کی عظمت اور وقعت بڑھے اور اسلام کی رونق زیادہ ہو جیسا کہ خدا کے فضل سے محرم کے زمانہ میں ہوتی ہے ۔

الغرض جب امام حسین علیہ السلام سے محبت رکھنا باعث خوشنودی خدا و رسول ہے اور حضرت کے ساتھ ہمدردی کرنا اور ہر وقت آپ کا ذکر کرنا باعث ازدیاد محبت ہے تو اس کار خیر کو مجالس میں بجالانا ہرگز نامناسب نہوگا بلکہ مطابق اصول اسلام کے ہوگا کیونکہ اسلام نے اچھے کاموں کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا بہت ہی مناسب سمجھا ہے جیسے احکام حج و نماز جمعہ و جماعت وغیرہ پس جو شخص یہ کہے کہ امام حسینؑ کے حالات کو اکیلے پڑھو اور تنہا رو تو مجلس قایم کرنا بیکار ہے تو وہ یہ بھی کہ سکتا ہے کہ خدا کی پرستش دل کے متعلق ہے

اپنے گھر میں بلکہ کوٹھری میں بند ہو کر چپکے سے نماز ادا کرو جماعت کی بھیڑ بھاڑ
میں شریک ہونے کی ضرورت کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دونوں اعتراض غلط
ہیں نماز جماعت سے شوکت اسلام بڑھتی ہے اور مسلمانوں کو کار خیر کی رغبت
ہوتی ہے اسیطرح مجالس عزا قایم کرنے سے رونق ایمان بڑھتی ہے اور مومنین کا
رجوع قلب طرف مودت اقربائے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ
وسلم کے زیادہ ہوتا ہے اور کار خیر کی رغبت بڑھتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص آج
شام کو مجلس عزا میں ہمیں بلائے تو ہم وہاں جائیں گے اور حضرت کے فضائل
و مصائب کا حال سنکر حضرت کے ساتھ ہمدردی کریں گے برخلاف اس کے
اگر کہیں مجلس میں نہ جائیں تو اپنی اوقات یوں ہی گپ شپ میں بسر کریں
گے تب یہ بات قابل غور ہے کہ آیا یاد فضائل و مصائب فرزند رسول میں اوقات
صرف کرنا اچھا ہے یا مجرد گپ شپ یا دنیاوی کاموں میں ۹ پس جس طرح نماز
جمعہ و جماعت کے اٹھا دینے سے خوف اسبات کا ہے کہ رفتہ رفتہ نماز پڑھنا چھوٹ
جائے اسی طرح مجلس عزا کے اٹھا دینے سے خوف ہے کہ رفتہ رفتہ ذکر حضرت
امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مصائب و مراتب کا اٹھ جائے اور اس لئے لوگوں
کے دلوں میں حضرت کی مودت کم ہو جائے پس میں نہیں سمجھتا کہ اچھے کام کو یعنی
ذکر فضائل و محاسن حضرت امام حسین علیہ السلام کو اور اُن کے ساتھ ہمدردی کرنے
کو جماعت کے ساتھ کرنے میں کیا برائی ہے اور اگر اسکو آپ بناوٹ اور بیکار
کہیں تو نماز جمعہ و جماعت کو بھی بناوٹ اور بیکار کہئے لیکن میں دونوں کو اچھا
سمجھتا ہوں اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ اب بارہ تیرہ سو برس کے بعد اس ذکر کا

کیا فائدہ تو میں کہتا ہوں کہ جس قدر زمانہ بڑھتا جائے اسی قدر رونا اور ذکر زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ جیسے جیسے زمانہ گذرتا ہے ویسے ویسے لوگونکو سہو کرنے اور بھولنے کا زیادہ موقع ملتا ہے بعد شہادت حضرت کے سال دو سال تک ہر دیار و امصار میں یہ واقعہ مشہور تھا اور ہر فرد بشر واقف تھا لیکن اب وہ بات نہیں ہے کیوں کہ اب فقط کتابوں کے پڑھنے سے حالات معلوم ہوتے ہیں پس جیسے جیسے زمانہ گذرتا جاتا ہے ویسے ویسے ان کتابوں اور مراثی کے پڑھنے کی ضرورت زیادہ ہوتی جاتی ہے تا کہ ہر شخص مصائب و مراتب و احسانات حضرت امام حسین علیہ السلام سے واقف رہے اور دل و جان سے حضرت کے ساتھ مودت رکھے

اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ رونے سے کیا فائدہ رونے سے امام حسین علیہ السلام زندہ ہو جائیں گے نہ آپ کی مصیبت کم ہو گی اسکا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کی وفات پر نہیں روتے اور نہ اس نیت سے روتے ہیں کہ آپ زندہ ہو جائیں گے ہملوگ آپ کی مصیبتوں کو یاد کر کے روتے ہیں اور آپ کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اور یہ کار خیر اپنے فائدہ اور اپنے انجام بخیر کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہم لوگوں کو یقین ہے کہ جس وقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم ہو گا کہ یہ لوگ حضور کے فرزند دلبند کی مصیبت کا حال سنکر اسقدر غم و الم کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مصیبت خود ان لوگوں پر پڑی ہے تو ضرور حضرت ہملوگوں سے راضی ہوں گے کیونکہ قریب قریب قاعدہ کلیہ ہے کہ اپنے پیارے کے پیار کرنے والوں پر ضرور پیار آتا ہے پس اگر جناب رسول خدا کے نزدیک ہملوگ بوجہ اس کار خیر کے پیارے ٹھہرے تو

تو انشاء اللہ تعالیٰ دونو جہان میں بیڑا پار ہے - اور یہ جو کہتے ہو کہ بوجہ
شہادت کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بڑا درجہ ملا ہے اس کی خوشی کرنا
چاہئیے نہ کہ غم والم اس کا جواب ہمارے مذہب کے ایک بگڑے دل پہلے ہی
دے چکے ہیں معاف فرمائیے اسی کو عرض کر دیتا ہوں کہ اس بگڑے دل ہونا
نے یہ سوال سُن کر کہا کہ بھائیو ہر شخص کا حشر اُس کے ساتھ ہوتا ہے جو اُس کے
ایسا فعل کرے - پس بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب لٹا ہوا
قافلہ اسیر ہو کر کوفہ میں پہنچا تو امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر اہلبیت
طاہرین علیہم السلام باحال پریشان گریہ وزاری کرتے تھے اور کوفی اور
شامی خوشی کرتے تھے - پس ہم لوگوں کا حشر جو باحال پریشان گریہ وزاری
کرتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ اور خوشی کرنے والوں کا
حشر کوفیوں اور شامیوں کے ساتھ!!

ہر چند یہ جواب محض تُرکی بہ تُرکی ہے - لیکن اگر کوئی غور کر کے دیکھے تو
اس میں متانت بھی بھری ہے یعنی اگر واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام
خوشی کرنے کے قابل تھا تو پہلے آپ کے فرزند ارجمند یعنی حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام کو اس کی خوشی ہوتی اور آپ عید کرتے اور تب اور لوگ آپ
کی پیروی کرتے لیکن واقعہ ٹھیک اس کا اُلٹا ہے یعنی جناب امام زین العابدین
علیہ السلام کی لائف پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ حضرت عمر بھر رویا کئے اور
بعد واقعہ کربلا کے کبھی آپ مجلس عیش وسرور میں شریک نہوئے چنانچہ
یہ مشہور ہے کہ چالیس برس پدر کو روئے سجّاد + اسیر بھی یہ کہتے تھے بہت کم روئے

بھائی اصل یہ ہے کہ ہم لوگ حضرت کی مصیبتوں پر روتے ہیں اور جو درجے آپ کو ملے اس پر بیشک فخر و مباہات کرتے ہیں چنانچہ جملہ مجالس عزا میں آپ کے فضائل ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ مگر آپ کے مصائب ایسے شدید ہیں کہ فضائل سننے سے بھی ہر شخص کو بڑی رقت ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص حضرت کے مصائب سنکر بوجہ درجہ ملنے حضرت کے نہ روئے تو اسکو اس وجہ سے ضرور رونا چاہئے کہ افسوس ہم لوگ کیسے کم بخت ہوئے کہ ہم لوگوں کی وجہ سے فرزند رسول پر کیسی کیسی سختیاں ہوئیں کیونکہ حضرت کی شہادت ہم عاصیوں کی نجات کے لئے ہوئی ہے۔

پس نہ ہم کم بخت ایسے عاصی ہوتے نہ حضرت پر ایسی مصیبت پڑتی پس اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت رونے کے قابل نہیں ہے تو ہماری خود حالت رونے کے قابل ہے۔

محی الدین:۔ اُن لوگوں کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ لوگ مجالس میں پڑھتے ہیں کہ اہلبیت طاہرین علیہ السلام نے یعنی مخدرات حرم نے مصائب میں اپنا حال پریشان کیا یعنی سر پیٹا بال کھولے۔ مضطر ہوئے یہ سب نہایت خلاف شان ہے ممکن نہیں کہ ان حضرات نے مصائب میں جزع و فزع کیا ہو اور صبر نہ کیا ہو

علی رضا:۔ میں ثابت کر چکا ہوں کہ مصیبت میں مضطر ہونا یا رونا یا دل و جسم پر صدمہ ہونے دینا منافی صبر نہیں ہے علاوہ اس کے ایک بات اور قابل غور ہے کہ ہم اصول فطرت کی طرف جو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں بہ نسبت مردوں کے فقط ضعیف الجسم ہی نہیں ہوتیں بلکہ رقیق القلب بھی ہوتی ہیں

اور اُن پر مصائب کا اثر بہ نسبت مردوں کے زیادہ پڑتا ہے اسیوجہ سے ہر قوم
کے سوشل اصول نے عورتوں کو اظہار غم میں زیادہ وسعت دی ہے مثالیں تو بہت
ہیں مگر ہم سادات بنی فاطمہ کے لئے قلب و دل یہ مثال کافی ہے کہ جناب سیّدہ
خاتون جنت علیہا السلام کو اپنے پدر بزرگوار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کا
ایسا صدمہ ہوا کہ حضرت شب و روز رویا کرتی تھیں اور جب رونا حضرت کا
بہت بڑھ گیا تو اہل مدینہ کو خواب و خور دشوار ہوا یہاں تک کہ اُن لوگوں نے
جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت آپ جناب سیّدہ کو سمجھائے کہ اگر حضرت
دنکو روئیں تو شب کو خاموش رہیں اور اگر شب کو روئیں تو دن کو خاموش رہیں کیونکہ
اُن کے رونے سے ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے جب جناب امیر علیہ السلام
نے یہ بات جناب سیّدہ سے کہی تو آپ نے فرمایا کہ میرا رونا غم فراق پدر میں کم
نہو گا مگر میں ہمسایوں کی تکلیف نہیں چاہتی بس مجھے ایک مکان بنوا دیجئے کہ
میں وہاں جا کر رویا کروں چنانچہ ایک مکان گورستان بقیعہ میں بنوا دیا
جو ابتک موجود ہے اور جسکو بیت الحزن کہتے ہیں اس مکان میں حضرت برابر
رویا کیں تا آنکہ چھ مہینے کے بعد اپنے پدر بزرگوار سے جا ملیں
اس بات کی تصدیق محض آسان ہے آپ حاجیوں سے جو بقیعہ کی طرف تشریف
لے گئے ہوں پوچھ لیجئے کہ وہاں کوئی مقام بیت الحزن ہے یا نہیں اور اگر
ہے تو اُسکا یہ نام کیوں ہے۔ الغرض بکا کرنا جناب سیّدہ کا فراق پدر بزرگوار
میں اظہر من الشمس ہے اور جب یہ بات صحیح ہے تو یہ کہنا کہ جناب سیّدہ علیہا السلام
نے جنکا صبر و شکیب ضرب المثل ہے خلاف اصول اسلام کارروائی فرمائی نہایت

سوئے ادب ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب سیدہ علیہا السلام دنیا بھر کی عورتوں سے افضل تھیں اور خوبیوں میں اپنے پدر بزرگوار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے بہت مشابہ تھیں اور ہم لوگوں کا تو اعتقاد ہے کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام نور خدا سے پیدا ہوئے تھے تب ان حضرات کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے اصول اسلام کے احاطہ سے باہر نکل کر کارروائی کی عصیان سے خالی نہیں اگر نعوذ باللہ رونا غم فراق میں عصیان ہوتا تو جناب سیدہ جنھوں نے صبر و شکر سے اپنے پیاروں کی شہادت گوارا فرمائی ہرگز رونے کا نام نہ لیتیں مگر بات یہ ہے کہ رونا ہرگز منافی صبر و شکیب نہیں ہے اس لئے حضرت نے جہاں صبر و شکیب کا کام تھا وہ کارروائی فرمائی جو دنیا بھر کی کسی عورت نے نہ کی اور جو امر مقتضائے فطرت انسانی تھا اسکو باوجود لوگوں کی شکایت کے ترک نہ کیا یاد رکھئے کہ حضرات پنجتن پاک علیہم السلام وہ تھے جنپر گویا قرآن نازل ہوا وہ لوگ نکات قرآنی اور اوامر و نواہی سے جسقدر واقف تھے کوئی شخص ایسا واقف نہیں ہو سکتا پس اُن کے قول و فعل کے مقابلہ میں کسی عالم یا محدث کا قول ہرگز قابل اعتبار نہیں انھوں نے اصول اسلام کو اپنی جان سے بھی قایم و مستحکم کیا ہے ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اصول اسلام سے واقف نہ تھے یا یہ کہ انھوں نے اُن اصول کو خود اپنے فعل سے منہدم کر دیا بالکل دیوانہ پن ہے ہمیں امید ہے کہ اس تقریر کے بعد آپ غالباً ہم سے اتفاق کریں گے کہ مصائب میں رونا اور اپنا حال پریشاں کرنا عورتوں کے لئے خلاف اصول اسلام نہیں ہے تب یہ بات قابل غور ہے کہ جب حضرت سیدہ علیہا السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے انتقال میں جو صرف

مشیت ایزدی سے وقوع میں آیا تھا اپنا ایسا حال کیا کہ ہمسائے وائے شامی ہوئے تو جناب حضرت زینب و ام کلثوم علیہا السلام کی کیا حالت ہوئی تھی جب پرائے دیس میں آپ کے بیٹے بھتیجے بھائی قتل ہوئے تھے اور سب کے لاشے خیمہ مبارک میں یکے بعد دیگرے آتے گئے تھے۔

آنجناب غور کیجئے کہ حضرات اہلبیت کی کیا حالت ہوئی ہوگی جسوقت حضرت زینب کے بیٹوں کی لاشیں خیمہ میں آئی ہونگی اور اُن کے بعد قاسم ابن حسن اور اُن کے بعد حضرت عباس ابن امیر المومنین اور ان کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام جنکو خود جناب زینب علیہ السلام نے اپنے آغوش میں پالا تھا شہید ہوئے ہوں گے غور تو کیجئے کہ جس وقت ان عزیزوں کے لاشے حضرت کے سامنے آئے ہونگے اسوقت حضرات اہلبیت علیہم السلام کی کیا حالت ہوی ہوگی

ان سب کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب اس عالم غریب الوطنی میں جہاں سوائے ایک بیمار و علیل فرزند کے کوئی معین و مددگار نہ تھا حضرات اہلبیت کی کیا حالت ہوی ہوگی جسوقت مولائے دوجہان سردار کون و مکاں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا خالی زین در خیمہ پر آیا ہوگا۔ میری کتابوں میں تو یہ ہے کہ اسوقت موافق قانون فطرت و مطابق سیرت جناب سیدۃ النساء العالمین کل اہل حرم باحال پریشان نالاں و گریاں خیمہ سے باہر نکل آئے اور گھوڑے کی گردن اور پاوں سے لپٹ گئے اور بزبان حال یہ فریاد کرتے تھے کہ اے گھوڑے اپنے آقا شہسوار دوش نبی کو کیا کیا اور جناب فاطمہ زہرا کی کمائی کو کہاں چھوڑ آیا

اگر آپ کے نزدیک یہ بات خلاف اصول اسلام معلوم ہوتی ہے تو برائے خدا
آپ ہی بتلائے کہ واقعی ان موقعوں پر حضرات اہلبیت طاہرین نے کیا کیا۔
ان واقعات کا ہونا تو مقبولہ فریقین ہے تب اگر میری بات غلط ہے تو آپ
فرمائے کہ واقعی حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی ان موقعوں پر کیا حالت
ہوئی تھی اگر آپ کو کتابوں کے دیکھنے کی فرصت نہو اور قیاسات عقلی سے
جواب دینے کا قصد کیجئے تو میں چند سوال کرتا ہوں برائے خدا فطرت انسانی
اور سیرت خاندانی کو لحاظ کر کے جواب دیجئے۔

(۱) ذرا غور تو کیجئے کہ جب بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اشقیا
واسطے غارت گری خیمہ مبارک کے خیمہ میں داخل آئے تھے تو اس وقت حضرت
زینب وام کلثوم و دیگر اہل بیت طاہرین علیہم السلام کا کیا حال تھا
(۲) جناب امام حسین علیہ السلام کی ایک چھوٹی صغیر سن لڑکی تھی جسکا نام
حضرت سکینہ تھا اس لڑکیکو حضرت امام حسین علیہ السلام بہت پیار کرتے تھے اور
ہمیشہ اپنی چھاتی پر سلاتے تھے چنانچہ جب میدان جنگ میں تشریف لیجانے
لگے تو اس لڑکی کو حضرت زینب علیہا السلام کے سپرد کر کے فرمایا کہ بہن اس کی
بڑی حفاظت اور دلدہی کرنا مگر ہائے غضب کہ بعد شہادت حضرت امام حسین
علیہ السلام کے جب شمر لعین خیمہ مبارک میں آیا تو اس لڑکی کو طمانچہ مارا اور اس نے
گوشوارہ اس معصومہ کا چھین لیا کہ اس کے کان مجروح ہو گئے اور وہ معصومہ
منھ کے بل گر پڑی اور چلائی کہ پھوپھی جان خبر لیجیے اور میری جان بچائیے
ذرا غور تو کیجئے کہ اسوقت اہلبیت کی کیا حالت ہوئی تھی۔

(۳) پھر غور کیجیے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کا اس وقت کیا حال جب تابعین نے خیمہ مبارک میں آگ لگا دی تھی حالانکہ اسوقت خیمہ مبارک میں کل اہلبیت اور امام زین العابدین علیہم السلام بستر علالت پر موجود تھے۔

اپ اپنی کتابوں کو دیکھ کر فرمائے کہ اگر میری کتابیں غلط ہیں تو آپ کون سی صحیح بات بیان فرماتے ہیں جو اصول فطرت اور اصول اسلام کے موافق ہو
اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرات وہابیہ کو حضرات اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے کوئی تعلق نہیں اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ سب مسلمان خدانخواستہ انھیں کے ایسے ہو جائیں جب انھوں نے دیکھا کہ بوجہ اعمال محرم کے شیعہ و سنی سب اہلبیت کی طرف رجوع کرتے جاتے ہیں اور ہر سال اُن کی یاد ان کے دلوں میں گھر کرتی جاتی ہے تو ایسے ایسے اعتراض نکالے جو ظاہراً صحیح معلوم ہوں لیکن اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو سارا اعتراض کافور ہو جائے اور ساری غرض ان اعتراضات سے یہ ہے کہ لوگ امام حسین علیہ السلام اور اُن کے مدارج سے بالکل ناواقف ہو جائیں اور یہ بھی نہ جانیں کہ حضرت کس درجہ کے آدمی تھے اور آپنے خدا کی راہ میں کیا کیا کیا ہے اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے پہلے تو یہ فتویٰ دیا کہ جو بات رسول اللہؐ کے وقت میں نہ ہوئی تھی وہ سب بدعت ہے اس لیے تعزیہ بدعت۔ علم بدعت یہ بدعت وہ بدعت حالانکہ اگر کوئی انھیں عالم صاحب کی روزمرہ کارروائیوں کو دیکھے تو بتا دے کہ حضرت خود شب و روز بقول اپنے ہزاروں بدعت کیا کرتے ہیں ہماری التجا سب مسلمانوں سے یہ ہے کہ اگر تمہیں عشق امام حسین علیہ السلام ہے تو ان کے متعلق جتنے امور جو صدق دل سے

براہ تعظیم ہوں اُن کی عظمت کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو خذ ما صفا ودع ما کدر
پر عمل کرو یہ کیا ظلم ہے کہ عیبوں کو شائع کر کے مسلمانوں کو اس کار خیر سے پھیرو
اور اُن کے ہنروں اور منافعوں سے بالکل چشم پوشی کرو

ہماری یہ بھی استدعا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کو ہمیشہ
یاد رکھئے اور ان کے مصائب میں ہمیشہ ہمدردی کرے اور بجائے اعتراض کرنے کے
خود اپنے اعمال کو درست کرے تاکہ بروز محشر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ
سلم اسکو اپنے پیاروں کا شریک رنج و راحت سمجھیں۔

محی الدین:۔ دوسرا اعتراض اون لوگوں کا بسبب اعمال محرم کے یہ ہے کہ امام
حسین علیہ السلام کا غم کرنا اور ان کے مصائب پر آنسو بہانا باعث ثواب ہوتا ہم
اس قدر افراط و تفریط جو اس کے اعمال میں کی گئی ہے اُس
سے بڑی قباحت لازم آتی ہے علاوہ اس کے امام حسین علیہ السلام اور ان کے
انصار کی شکست اور اُن کے اہلبیت کی اسیری کا حال بیان کرنا کب مصلحت ہے؟
اس سے تو صاف حضرت کی توہین ہوتی ہے آپ ہی غور کیجیے کہ اگر کوئی آپ کے
ماں باپ بھائی بہن کا ایسا حال بیان کرے تو آپ کو ناگوار ہوگا یا نہیں؟ پس
ایسی باتوں کو حتی المقدور چھپانا چاہیے نہ کہ اسکو ہر سال اعلان کرنا چاہیے۔

علی رضا:۔ قبل اس کے کہ میں تمہاری ہر بات کا جواب دوں اس بات کا ظاہر
کرنا ضرور سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے ایسے اعتراضات نکالے ہیں اُن کا اصل مقصد
کیا ہے اور اگر ان کی بات مان لیجائے تو اُسکا نتیجہ کیا ہوگا اب فرض کرو
کہ حسب خواہش معترضین اگر اس سال تعزیہ دوسرے سال علم تیسرے سال

مجلس عزا ہونے ہونے دس برس میں کل اعمال محرم موقوف کر دیے جائیں تو کیا اس کے چند برس کے بعد عوام الناس شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام اور ظلم لشکر یزید سے بالکل ناواقف ہو جائیں گے؟ پس میں تم سے ایمانًا پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کو یزید کے نام سے جو اس وقت نفرت ہے وہ باقی رہے گی اور لوگ اسکو عمومًا ویسا برا جانیں گے جیسا کہ جانتے ہیں؟

محی الدین:- میں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی نام تک نہ لے گا

علی رضا:- غضب تو یہ ہے کہ باوجود اس اعلان کے بھی بعضے یہ بول اٹھتے ہیں کہ یزید کو امام زین العابدین علیہ السلام نے نماز عفیلہ بتائی اور اسنے توبہ کی اس لیے مجرم نرہا اور بعضے کہتے ہیں کہ دو شہزادے آپس میں لڑے ایک نے شکست پائی دوسرے کی فتح ہوئی اسمیں مضائقہ کیا اور بعضے کہتے ہیں کہ یزید نے اگر بہت کیا تو گناہ کیا خاطی ہوا ایمان تو اسکا کہیں گیا ارے توبہ! جو شقی دختران جناب فاطمۃ الزہرا کو مثل ہندیان ترک و دیلم اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھے اور فرزند رسول کے سر بریدہ لب و دندان پر چھڑی لگائے اور پھر وہ مسلمان باقی رہے استغفر اللہ! پس غور کرو کہ اگر اعمال محرم اٹھا دیے جائیں اور پچاس برس کے بعد یہ سب باتیں فراموش ہو جائیں تو یزید کے پہلے لفظ حضرت اور بعدہ الفاظ امیر المومنین کیوں لگا دیے نہ جائیں گے؟ مجرد لڑائی تو کوئی چیز نہیں پس کیا اس اعتراض سے اصل محرکین کا دلی مقصد یہ نہیں ہے کہ پہلے مظلمہ اسیری اہل بیت اور شدائد شام سے جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہوئے شہزادہ یزید کو بچا لو پھر جنگ کربلا کے مظلمے سے اسکو بری الذمہ کر دینا تو

بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جب جنگ صفین کی تہ ستر اُنہوں کو ہم خطائے اجتہادی پر ٹال دیتے ہیں تو جنگ کربلا کو جو پایۂ تخت یزید سے ایک مہینہ کی راہ پر واقع ہوئی مجرد شہزادہ کی لاعلمی یا اتفاق وقت پر چٹھیوں میں اوڑا دینا کوئی بڑی بات نہیں پس اصل مقصد تو امیر معاویہ کے صاحبزادے کو حضرت بنانا ہے تب اسکی تمہید یوں کی جاتی ہے کہ بیان اسیری اہلبیت میں توہین اہلبیت ہوتی ہے اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ ان کا مقصد ایسا نہیں ہے تو کیا عقلاً ان اعمال حسنہ کے ترک کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا ہے

محی الدین :۔ بھلا یہ تو آپ اصل معترضین کے مقصد کو بیان کرتے ہیں مگر یہ تو فرمائے کہ آپ خود اُن اعتراضات سے کیونکر بچتے ہیں؟

علی رضا :۔ استغفر اللہ یہ بھی کوئی اعتراض ہیں اعتراض ہے!

کیا مرسلین و انبیاء و اولیاء و آئمہ کی تعریف یوں ہوتی ہے کہ فلاں رسول نے کیسا اچھا تخت طاؤس بنوایا تھا یا فلاں نبی کے تاج میں کوہ نور ہیرا کیسا چمکتا تھا یا فلاں امام کیسے خوش غذا تھے کہ شیرمال اور باقرخوانی کے سوا کوئی غذا نوش نہ کی یا فلاں ولی کیسے آرام طلب تھے کہ فرش مخمل میں اگر ذری بھی گرد ہوتی تھی تو انکو خواب نہ آتا تھا؟ یا اس میں کہ فلاں رسول نے چالیس برس تک فرش خاک پر جبہ سائی کی اور اس کو زینت دنیاوی سے ایسی نفرت تھی کہ اُسکی پیاری بیٹی کی چادر میں جا بجا لیف خرمہ کے پیوند ہوتے تھے یا فلاں نبی ایسے تھے کہ جنکا سارا جسم پاک زخموں سے بھرا ہوا تھا اور اسمیں کیڑے پڑ گئے تھے اسپر بھی جب کیڑے گر پڑتے تھے تو انکو اُٹھا کر وہ اپنے مقام پر رکھ دیتے تھے یا فلاں امام نے عمر بھر سوائے

نانِ جویں کے اور کسی نعمت دنیا کی طرف رغبت نہ کی اور اسپر بھی اگر سائل نے سوال کیا تو روٹیاں اُسکو بخشدیں اور خود فاقہ سے رہ گئے یا فلاں نبی نے کنوئیں اور مجلس میں یادِ خدا نہ بھلائی؟

پس میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا دنیا میں سوائے معترضین کے کوئی بھی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو کہے کہ غارِ حرہ میں ہمارے رسول پاک کے فرش خاک پر عبادت کرنے سے یا جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے خود چکی پیسکر آٹا پیسنے اور اس کی روٹیاں پکا کر سائل و مسکین کے دینے سے یا حضرت ایوب کے جسم پاک کے زخمی رہنے سے یا حضرت علی کی فاقہ کشی سے یا حضرت یوسف کے قید ہونے سے ان بزرگواروں کی توہین ہوتی ہے؟ کیا ان بیانات سے ان خاصان خدا کی بڑی عظمت نہیں معلوم ہوتی؟ کیا انہیں باتوں نے اُنکو خدا کا پیارا اور مقرّب بارگاہ نہیں بنایا ہے؟ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بھوکے پیاسے شہید ہونے سے کیا حضرت کے مدارج اعلیٰ اور ارفع نہیں معلوم ہوتے؟ کیا حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کے قید ہونے اور خارزار پر پیادہ چلنے سے ان کی شان حضرت یوسف علیہ السلام سے دوبالا تصور نہیں کیجا سکتی؟ کیا صراط مستقیم حضرت کے پائے مبارک کے نیچے نہیں پائی جاتی؟ کیا امام زماں ہو کر ماں بہنوں کی قید پر حضرت کا اُف نکرنا بلکہ راضی برضا رہنا حضرت کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچاتا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ جسوقت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اس آخر وقت میں بھی ہم لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا حال پڑھا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو اسطرح رتبہ معراج ملا ہے اور رحمۃ للعالمین

کی اولاد بھی یوں قاب قوسین تک پہنچی ہے اور علی ہذا جسوقت کہ امام زادہ اور امام زادیوں کی قید کا حال پڑھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول پاک خود اور بذریعہ اپنی آل کے انبیائے سلف سے درجہ صبر و رضا میں بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں اور جس امتحان کا حق سبحانہ جل شانہ نے آیہ کریمہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ الیٰ آخرہٗ کا ذکر فرمایا ہے اور جس رحمت کی آیہ کریمہ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ میں بشارت دی ہے انہیں پہی لوگ کامل ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے خدا کی رحمت اور مغفرت اور آسودگی ہے کیونکہ ہر مصائب میں یہی لوگ راضی برضا رہے اور ہر آفت میں انھیں نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا!!

منقول ہے کہ جب بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اہلبیت طاہرین کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو کوفی عورتوں نے معصوم قیدیوں پر رحم کھاکر روٹی اور خرمے اپنے بچوں پر تصدق کرکے معصوموں کو کھانے کو دئے جو ہیں معصوم بچوں نے بھوک کی شدت میں روٹیاں منھ میں رکھیں تو حضرت ام کلثوم علیہ السلام نے فرمایا کہ اِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ یعنی ہم اس خاندان پاک کے رہنے والے ہیں کہ صدقہ ہمپر حرام ہے قربان غیرت فاطمی کہ یہ سنتے ہی معصوم بچوں نے باوجود دونوں کی بھوک پیاس کے روٹیاں اور خرمے منھ سے اگل دیے اور معصومہ سکینہ بنت امام حسین علیہ السلام اپنی پھوپھی کا منہ دیکھ کر ساکت رہ گئی اسوقت معصوم بچوں کا راضی برضا رہنا اور اہلبیت طاہرین علیہ السلام کا اف نکرنا دنیا کی تواریخ میں تو غالباً جواب نہیں

رکھتا اس روایت سے میرے نزدیک ان بزرگواروں کا عزّ و وقار پیش خداوند عالم جیسا معلوم ہوتا ہے بیان ہو نہیں سکتا برائے خدا تم کہو کہ اس روایت سے اہلبیت طاہرین کی عظمت معلوم ہوتی ہے یا توہین جتنے مذاہب ہیں اپنے مذہبی پیشواؤں کے مصائب اور صبر و رضا پر ناز کرتے ہیں پھر ہم تو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اس کو بیان کر سکتے ہیں کہ انبیائے سلف یا دوسرے مذاہب کے پیشواؤں نے جو مصیبتیں اُٹھائیں وہ صرف اپنے نفس نفیس پر لیکن ہمارے رسول پاک کا تو خاندان کا خاندان کیا مرد کیا عورت کیا لڑکے کیا جوان کیا مسن اشد مصائب اُٹھا کر راضی برضا رہے۔!!

پس کیا یہ سب باتیں عنداللہ اور عندالناس ہمارے رسول پاک اور اُن کے آل اطہار کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ارفع سے ارفع درجہ پر نہیں پہنچاتیں؟ کیا کوئی مذہبی گروہ پردۂ زمین پر ایشیا یورپ افریقہ امریکہ میں ایسا ہے کہ تحمل مصائب اور صبر و رضا میں اپنے پیشوا یا رسول کو از آدم تا ایندم ہمارے نبی آخرالزماں علیہ السلام اور اُن کے آل طاہرین کے مقابلہ میں لا سکے؟ پس کیوں بھائی جو امور کہ تمہارے رسول اور ان کی اولاد کو دنیا بھر کے مذہبی پیشواؤں سے ممتاز کرتے ہیں انھیں کو تم کہتے ہو کہ ہم ظاہر نہ کریں اور انھیں کا ذکر زبان پر نہ لائیں بلکہ اُسکو بھلا دیں!!

حیف صد حیف افسوس ہزار افسوس!!

اور یہ جو کہتے ہو کہ تمہارے ماں باپ کا کوئی ایسا ذکر کرے تو تمہیں کیسا معلوم ہوگا ہائے افسوس! یہ درجہ ہمارے ماں باپ کو کہاں ملا! کیسا مجھے فخر ہوتا اگر کوئی کہتا کہ علی رضا کی ماں حضرت زینبؑ کے ساتھ اسیر تھی یا علی رضا کا باپ امام حسین علیہ السلام

کے قدموں پر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا!! ہزار افسوس یہ تو ہوا لیکن اب صرف یہ دعا ہے کہ حق تعالیٰ میرے ماں باپ کو انھیں خاصان خدا کے ساتھ محشور کرے!! الٰہی آمین اور اگر مجرد نام لینے پر اعتراض ہے تو میں کہتا ہوں کہ اولاً تو عرب وعجم وغیرہ اقالیم مغربی میں عورتوں کا نام لینا مطلق خلاف تہذیب نہیں ثانیاً اگر ہندوستان کے رواج کو لیجئے تو ذرا مہربانی فرما کر پانچوں ضلعوں کے رجسٹر داخل خارج کو دیکھئے کہ کتنی بی بیوں کا نام دفتر سرکاری میں درج کیا گیا ہے میں کیا حضرات سنت جماعت اپنی بی بیوں کے نام سے جائداد نہیں خرید کرتے ؟ کیا ان کی ماں بہنوں کا نام عدالت میں نہیں لیا جاتا ؟ کیا پیادے اُن کے نام کا سمن نہیں لیجاتے اور اکثر احکام کو باآواز دہل مشتہر نہیں کرتے بس ہم پر تعصب اعتراض اور اپنی کارروائیوں سے خبر نہیں!!

محی الدین وہ لوگ دسنی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات تو ہمارے اور تمہارے یعنی مسلمانوں کے سمجھنے کی ہے نہ ؟ غیر مذہب والے اس کو کیا سمجھیں گے وہ تو توہین ہی سمجھیں گے نہ ؟ وہ کہیں گے کہ دیکھئے اتنے بڑے نبی کے نواسے یوں قتل ہوئے یا یہ کہ ایسے رسول ابرار کی نواسیاں قید ہوئیں۔

علی رضا :- ہے غضب یہ کیا بہتان ہے! لکھنو الہ آباد فیض آباد بنارس پٹنہ کا تو رویت خاص اور یقین کامل پر تو کہہ سکتے ہیں کہ سارے ہندوستان کا تجربہ ہے کہ سوائے بعض فرقہ سنت جماعت کے کوئی فرد بشر کیا ہندو کیا مسلمان کیا یہود کیا نصاریٰ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اُن کے اہلبیت کی اسیری پر سوائے افسوس اور ہمدردی کے اور کچھ نہیں کہتا اس وقت ہندوستان میں ہر فرقہ

سے زیادہ مسلمانوں کے علاوہ اور مذاہب کے لوگ ہیں مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سو میں نوّے تو اس واقعہ کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور لاکھوں ہندو حسن عقیدت سے خود عزاداری کرتے ہیں اور لاکھوں روپے صرف کرتے ہیں اور بہت سے ہندوؤں کو حضرات شہداء کربلا علیہم السلام سے ایک خاص عتقادی اور وہ پوری عزاداری کرتے ہیں چنانچہ اسی شہر کے ایک بڑے معزز رئیس بابو ماتادین صاحب رائے بہادر سابق سب جج کی مجھے ایک رباعی یاد ہے۔

خوشا وہ لوگ جو آتے ہیں بزم ماتم میں | خوشا وہ ہاتھ جو پیٹے حسینؑ کے غم میں
وہ دل ہو خاک نہ ہو جس میں اہلبیت کا غم | وہ پھوٹے آنکھ جو روئی نہ ہو محرم میں

پس ہزار افسوس کہ غیر مذہب والے تو اس واقعہ عظیمہ کو اس عظمت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کی ایسی تعظیم کریں اور جو لوگ مسلمان کہلائیں وہ اسے توہین سمجھیں! اور اس کے مٹانے کی فکر کریں!! کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ اس امر میں توہین اہلبیت کے ہونے کا گمان پہلے مسلمانوں ہی کے دلوں میں پیدا ہوا اور یہی لوگ غیر مذہب والوں کو ایسے سمجھنے کی تعلیم کریں؟ اور اسپر غضب یہ کہ اس تعلیم میں نا کامیاب ہوں تو بھی اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑیں؟ حیف صد حیف کلکتہ میں اکثر انگریزوں اور بنگالیوں نے جنکو ان امور سے مطلق تعلق نہیں عند التذکرہ میری ساتھ موافقت ظاہر کی ہے وہ بھی اعمال جائز محرم اور واقعہ کربلا کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں انگریزی مورخوں نے اس واقعہ کو اور شیعوں کی عزاداری کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور مسٹر جسٹس آرنالڈ صاحب نے جلد ۱۲ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ صفحہ ۳۳۳ میں شیعوں کے طریقہ عزاداری کی

بحثین کی ہے علاوہ اس کے دیکھو گبن صاحب کی تواریخ روم صفحہ ۳۲۹ اور
اروِنگ صاحب کی کتاب موسوم خلفاء پیغمبر صفحہ ۲۱۵ اور بابو شاما چرن صاحب
کا ٹاگور لیکچر ۱۸۷۳ء صفحہ ۸ نوٹ

بہا یو دیکھو یہ ایک عزیب مظلوم کی عزاداری ہے مہمل وسوسوں سے اس کے
مٹانے کی کوشش نکرو اور اس ذریعہ سے جو بندگان خدا کو اس برگزیدہ خدا کے
ساتھ جوش ولا ہوتا ہے اس میں کمی ہونے ندو ورنہ یہ سمجھ لو کہ یہ بڑے مظلوم کا غم
ہے اور یہ بڑے صابر کی عزاداری ہے۔

محی الدین:۔ اللہ اکبر تم نے تو آخر میں ایسی فریاد کی ہے کہ قلب پانی ہوا جاتا ہے
میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے ہر چند میں نے اپنے سوال میں صرف معترضین کے
اقوال کی نقل کی ہے تاہم ان الفاظ کو زبان پر لانے میں اپنے کو عاصی سمجھتا
ہوں اس لئے توبہ کرتا ہوں

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

علی رضا:۔ پھر اب تو تمہیں اصول میں کوئی شک باقی نہیں رہا

محی الدین:۔ اصول میں تو مطلق شک نہیں مگر یہ بات باقی رہ گئی کہ اعمال
محرم میں افراط و تفریط بہت ہے اسکا کیا جواب ہے۔

علی رضا:۔ افراط و تفریط کی جواب دہ میری شریعت نہیں ہمیں شک نہیں
کہ جہلا نے رسوم عزاداری میں افراط و تفریط کی ہے مگر اسمیں بھی اگر مردم شماری
کی جائے تو حضرات سنت جماعت ہی زیادہ ملیں گے جنھوں نے یہ خرابیاں
ڈالی ہیں جیسا مسٹر جسٹس ارنالڈ صاحب نے بمبئی ہائیکورٹ رپورٹ جلد ۱۲

کے صفحہ ۳۳۳ میں تحریر فرمایا ہے ملک دکن میں بھالو اور بندر کی شکل بنا مختلف
اشکال مکروہ کے سانگ نکالنا انھیں لوگوں کا کام ہے افراط تو اس قدر اب
بے اعتنائی کو دیکھئے کہ محرم میں بروز عاشورا ہزاروں سنت جماعت کو زرق برق
لباس پہنے پان کھائے ہوئے قہقہے لگاتے ہوئے کس نے نہیں دیکھا ہے ہزاروں
ایسے بھی ہیں کہ اس واقعۂ جانگاہ سے بالکل بے خبر اپنے دنیاوی کاموں میں
مصروف ہیں گویا کہ اس روز خاندان رسالت پر کوئی صدمہ ہوا ہی نہیں !!
یہاں پر اسقدر کہنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ بیشک بعضے حضرات سنت جماعت
جنکو اللہ نے توفیق دی ہے اور جنکے دلمیں محبت اہلبیت طاہرین بھری ہوئی ہے عزاداری کرتے
ہیں لیکن اب ایسے لوگ کم ہوتے جاتے ہیں اور ہر حالت میں یہ اشخاص مستثنیٰ ہیں جو قاعدہ کو برتا کرتے ہیں
بہرکیف ہمیں غیروں سے کیا غرض؟ میری شریعت کا جو حکم ہے اسکو مجملاً کہدیتا
ہوں کیونکہ اگر ہر ہر رسم اور اعمال کو علیحدہ علیحدہ کر جائز اور ناجائز ثابت کرنا
شروع کروں تو غالباً مہینوں میں بھی ختم نہو اس لئے میں اصول کی باتیں بیان
کرتا ہوں یعنی عزاداری کی عظمت اور ضرورت تو اس قدر ہے کہ امام جعفر صادق
علیہ السلام نے فرمایا کہ مَنْ بَکیٰ عَلَی الْحُسَیْنِ اَوْ اَبْکیٰ اَوْ تَبَاکیٰ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃ
یعنی جو شخص غم امام حسین علیہ السلام میں روئے یا رولائے یا غمگین صورت بنائے
تو بہشت اسپر واجب ہے اور پھر حضرت نے فرمایا کہ اِنَّ مَنْ لَمْ یَحْزُنْ عَلیٰ
مُصَابِنَا فَلَیْسَ مِنَّا یعنی جو شخص ہماری مصیبتوں پر غمگین اور محزون نہو وہ ہم سے
نہیں ہے اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے جتنے اعمال شرعاً جائز ہیں مباح ہیں
اُن کو بلا تامل کیجیے داخل ثواب ہوجے اور جو امور شرعاً ناجائز یا حرام ہیں اُن سے

احتراز لازم ہے

محی الدین :۔ جائز اور ناجائز اور مباح کے کیا معنی

علی رضا :۔ انسان جس قدر کام کرتا ہے پانچ حال سے خالی نہیں (۱) واجب
یا حلال یعنی جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب جیسے نماز پڑھنا (۲) حرام
یعنی جس کے کرنے میں عذاب اور نہ کرنے میں ثواب جیسے شراب پینا (۳) مستحب یا
سنت یعنی جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہیں جیسے عموماً تلاوت
قرآن (۴) مکروہ ہے یعنی جس کے نہ کرنے میں ثواب اور کرنے میں عذاب نہیں جیسے
ننگے بدن نماز پڑھنا (۵) مباح یعنی کرلے یا نہ کرنے میں نہ عذاب نہ ثواب جیسے چھینکنا
اصول شریعت میں اور رسم میں کہیں فرق نہیں پس جب کبھی کسی اعمال یا رسوم محرم کی نسبت
تمہیں شک ہو کہ جائز ہے یا ناجائز تو اسکو قطع نظر اعمال محرم کے دیکھو کہ برائے خود جائز ہے یا
ناجائز اگر شرعاً جائز ہے تو محرم میں بھی جائز ہے مثلاً مسکین کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی
پلانا اور اگر شرعاً ناجائز ہے تو محرم میں بھی ناجائز ہے جیسے گانا بجانا لہو و لعب وغیرہ وغیرہ
ہاں اعمال محرم میں مباح امروں کی پوری وسعت ہے یعنی جتنے امور کہ باعث
رونق اور زینت عزاداری کے ہوں اگر اور زمانہ میں صرف مباح ہوں تو محرم
میں عجب نہیں کہ مستحب ہو جائیں مثلاً مکان صاف کرنا فرش بدلنا روشنی کرنا
اور دنوں میں مباح ہے لیکن محرم میں اگر یہ امور باعث رونق اسلام اور زینت
عزاداری ہوں تو کمال مطبوع ہیں

ان اعمال محرم سے کس قدر رونق اسلام ہوتی ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی ہر شہر
اور قریہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور ہر شخص بقدر وسعت اپنے آقا کی عزاداری میں

سعی کرتا ہے پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ کل اعمال حسنہ ہیں بااسباب ظاہر
اعمال محرم باعث کمال رونق اسلام ہیں اگر ان اعمال سے قطع نظر کیا جائے
توسوائے نماز عیدین اور محفل میلاد شریف کے اور کوئی بات ذہن میں نہیں آتی
پس کیا اچھے اعمال محرم کے ہیں جن کی وجہ سے خدا اور رسول بھی راضی اپنے آقا
اور مولیٰ کی ہر گھڑی یاد ان کی عظمت اور مدارج کے ہمہ دم معترف اور پھر دنیا میں
ہم لوگ ہر وقت نیکنام اور باعث رونق مذہب اسلام ہوتے ہیں۔!!
پس ایسے اعمال حسنہ کی تو جہاں تک ممکن ہو ترقی چاہئے نہ کہ رکیک دلیلوں سے
اُن کے مٹانے کی کوشش!

اور ہر حالت میں میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام
سے تم کو محبت ہے تو ان کی عزاداری یا کم سے کم ان کی یاد سے
غفلت کیسی؟ اگر شیعی بدعت کرتے ہیں تم نہ کرو تم وہ کام کیوں
نہیں کرتے جو تمہاری شریعت میں جائز ہیں؟ کیوں تلاوت قرآن
نہیں کرتے؟ کیوں ذکر اشہادتین نہیں پڑھتے؟ پھر سوائے چیدہ
اور منتخب گھروں کی مجلس عزا شہروں اور دیہاتوں سے کیوں اُٹھی جاتی ہے
کیوں اس عزاداری سے اعراض کیا جاتا ہے کیا واقعی امام حسینؑ شیعوں ہی
کے حصے میں دیدے گئے؟ کیا ان کو کبھی منہ نہیں دکھلانا ہے؟ کیا ارونگ
صاحب نے جو اس موقع پر اپنی کتاب موسومہ خلفائے پیغمبر کے صفحہ ۲۱۵ میں لکھا ہے
کہ سنی لوگ علیؑ اور اولاد علیؑ سے نفرت رکھتے ہیں خدانخواستہ سچ ہے؟ قطع نظر ایمان
و اسلام کے یہ کیسی انسانیت ہے کہ جو برگزیدہ خدا تمہاری نجات کے لئے کیسی

کیسی مصیبتیں اٹھاکر شہید ہو یا کم سے کم یہ کہ جو بندۂ اللہ عالم غربت میں بھوکا پیاسا چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہمراہ خدا کی راہ میں اپنا سر دے اور گھربار لٹا دے اس کے ساتھ سال بھر میں دس دن بھی ہمدردی نہ کرو یا اقل درجہ اسکو بخیر یاد بھی نکرو!! خلاف اس کے جو لوگ اس کے ساتھ ہمدردی کریں ان کے حارج ہو!! اور سامان ہمدردی اور اسکے یادگار کے مٹانے کی کوشش کرو!! افسوس صد افسوس یاد رکھو کہ ایک روز وہ دن بھی آنے والا ہے کہ جس کی یاد سے اسوقت یہ بے اعتنائی ہے اسی کی سائے میں اگر نصیبوں سے ملجائے تو پناہ لینا ہے پھر اگر پرسش اعمال میں یہ اعتراض ہوا تو قیامت ہے

روزہ نہ رکھا خیر کہ تھے صاحب آزار — اور دی نہ زکواۃ اس سے کہ تھی مفلس و نادار
حج سے رہے محروم کہ توشہ تھا نہ تھا نہار — بیکس کی عزا کے لئے کیا تھا تمہیں درکار

رونے کے لئے چشم تھی کافی سو عطا کی
اس پر بھی جو گریہ نہ کیا عین خطا کی

محی الدین:۔ اب مجھے مطلق شک نہیں کہ مصائب امام حسین علیہ السلام پر رونا فرض عین ہے لیکن علمار سنت جماعت کہتے ہیں کہ تعزیہ داری بالکل بت پرستی ہے اور صاف صاف شرک ہے

علی رضا:۔ بھائی بت پرستی اور شرک کہدینا تو آسان ہے لیکن بت پرستی کی صحیح جامع و مانع تعریف بیان کرکے اگر آپ کے علمار اسکو بت پرستی ثابت کریں تو میں البتہ مانوں کیونکہ اگر تعظیم کرنے کو بت پرستی کہا دیں تو خود مبیوں موقع پر مورد الزام ٹھیر جائیں اور اگر اپنی ہٹ دھرمی پر قایم رہیں تو حجر شریف

وغیرہ جگہوں میں چڑھتے نہ پائیں لیکن اگر سچی تعریف کریں یعنی بت پرستی اسکو کہیں کہ کسی چیز کو اللہ سمجھ کر پوجنا یا اس کی عبادت کرنا تو سارا اعتراض کافور ہو جائے۔

محی الدین:۔ حضرات سنت جماعت یہ کہتے ہیں کہ تعزیہ کو لوگ امام حسینؑ سمجھتے ہیں اور اس لیئے تعزیہ دار مشرک ہیں۔

علی رضا:۔ اولاً یہ بات بالکل غلط ہے کہ لوگ تعزیہ کو امام حسین سمجھتے ہیں ثانیاً اگر بفرض محال وہ لوگ تعزیہ کو امام حسینؑ سمجھتے ہیں تو یہ صرف ان کی بیوقوفی ہے اس سے وہ لوگ مشرک کیونکر ہو جائیں گے مشرک تو وہ ہے کہ غیر خدا کو خدا یا اسکا شریک سمجھے ہیں نے آج تک نہ سنا کہ غیر ذی روح کو بشر سمجھنا کسی مذہب میں شرک قرار دیا گیا ہے

محی الدین:۔ لیکن اکثر لوگ تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اس میں عرضی باندھتی ہیں اور اس کے سامنے دعا کرتے ہیں کہ یا امام حسینؑ ہمکو اولاد دیجیئے اور میری فلاں حاجت بر لائے۔

علی رضا:۔ تعزیہ کو سجدہ کرنا بیشک حرام ہے اور عرضی باندھنا وغیرہ افعال لغو ہیں چنانچہ ہمارے مجتہد العصر والزمان جناب سرکار میر آغا صاحب مدظلہ نے ایسا ہی فتوے دیا ہے جو اخبار امامیہ میں چھپ گیا ہے اور تعزیہ کو امام حسینؑ سمجھ کر تعزیہ سے کچھ مانگنا بیشک بیوقوفی ہے لیکن سوائے بیوقوفی کے اور کوئی اعتراض شرعی ہو نہیں سکتا۔

علی رضا: تو پھر تعزیہ سے کیا مطلب ہے تعزیہ میں تو سوائے کاغذ اور بھڑ کے اور

کچھ نہیں ہوتا۔

علی رضا:۔ تعزیہ نقل روضہ مبارک جناب امام حسینؑ ہے اس کی غرض یہ ہے
کہ چونکہ ہم لوگ روضہ مبارک سے دور بستے ہیں اس لئے تعزیہ کے دیکھنے سے
روضۂ مبارک اور واقعات کربلا یاد آئیں گے اور ہم لوگ مصائب آقائے
مظلوم یاد کرکے جہاں تک ہوسکے گا عزاداری اور ہمدردی کریں گے اور یہ بات
ہم ثابت کرچکے ہیں کہ امام حسینؑ کے ساتھ ہمدردی کرنا عین محبت و مودت ہے اور
آپ سے مودت رکھنا باعث خوشنودی خدا و رسول ہے پس تعزیہ ایک ایسی چیز
ہے جس کے ذریعہ سے ہم ایک ایسی بات حاصل کرنے یا کرسکتے ہیں جو باعث
خوشنودی خدا و رسول ہے! اب دیکھنا چاہیے کہ تعزیہ داروں کو عموماً بوقت
تعزیہ داری حضرت امام حسینؑ سے مودت ہوتی ہے یا نہیں یہ امر ایسا ہے کہ
عیاں راچہ بیاں ہر تعزیہ خانہ میں آپ جاکر دیکھ لیجیے کہ تعزیہ دار اُسوقت
امام حسینؑ کو یاد کرتے ہیں یا نہیں اور اس بارہ میں جمہور عزاداران مذہب
شیعہ کی حالت کیسی رہتی ہے اس کی بھی نہیں کہ آپ ہمیں کسی جاہل ناخواندہ جو لا ہے
کے تعزیہ خانہ میں لیجائے اور دکھلا دیجئے کہ وہ کچھ نہیں کرتا اور چُپ چاپ
بیٹھا ہے آپ کو انصافاً ضرور ہے کہ ہر قسم کے عزاخانوں میں جائیے اور دیکھیے
کہ جمہور مومنین ادائے نماز شب عاشورہ تسبیح و تہلیل و عزاداری میں مصروف
رہتے ہیں یا نہیں۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اسی جاہل ناخواندہ کی حالت کو
اگر آپ دیکھئے تو اتنا تو آپ بے تکلف کہیں گے کہ اُن پڑھے لکھے لوگوں سے
جو شب عاشورہ خوب کھاپی کر ہنسی ٹھٹھا کے گپ شب کے بعد خواب غفلت

میں پڑے رہتے ہیں اُن سے یہ بیچارہ جولاہہ اچھا ہے کہ کم سے کم نام حسینؑ تو لے رہا ہے۔

الغرض جمہوری حالت کے دیکھنے سے اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ محرم میں بوجہ تعزیہ داری کے لوگ امام حسین علیہ السلام کو بہ تعظیم و تکریم و بکمال ہمدردی بہت یاد کرتے ہیں اور اُن کے دلوں میں حضرت سے جوش محبت ہوتا ہے پس جو چیز کہ ایسے امر کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہو جس کے لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی امت سے نہایت التجا کے ساتھ سوال کر گئے ہیں (یعنی محبت اور مودت اقربا کے لئے) اُس کے اچھے ہونے میں کوئی کلام ہو نہیں سکتا اور جب یہ اچھی چیز ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ہم اس چیز کی جس کو اپنے آقائے مظلوم کے روضہ سے منسوب کرتے ہیں تعظیم کریں تو کیا گناہ ہے کیونکہ اگر بانس اور کاغذ کے بنے ہوئے تعزیونکی تعظیم گناہ ہے تو اینٹ اور چونہ اور سرخی کے بنے ہوئے روضہ حضرت محبوب پاک اور حضرت خواجہ اجمیری کی تعظیم میں گناہ کیوں نہیں علاوہ اس کے خاص مکہ معظمہ میں ایک محمل شام سے اور ایک مصر سے بنام زد محمل حضرت رسول مقبول اور حضرت بی بی عائشہ کے آتا ہے اسکی تعظیم سارے اہل عرب کرتے ہیں اسکو ناجائز کیوں نہیں قرار دیتے؟ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی چیز کسی متبرک چیز کیطرف منسوب کیجائے تو اس کی تعظیم نہ گناہ ہی اور نہ خلاف تہذیب ہے بلکہ بمقتضائے محبت اور اطاعت ہر قوم میں ایسی تعظیم جاری ہے چنانچہ ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر ایک شہر میں جہاں اُنکی تشریف آوری کی وجہ سے بڑی روشنی ہوئی تھی گاڑی پر سوار روشنی کا تماشہ دیکھنے جاتے تھے ایک جگہ پر ایک دوکان کے سامنے لوگوں نے ملکہ معظمہ

وکٹوریا کی تصویر لگادی تھی اسکو دیکھتے ہی جناب گورنر جنرل بہادر اور انکے ساتھیوں نے اپنے اپنے
سروں سے ٹوپیاں اتارلیں۔ اس فعل سے جناب گورنر جنرل بہادر کو کوئی شخص ملکہ پرست نہیں کہہ سکتا اور
نہ کوئی اعتراض کرسکتا ہے کیونکہ نواب صاحب خوب جانتے تھے کہ اس تصویر میں سوائے کاغذ اور رنگ کے اور کچھ نہیں ہے
لیکن انھوں نے اسکی تعظیم اس واسطے کی کہ وہ انکی رحمدل قیصرہ کی یاد دلاتی تھی اور ان سے
منسوب تھی اسی طرح اگر اہل عرب محمل کی اور حضرات اہل سنت وجماعت حضرت
محبوب پاک اور حضرت خواجہ اجمیری کے چوکھٹ کی جو کاٹھ کی بنی ہوئی ہے
اور جو جسد شریف سے بہت دور ہے تعظیم کرتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ کو اختلاف نہو گا تب یہ امر قابل
غور ہے کہ جب ان چیزوں کی تعظیم میں مضائقہ نہیں تو تعزیہ کی تعظیم میں کیا مضائقہ ہے
جیسے وہ کاٹھ ویسے یہ کھٹرا جیسے وہ اینٹ چونا ویسے یہ کاغذ اگر فرق ہے
تو صرف یہ فرق ہے کہ وہ قبر شریف سے نزدیک ہے اور یہ روضہ مبارک سے
دور ہے لیکن یہ فرق خیالی ہے تعظیم صرف بوجہ تعلق کے ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی
آپ سے پوچھے کہ آپ ان چوکھٹوں کی کیوں تعظیم کرتے ہیں تو آپ یہی کہینگے
کہ چونکہ یہ چوکھٹیں ہمارے بزرگوار کے روضہ سے متعلق ہیں اس لئے ہم تعظیم کرتے
ہیں اسی طرح ہم سے اگر کوئی پوچھے گا کہ تم تعزیہ کی کیوں تعظیم کرتے ہو تو ہم کہیں
گے کہ چونکہ یہ چیز میرے آقائے کونین کے روضہ سے منسوب اور مشابہ ہے اس لئے
ہم تعظیم کرتے ہیں

اب آپ غور کیجئے کہ کونسا اعتراض ہے جو اسپر ہوسکتا ہے اور اسپر نہیں ہوسکتا۔
محی الدین !۔ مگر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تعزیہ داری حقیقۃً اچھا کام بھی ہوتا

تاہم چونکہ اعمال اسکے خراب ہیں جس میں مشابہت بت پرستی کی ہوتی ہے اس لئے
مناسب ہی کہ ترک کی جائے

علی رضا:۔ میں اسکے بالکل خلاف ہون میرے نزدیک جو کام اچھا ہے وہ
ہرحالت میں اچھا ہے مشابہت وغیرہ کے خیال کرنیکی ضرورت نہیں ہے اگر ایسے
ایسے خیال سے نیک کام ترک کیئے جائیں تو تعزیہ داری کے پہلے حج بیت اللہ
ترک کردینا ہوگا کیونکہ تعزیہ داری میں تو ہرگز آپ اونکی مشابہت بت پرستی سے ثابت
نہیں کرسکتے ہیں جتنے حج کو گیا سرادہ سے ہے میں اس کی تصریح کو سوء ادب سمجھکر
ترک کرتا ہون آپ خود دریافت کرلیجئے تو کیا آپ کے علمار کہیں گے کہ بوجہ مشابہت
گیا سرادہ کے حج بیت اللہ ترک کردیا جائے

محی الدین:۔ تب ہم یہ کہیں گے کہ خالص شرعی طریقہ پر تعزیہ داری کرنے
والے تھوڑے ہیں عوام تو اس میں بڑی افراط وتفریط کرتے ہیں پس اس وجہ سے
اس کی اشاعت کیوں نہ روکیجائے اور نام ونشان اسکا کیوں نہ مٹا دیا جائے

علی رضا:۔ میں اس رائے سے بھی ہرگز متفق نہیں ہوں اور نہ جمہور سنت
جماعت کا اسپر عمل ہے تعزیہ کے بارہ میں جو کچھ کہئے مگر اچھے کام کو عوام الناس کے
برے طور پر برتنے سے کسی سنی نے ترک نہیں کیا ہے اور نہ اس کے تخریب کے باعث
ہوئے ہیں۔

اسوقت اجمیر شریف جاکر دیکھ لیجئے کہ مزار شریف پر شب وروز رنڈیاں اور
گوئیے اور قوال دف وڈھولک پر گایا کرتے ہیں اور بوقت زیارت قبر شریف
خدام لوگ پایئن کی طرف سجدہ کراتے ہیں اور ہرطرح کی حاجتیں حضرت خواجہ

سے مانگتے ہیں مگر ان وجہوں سے کسی سُنی نے سوائے فرقہ وہابیہ کے ادرگاہ شریف کی زیارت ترک کی اور نہ اس کے فروغ دینے میں کمی کی اور یہی حالت تمام درگاہوں کی مثل بہار شریف اور کچھوچھہ شریف وغیرہ کے ہے تب عوام کی افراط وتفریط سے تعزیہ داری کو جو حصول محبّت ومودّت جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اچھا ذریعہ ہے اٹھانا میرے نزدیک محض تعصب بلکہ صریح ظلم معلوم ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی اچھے کام کو بُرے طور سے کرتا ہے تو اُسکو وعظ وپند سے روکو اور منع کرو اس وجہ سے اُس اچھے کام ہی کو ترک کرنا میرے نزدیک محض خلاف عقل وانصاف ہے اور حقیقتہ کوئی قوم ایسا نہیں کرتی تعزیہ کے مٹانے کے لئے جو نقل روضہ امام مظلوم علیہ السلام ہے جو کچھ فتویٰ دیجیے اسکا جواب نہیں

محی الدین:۔ سب کا جواب تو آپ نے دیا مگر اس کا کیا جواب ہے کہ لوگ تعزیہ کے سامنے کہتے ہیں یا امام حسینؑ ہمکو اولاد دیجیے یا فلاں حاجت برلائے اولاد دینا اور حاجت برلانا تو صرف خدا کا کام ہے امام حسین علیہ السلام سے مانگنا تو شرک ہوجاتا ہے

علی رضا:۔ امام حسین علیہ السلام کو اگر کوئی شخص معاذ اللہ خدا سمجھکر اُن سے کچھ مانگے تو بیشک وہ مرتد اور مشرک ہے لیکن جسوقت کہنے والا امام حسینؑ کہکر پکارتا ہے تو لفظ امام سے برائے خود یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ شخص حضرت کو خدا نہیں سمجھتا بلکہ بندۂ خدا سمجھتا ہے کیونکہ امام سوائے بندۂ خدا کے اور کوئی نہیں ہوتا تو جسوقت کوئی شخص آپ کو امام سمجھکر آپ سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہتا ہے کہ یا حضرت آپ میرے لئے دعا کیجیے کہ

حق تعالیٰ بہ برکت آپ کے میری مراد بر لائے یا دعا قبول کرے

محی الدین: - یہ تو آپ اپنے دل سے بڑھاتے ہیں نہ؟ وہ غریب تو صرف یہ کہتا ہے کہ یا امام حسینؓ ہمکو فلاں چیز دیجئے

اسپر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ایک یہ کہ امام حسین علیہ السلام مردہ ہیں اس لئے ان سے حاجت طلب کرنا گناہ ہے دوسرے یہ کہ کسی چیز کا عطا کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم خدا سے کیوں نہ مانگیں جو امام حسین علیہ السلام سے مانگیں؟

علی رضا: - جو شخص امام حسین علیہ السلام کو مردہ کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ حق تعالےٰ نے قرآن مجید پارہ دوم میں فرمایا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اس کے معنی یہ ہیں جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں اُنکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم لوگ اُن کے دیکھنے کا شعور نہیں رکھتے انہیں تو کوئی شک ہی نہیں کہ امام حسین علیہ السلام فی سبیل اللہ قتل ہوئے ہیں تب حضرت کو مردہ کہنا صریح نافرمانی حکم ربانی کی ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ کسی چیز کا عطا کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہی خدا سے کیوں نہ مانگیں اس میں مجھے مطلق کلام نہیں اور نہ میں آپ کو خدا سے دعا کرتے ہوئے منع کرتا بلکہ میں بھی کہتا ہوں کہ اگر بواسطہ امام حسین علیہ السلام کے خداوند عالم سے دعا کی جائے تو احسن ہے۔

محی الدین: - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے کسی چیز کے مانگنے کو آپ بھی اچھا نہیں سمجھتے۔

علی رضا:- ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس بات میں نیت دیکھی جائے گی اگر نعوذ باللہ
کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کو خدا سمجھکر حضرت سے کچھ مانگے تو بلا شبہہ وہ مرتد
و کافر ہے جیسا میں کہہ چکا لیکن اگر حضرت کو مقبول بندہ خدا سمجھ کر کچھ مانگے تو کوئی
مضائقہ نہیں کیونکہ اس حالت میں جب کوئی شخص حضرت سے کچھ مانگتا ہے تو صرف بظاہر
حضرت سے مانگتا ہے فی الحقیقت وہ خدا ہی سے مانگتا ہے اور خدا ہی سے بہ برکت
حضرت کے نام پاک کے پاتا ہے۔

مثلاً بلا تشبیہہ اگر اسوقت آپ ڈپٹی مجسٹریٹ کی نوکری چاہیں تو درخواست ہز
کی جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال کے پاس بھیجیں گے اور انہیں سے استدعا
کریں گے اور ظاہر وہی آپ کو عہدہ عطا کریں گے لیکن حقیقۃً آپ درخواست
قیصر ہند کی سلطنت میں دیتے ہیں اور وہیں سے نوکری پاتے ہیں اور اگرچہ آپ
نے درخواست کے سرنامہ پر صرف نواب فلاں لفٹنٹ گورنر بنگال لکھا اور قیصر
ہند کا نام تک نہ لکھا تاہم کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپنے قیصر ہند سے
بغاوت کی یا اُن کی نافرمانی کی کیونکہ لفظ لفٹنٹ گورنر بنگال کے معنی یہی ہیں کہ یہ
شخص حضور قیصر ہند کے نوکر ہیں اور ان کے فرماں بردار افسر ہیں ہاں اگر آپ
سرنامہ پر لکھئے کہ فلاں لفٹنٹ گورنر منجانب زار روس تو بیشک آپ قابل ملامت
ہونگے اسی طرح بلا تشبیہہ جب آپ کہتے ہیں کہ یا امام حسین آپ میری فلاں حاجت
بر لائیے تو ظاہرا آپ اپنی حاجت امام حسین علیہ السلام سے طلب کرتے ہیں لیکن
فی الحقیقت آپ اپنی التجا خدا سے کرتے ہیں اور لفظ امام کہنا کافی ثبوت اس بات
کا ہے کہ آپ اُن کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان کو مقبول بندہ خدا اور اس پاک

بے نیاز کا مطیع اور فرماں بردار سمجھتے ہیں اس لئے حضرت سے طلب حاجت میں آپ
عاصی نہیں ہو سکتے

محی الدین :۔ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں درخواست اس وجہ سے
دیتے ہیں کہ جناب قیصر ہند ملک ہندوستان سے بہت دور تشریف رکھتے ہیں وہاں
درخواست پہنچنا مشکل ہے اور خداوند عالم تو ہر جگہ حاضر ہے بس ہم اسی سے کیوں
نہ مانگیں جو امام حسین علیہ السلام سے مانگیں

علی رضا :۔ تو خدا سے مانگنے کو کس نے منع کیا ہے ہم تو کہہ چکے اور کہتے ہیں کہ خداوند
عالم سے طلب حاجت کرنا بواسطہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے احسن ہے گفتگو
تو یہاں اسپر ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے کچھ مانگنا شرک ہے یا نہیں

محی الدین :۔ وہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے اور کوئی شخص کسی کو
کچھ دے نہیں سکتا اس لئے بشر کو سوائے اللہ پاک کے کسی شخص سے کچھ طلب
کرنا نہ چاہئے کیونکہ اسمیں شرک کا احتمال ہے۔

علی رضا :۔ اگر یہ اصول ایسا عام ہے تو کسی حاکم کے پاس درخواست دینا
یا نالش کرنا یا نوکری مانگنا حتیٰ کہ خدمت گار سے کھانا مانگنا حقہ مانگنا داخل
شرک ہو جاتا ہے اس لئے جب آپ کو بھوک معلوم ہو تو کہئے خدایا کھانا لا! جب
پیاس ہو تو کہئے خدایا پانی لا! جب حقہ کی خواہش ہو تو کہئے خدایا حقہ لا!
وغیرہ وغیرہ۔ بھائی یہ سب باتیں بالکل مہمل ہیں ہر بات کی ایک حد ہے اور ہر
امر میں نیت دیکھی جاتی ہے الاعمال بالنیات

الغرض اگر امام حسین علیہ السلام کو ہم مقبول بارگاہ احدیت سمجھ کر کسی حاجت کے

کے لئے خود حضرت سے بھی التجا کریں تو کوئی مضایقہ نہیں ہے ہملوگ ہمیشہ دیکھتے اور سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی وزیر یا خازن کسی بادشاہ کا ایسا معزز و مقرب ہوتا ہے کہ جس بات کیلئے وہ بادشاہ سے کہتا ہے اسکو بادشاہ قبول ہی کرتا ہے تو عوام الناس اور حاجتمندوں کا اسکے در پر ہجوم رہتا ہے اور اسی سے لوگ کہتے ہیں کہ حضور فلاں چیز مجھے دیجیے یا فلاں کام میرا کر دیجئے ہم نے تو اکثر دیکھا ہے کہ لوگ بیرسٹروں اور وکلا کو جو زیادہ مقدمہ جیتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور مجھے چھوڑائیے اور اس بلا سے مجھے نجات دیجیے حالانکہ اُن لوگوں کو حاکم کے فیصلہ میں مطلق دخل نہیں ہوتا تو کیا آپ کہیں گے کہ اس عرض معروض سے وہ لوگ اس وزیر یا خازن کو بادشاہ کا شریک یا بیرسٹر و وکیل کو حاکم کا شریک گردانتے ہیں؟ ہرگز نہیں

اسیطرح جب ہم لوگ اس اعتقاد سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایسے مقبول بارگاہ احدیت ہیں کہ آپکی دعا رد نہیں ہوتی کچھ حضرت سے طلب کرتے ہیں تو ہرگز حضرت کو خدا کا شریک نہیں گردانتے اور نہ نعوذ باللہ ان کو خدا سمجھتے ہیں۔

محی الدین:۔ تب یہ بات قابل دیکھنے کی ہے کہ آیا حق تعالی کیطرف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایسا اختیار دیا گیا ہے یا نہیں۔

علی رضا:۔ ہملوگ روز پچہریوں میں دیکھتے ہیں کہ عوام الناس مجسٹریٹ صاحب کے حضور میں یا جج صاحب کے اجلاس میں درخواست دیتے اور استغاثہ کرتے ہیں کہ ہم بھوکوں مرتے ہیں ہمکو نوکری دیجائے یا ہمپر فلاں شخص ظلم کرتا ہے اسکے ظلم سے ہمکو نجات دیجائے۔

اگر یہ جائز ہے اور شرک نہیں ہے تو بتلائے کہ خداوند عالم نے ان لوگونکو کہاں ایسا اختیار دیا ہے کیا کسی آیت قرآنی یا کسی حدیث نبوی سے آپ یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ فلاں جج یا مجسٹریٹ کو خداوند عالم نے ایسا اختیار دیا ہے۔

محی الدین :۔ آیت قرآنی اور حدیث نبوی کی ایک ہی کہی۔
بہائی ان لوگوں کے اختیارات کے بارہ میں حدیث و قرآن کی ضرورت نہیں ان لوگوں کے بارہ میں
اسیقدر کافی ہے کہ یہ لوگ ایک بادشاہ اولوالعزم کے نوکر ہیں اور اس بادشاہ نے ان لوگوں کو
ایسا اختیار دیا ہے اور اس بادشاہ کی دنیاوی سلطنت کو خداوند عالم نے بھی برقرار رکھا ہے
اور چونکہ یہ امور تمدن سلطنت کے متعلق ہیں اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ ان لوگوں کو دنیاوی کاموں
میں گویا منجانب خدا اختیار حاصل ہے۔

علی رضا :۔ بہت خوب مجسٹریٹ صاحب اور جج صاحب سے ان حاجتوں کے طلب کرنیکو تو آپ
جائز سمجھتے ہیں اور ان صاحبوں کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں اور جب یہی حاجت ہم اپنے آقائے دو جہان
امام حسین علیہ السلام سے طلب کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ یا امام ہمکو نوکری دلوائے یا شر سے دشمنوں کے
محفوظ رکھیو تو اسکو آپ ناجائز قرار دیتے ہیں اور حضرت کو مجبور اور بے اختیار سمجھتے ہیں تو اس سے نتیجہ یہ
نکلتا ہے کہ خداوند عالم کیطرف سے حضرت کو اسقدر بھی اختیار حاصل نہیں جتنا معمولی ججوں اور
مجسٹریٹوں کو منجانب اسی پاک بے نیاز کے حاصل ہے۔

اگر یہ خیال حضرات سنت و جماعت کا ہے تو امام حسین علیہ السلام کی حالت قابل صد افسوس ہے یعنی حضرت
نے راہ خدا میں کام تو ایسا کیا کہ از آدم تا ایندم کسی نے نہ کیا یعنی سارا گھر بار لٹا دیا چھوٹے چھوٹے
بچوں کی شہادت گوارا فرمائی اور ہر طرح کی صعوبت اور مصیبت کے بعد شہید ہوئے لیکن ہزار افسوس کہ اسپر
بھی درگاہ خدا سے ان کو اتنا بھی اختیار نہ ملا جو معمولی درجہ کے افسروں اور عہدہ داروں کو حاصل ہے۔
اگر یہ کہیے کہ خود وہ حضرت بہشت میں جائینگے تو میں کہتا ہوں کہ حضرت بلا شہادت بھی بہشت میں
جاتے کیونکہ یہ موعود تھا اور اگر یہ کہیے کہ آپ عقبیٰ میں ہملوگوں کے کام آئیں گے تو میں کہتا ہوں
کہ عاقبت کے کام آنے سے دنیاوی حاجت کا بر لانا آسان تر ہے اس لئے اسوقت کہ آپ

بمفواے آیہ کریمہ زندہ ہیں سب کچھ کرسکتے ہیں۔

خیر بہر کیف یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں یعنی جسطرح پر آپ عقلاء وقعات زمانہ مجسٹریٹ صاحب اور جج صاحب کا اختیار سمجھتے ہیں اُسیطرح ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام جگر گوشہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور برابر دیکھا گیا کہ جس جس امر کے لئے آپنے دعا کی وہ دعا قبول ہوتی تب ہمارا یہ سمجھنا کہ حضرت کی دعا کبھی رد نہو گی کوئی برا اعتقاد نہیں ہے اور تب بوجہ مستحکم ہونے اسی اعتقاد کے خود حضرت سے کسی حاجت کا طلب کرنا ہرگز خلاف عقل نہیں ہے اور نہ کسیطرح پر اس طلب حاجت سے شرک کا اعتراض ہو سکتا ہے جیسا مجسٹریٹ کے پاس درخواست دینے یا استغاثہ کرنیسے کوئی شخص باغی سرکار نہیں سمجھا جاسکتا یاد رکھئے کہ بمقابلہ کل مخلوقات خدا کے یہ کرہ ارض مثل دانہ خردل بمقابلہ ہمالہ پہاڑ کے ہے پس اگر خداوند عالم نے ایک دانہ خردل کی پوری سلطنت یا اسکا پورا اختیار امام حسین علیہ السلام کے ایسے مقبول بندے کو دیا تو خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اور نہ امام حسین علیہ السلام کے مدارج سے زیادہ ہے اسلئے ہم نے اگر امام حسین علیہ السلام کو مقبول بارگاہ احدیت سمجھکر کسی حاجت کے لئے کہا تو کیا مضائقہ ہے

ہاں اگر حضرات سنت والجماعت امام حسین علیہ السلام کو ایک معمولی شخص سمجھیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ بارگاہ احدیت میں اُنکی کچھ وقعت نہیں تو یہ امر آخر ہے لیکن ہم اپنے اعتقاد کو کیا کریں ہمیں تو آیہ مباہلہ یاد ہے جس میں جناب رسول مقبول نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنا فرزند قرار دیا ہمکو تو حدیث حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ بھولتی نہیں جسمیں جناب سرور کائنات نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہل زراعت کے لئے دعائے بارش کرنا اور فوراً ابر کا گھر آنا حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک شخص کے لئے .... دعاے

اولاد کرنا بلکہ بزبان طفولیت خود بخشنا اور خداوند عالم کا ناز فرزند رسول قبول کرکے اس شخص کو سات بیٹے عطا فرمانا مشہور ہے الغرض ایسے امام جلیل القدر کو ایسا خفیف مثل عوام الناس کے محض بے اختیار سمجھنا کیسا کا اعتقاد ہو میرا اعتقاد ہو نہیں سکتا۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے کسی حاجت کے لئے کہنا بلا تشبیہ ویسا ہے جیسا حکام پریوی کونسل کے سامنے کسی امر کی درخواست کرنا غالباً تمہیں معلوم ہے کہ حکام عدالت العالیہ پریوی کونسل کو ظاہرا کسی حکم صادر کرنیکا خود اختیار نہیں ہے بلکہ بادشاہ وقت کے حضور میں صرف سعی کرنے کا اختیار ہے مگر چونکہ ابتدائے سلطنت سے آجتک ان حکام کی سعی بیکار ہی نہیں ہوئی یعنی ہمیشہ اسی سعی کے مطابق حکم شاہی ہوتا گیا ہے اسلئے جسوقت حکام موصوف نے اپنی سعی کی رائے ظاہر کی پس فوراً مقدمہ ختم ہو جاتا ہے اور فتح و شکست کی تکمیل ہو جاتی ہے اور صرف بطور معمولی فارم کے ڈگری حضور قیصر ہند کی طرف سے موافق اس سعی کے صادر ہوتی ہے پس بلا تشبیہ جیسا حکام پریوی کونسل کو کچھ اختیار نہیں اور پھر سب کچھ اختیار ہے اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو باعتبار عبودیت کچھ اختیار نہیں اور باعتبار امامت سب کچھ اختیار ہے۔

پس اگر بیرسٹران محکمہ پریوی کونسل حکام پریوی کونسل سے خود کچھ استدعا کرنے پر مقدمہ بغاوت سرکار کا چلایا جا سکتا ہے تو ہم لوگ البتہ امام حسین علیہ السلام سے طلب حاجت کرنے میں مجرم قرار دئے جا سکتے ہیں اور اگر وہ ممکن نہیں تو یہ بدرجہ اتم ناممکن ہے۔ آخر میں ہم یہ بھی کہیں گے کہ بفرض محال اگر آپ امام حسین علیہ السلام کو

ایک محض معمولی شخص مثل عوام الناس کے بالکل بے اختیار سمجھے تاہم حضرت سے طلب حاجت میں کوئی شخص شرک کا مجرم نہیں ہو سکتا فقط اسپر بے وقوفی کا الزام البتہ ہو سکتا ہے کیونکہ شرک ایک قسم کی بغاوت حق سبحانہ عزشانہ سے ہے اور شخص غیر ذی اختیار سے طلب حاجت میں کوئی شخص مجرم بغاوت کا ہو نہیں سکتا فرض کیجئے کہ آپ کو کسی شخص پر ہزار روپیہ کی ایک مسلکی نالش کرنا ہو اس کے عرضی دعوے کو اگر آپ بجائے محکمہ منصفی کے بحکمہ فوجداری داخل کر دیجئے تو یہ صرف آپ کی غلطی یا بے وقوفی ہوگی اس فعل سے ہرگز کوئی شخص آپ کو باغی سرکار نہ کہیگا ایک بات اور یادگار رہے کہ ہم تو ہم خود جناب سرور کائنات کو بوقت مصیبت حضرت علی علیہ السلام سے واسطے اعانت کے ندا کرنے کے لئے درگاہ کبریائی سے ہدایت ہوئی ہے جیسا کہ نادعلی میں ہے۔

نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ ۔ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ

یعنی اے رسول ندا کرو تم علی کو کہ وہ مظہر العجائب ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ بوقت سختی تمہاری اعانت کریں گے۔

پس بھائی جب حضرت علی علیہ السلام سے طلب اعانت کے لئے خود حضرت سرور کائنات کو ہدایت ہوئی تو ہم لوگ اُن حضرت کو یا اُسکے فرزند ارجمند کو وقت مصیبت کے اگر پکاریں تو کیا مضائقہ ہے۔

محی الدین:۔ خیر بہر کیف یہ سب تو جملہ معترضہ تھا مگر پھر بات رہجاتی ہے کہ تعزیہ داری کے ساتھ باجا اور گنگا اور پٹہ وغیرہ اسباب لہو و لعب رہتا ہے اگر اور کسی وجہ سے نہو تو اس وجہ سے تعزیہ داری ناجائز ہے

علی رضا:۔ یہ عجب طرح کی بات ہے کہ آپ اچھے کام کو بُرے طریقے پر کرنے سے ایک دم ناجائز کر دیتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اچھے کام کو بُرے طور سے کرے یا اُس کے متعلق کوئی بُرا کرم کرے تو اس میں اچھے کام کا کیا قصور اور وہ کیوں ناجائز ہونے لگا اگر اجمیر شریف میں نڈیاں اور گوئیے شب و روز طبلہ اور سارنگی کے ساتھ گانے بجاتے ہیں تو اس میں درگاہ شریف کا کیا قصور ہے؟ کیا حضرات سنت و جماعت کی رائے ہے کہ اس وجہ سے درگاہ شریف کی زیارت ترک کر دی جائے اگر کوئی گویا صبح کی نماز بھیرویں میں اور ظہرین کی نماز سارنگ اور مغربین کی نماز شام کلیان کی دھن میں پڑھے تو کیا اس وجہ سے آپ نماز ترک کر دیجئے گا یا نماز کو ناجائز قرار دیجیگا۔ ہرگز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ڈھول باجہ اسباب لہو و لعب جو تعزیہ کے ساتھ گنوار لوگ لے چلتے ہیں بیشک یہ افعال لغو ہیں آپ ایسا نہ کیجئے اور نہ ہونے دیجئے مگر اس وجہ سے تعزیہ داری کو کیوں ناجائز قرار دیجئے گا آپ خود تعزیہ داری جو کیجئے ان میں یہ سب افعال لغو ہونے نہ دیجئے بلکہ نہایت تعظیم و احترام سے تعزیہ رکھئے اور اسکو دیکھ کر روضہ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو دھیان میں لائے اور واقعہ کربلا کا خیال کیجئے اور جہاں تک ہو سکے حضرت کے ساتھ ہمدردی کیجئے اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

محی الدین:۔ واقعی اس میں تو اب سوائے اس کے کہ یہ بدعت ہے اور کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

علی رضا:۔ ہر چیز کو بدعت کہہ کر ناجائز قرار دینا یہ تو اختیاری بات ہے

لیکن میں کہتا ہوں کہ تعزیہ داری کی وجہ سے علاوہ رونق اسلام اور خیر و خیرات کے یہ کام نیک ہوتا ہے کہ دیکھنے والوں کو معرکہ کربلا یاد آجاتا ہے اور اس سبب سے امام مظلوم کی مصیبتوں کو یاد کر کے حضرت کے ساتھ لوگ ہمدردی کرتے ہیں اور حضرت کے ساتھ ہمدردی کرنا عین مودت ہے اور مودت کرنا بنص قرانی سے اچھا کام ثابت ہو چکا ہے اس لئے تعزیہ سے ایک بڑا امر خیر جاری رہتا ہے اور اس لئے اگر تعزیہ داری بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کسی مذہب میں ناجائز نہیں ہے

محی الدین :۔ تو کیا آپ قبول کرتے ہیں کہ تعزیہ داری بدعت ہے

علی رضا :۔ ہرگز نہیں میں نے اسکو بدعت واسطے بحث کے تمہارے جواب کے لئے فرض کیا ہے مسئلہ بدعت کے بارے میں ہمارے اصول سے اور حضرات وہابیہ کے اصول سے پورا اختلاف ہے ہم لوگوں کا اصول یہ ہے کہ سب کام مباح ہے جب تک اسکی ممانعت شرعی ثابت نہو اور ان حضرات کا اصول یہ ہے کہ سب چیز ناجائز ہے جب تک اس کی اجازت شرعی صریحی نہو میں دیکھتا ہوں کہ ہر ملت و مذہب و قوم بلکہ ہر سلطنت میں طریقہ معاشرت انسانی یہی ہے کہ جرائم یا ممنوعات کی تصریح کر دی جاتی ہے اور بقیہ کل افعال مباح چھوڑ دئے جاتے ہیں جیسا کہ پنل کوڈ وغیرہ مگر یہ عجیب طرح کا قانون ہے جس کے رو سے کل باتیں جن کی اجازت شرعی صریحی نہو ناجائز قرار دی جاتی ہیں اور اسپر مجھے ایک شخص کا ایک فقرہ یاد آتا ہے کہ ایک سنی حنفی المذہب نے ایک وہابی سے پوچھا کہ بدعت کیا ہے انھوں نے کہا کہ جو چیز رسول اللہ

کے وقت میں نہ مجلس وہ سب بدعت ہیں اس نے کہا کہ تم رسول اللہ کے
وقت میں نہ تھے اس لئے تم مجسم بدعت ہو!!

الغرض یہ بات تمہارے خود غور کے قابل ہے کہ ان دونوں اصولوں میں سے
کون اچھا ہے آیا ہم لوگوں کا اصول کہ ہر امر مباح ہے جب تک کہ اس کی ممانعت
شرعی نہ ہو یا وہابیوں کا اصول کہ ہر چیز ناجائز ہے جبتک اس کی اجازت صریحی نہ ہو

محی الدین:- میں تو سمجھتا ہوں کہ وہابیہ اصول سے اگر بڑے بڑے لوگوں کی
کارروائی حتیٰ کہ صحابہ اور تبع تابعین کی کارروائی جانچی جائے تو ان
لوگوں کو جواب دہی مشکل ہو عوام کا تو کچھ حساب ہی نہیں اور شیعوں کا اصول
ایسا ہے جو اسوقت تک ہر مہذب قوم اور ملک میں جاری ہے۔

الغرض اب میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تعزیہ پر کوئی اعتراض
شرعی نہیں ہو سکتا اور بیشک اس کے ذریعے سے واقعات کربلا یاد آتے ہیں
اور اس وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد اور محبت دلمیں جگہ کرتی
ہے اور اس سے رونق اسلام بھی ہے لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر اس کی جگہ
محرم میں لوگ قرآن کی تلاوت کریں اور خیرات کریں تو کیا مضائقہ

علی رضا:- سبحان اللہ جو شخص صدق دل سے قرآن شریف کی محرم میں
تلاوت کرے اور حضرت کے مصائب کو یاد کر کے محزون ہو اور خیرات کرے اور
حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہمدردی کرے تو اسکا کیا کہنا لیکن اگر یہ فقرہ
صرف اس نیت سے کہا جاتا ہے کہ اس ذریعہ سے لوگ عزاداری ترک
کردیں اور بعدہ یہ خود بخود ترک ہو جائے گا تو مجھے عذر ہے اور تب میں یہی

کہوں گا کہ جس سے یہ ہو سکے یہ کرے اور جس سے تعزیہ داری ہو سکے تعزیہ داری کرے بشرطیکہ صدق دل سے ہو۔

میں اپنے دل کو کیا کروں میرے نزدیک ہمدردی اور خلوص دلی اور شرکت رنج و راحت ایمان و اعتقاد کے لئے سب سے بڑی چیز معلوم ہوتی ہے فرض کیجئے کہ آپ اپنے کسی دیہات پر گشتی میں جائیے اور ایک متمول رعیت آپ کا دس روپیہ آپ کو اسلامی دے اور فرض کیجئے کہ اس سفر میں کہیں آپ گھوڑے سے گر جائے اور آپ کا ہاتھ اُکھڑ جائے اور آپ کو غش آجائے اسوقت ایک رعیت آپ کا پہنچے اور پانی پلا کر ہوش میں لاوے اور اپنے گھر لیجا کر برابر خدمت میں حاضر رہے اور تیمارداری کرے یہاں تک کہ آپ صحیح ہو جائیں اور پھر اپنے ساتھ آپ کو اپنے گھر تک پہنچا دے تو غور تو کیجئے کہ آپ کو اور آپ کے والد کو خیال اور لحاظ کس رعیت کا زیادہ ہو گا روپیہ دینے والے کا یا اس غریب کا۔

پھر خیال کیجئے کہ خدانخواستہ آپ پر کوئی حادثہ عظیم پڑ جائے یعنی کوئی نہایت ہی عزیز آپ کا انتقال کرے اور اس خبر کو سنکر ایک متمول دوست آپ کا صرف ماتم پرسہ کا روپیہ بھیجدے اور دوسرا خود آئے اور آپ کا ہمدرد بنے اور آپ کا دل بہلائے اور ہر وقت آپ کے آرام اور دلدہی کا خیال رکھے تو غور تو کیجئے کہ آپ کی آنکھوں میں کس دوست کی وقعت زیادہ ہوگی اور کسکو عزیز سمجھیں گے

محی الدین:- بھائی یہ تو ظاہر ہے کہ ہمدردی کرنے والے دوست کی وقعت آنکھوں میں بہت ہی زیادہ معلوم ہوگی اور اس روپیہ بھیجنے والے دوست کی

وقعت اسیقدر ہوگی کہ جب خدانخواستہ کوئی حادثہ اس کے گھر ہوگا تو ہم بھی روپیہ بھجوادیں گے۔

علی رضا:۔ ماشاء اللہ اب غور تو فرمائے کہ ایک شخص بہ شب عاشورا یہ خیال کرے کہ آج ہمارے آقا پر عالم غربت میں ایسی مصیبت گذری ہے کہ جو کسی پر نہ گذری یعنی ایک صحرائے لق ودق میں آپ کا خیمہ ہے جہاں آپ مع اہلبیت فروکش ہیں اور چاروں طرف مخالفین کی فوج گھیرے ہوئی ہے اسوجہ سے سب عزیز یعنی بیٹے بھتیجے بھائی کی موت نگاہ میں پھر رہی ہے اور مخدرات حرم نہایت مضطر و پریشان ہیں کہ الٰہی کل کیا ہوگا اور اس لئے خیمہ مبارک میں تلاطم ہے اور کسیکو قرار نہیں۔ خود شب بیداری کرے اور ان واقعات کو یاد کرکے اور یاد دلانے والی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر کے روتا رہے اور ساری رات عبادت اور گریہ وزاری میں کاٹے اور اسی طرح دن کو نماز پڑھے اور حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور اُن کے انصار پر سلام بھیجے اور دن بھر بے آب وغذا رہ کر حضرت کے مصائب کو یاد کرے اور جیسے جیسے دن چڑھے خیال کرتا رہے کہ اسوقت فلاں بزرگ نے میدان جنگ کی رخصت لی ہوگی اور اس وقت فلاں بزرگ شہید ہوئے ہوں گے اور ان کی نعش خیمہ مبارک میں آئی ہوگی اور آج کے دن خود حضرت سید الشہدا کا یہ عالم تھا کہ کبھی لاش اُٹھائی کبھی رو دیا + اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے اور آخر یہ ہوا کہ

دوپہر میں وہ چمن باد خزاں نے لوٹا	باپ بیٹے سے چھٹا بھائی سے بھائی چھوٹا
بیٹا بیٹا ہوا تاراج تو بوٹا بوٹا	ابن زہرا کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا

پھر نہ یاور نہ وہ جاں باز نہ وہ شبدائتھے
ظہر کے وقت حسین ابن علی تنہا تھے

اور بوقت عصر تو ایسا واقعہ عظیم ہوا کہ جس سے آسمان و زمین کے طبقے ہل گئے ہیں یعنی
رحمتہ للعالمیں کا ذبح دلجانی ہوا فاطمہ کا لال بھوکا پیاسا قربانی ہوا
الغرض انھیں خیالات میں دن بھر حضرت سید الشہدا علیہ السلام اور اُن کے اعزہ
و اقارب کے ساتھ ہمدردی اور ان کی عزاداری کرتا رہے پھر فرض کیجئے کہ ایک
دوسرا مسلمان شب بھر خواب غفلت میں پڑا رہے اور اسکو یہ بھی خبر نہو کہ آج
فرزند رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کیا گذری ہے اور جب صبح ہو تو اُٹھ کر چاء
پیکر اور اچھی طرح ناشتہ کرکے اپنی زمینداری کا حساب وکتاب دیکھے بعدہ خوب
کھا پی کر سو رہے جب عصر کا وقت ہو تو اسوقت موںھ ہاتھ دھوکر باغ کی سیر
کرے اور جب وہاں کچھ شور کی آواز آئے تو پوچھے کہ آج یہ شور کیسا ہے تو
لوگ کہیں کہ آج دسویں محرم کی ہے اسوقت کہے کہ اہاہا آج دسویں محرم کی
ہے باورچی سے کہدو کہ دو من کا کھچڑا پکوا کر اور دو سو آبی روٹی خرید کرکے
فقیروں کو تقسیم کردے اور حافظ جی سے کہو کہ پندرہ بیس لڑکوں سے دو ختم قرآن
پڑھا دو اور فی لڑکا دو آنہ دیا جائے اور پھر خود ایک پارہ قرآن پڑھ کر باغ
کی سیر کرے اور اٹھکھیلیوں میں مشغول ہو جائے۔

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ برائے خدا کہو تمہاری کیا رائے ہے جسوقت یہ
دونوں اشخاص جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم و جناب خاتون جنت
حضرت سیدہ علیہا السلام اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے سامنے لائے

جائیں گے۔ تو یہ حضرات کس سے زیادہ خوش ہونگے؟ کس کو اپنا اور اپنے پیاروں کا ہمدرد سمجھیں گے کسکو اپنا خادم اور اپنے پیارے کا محب سمجھیں گے اور کسکو مثل اپنے فرزند کے پیار کریں گے؟

یاد رہے کہ قرآن پڑھنا یا خیرات کرنا سب اپنے لئے ہے اُن خاصان خدا کو اس کی مطلق پرواہ نہیں وہاں صرف محبّت اور مودت دیکھی جاتی ہے اس لئے مجھے مطلق شک نہیں کہ اگر دلمیں محبت و مودّت اہل بیت ہے تو سب کچھ ہے ورنہ تو دانی خدا داند

آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک فرمایش کی ہے یعنی میرے اعزہ سے مودّت اور محبّت رکھو میں سوائے اسکے اور کچھ نہیں چاہتا پس اگر دلمیں محبت و مودت نہیں ہے تو اپنے کھچڑے پولاؤ کو بھی طاق پر رکھئے وہاں اس کی پرواہ نہیں اور اگر دل میں مودت و محبّت ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ صرف نام حسین لینے سے دونوں جہاں میں بیڑا پار ہے۔

محی الدین ماشاء اللہ کس صفائی سے سب اعتراضوں کا جواب دیا ہے اور کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ اصل ایمان محبت ہے جس شخص کو یہ دولت مل گئی اُس کو سب کچھ مل گیا پس اب کوئی مانے یا نہ مانے اپنا تو عمل اس مقطع پر ہے۔

صدق دل سے ہم اسی جانب چلیں گے اے نفیس
جس طرف آل محمد کی محبت لے چلے

مسئلہ تقیہ

محی الدین:- تیسرا اعتراض ان لوگوں کا ہے کہ شیعہ مذہب میں تقیہ کا رواج گویا کذب کی تعلیم ہے پس ایسا مذہب جس میں کذب کی تعلیم ہو کب جائز ہو سکتا ہے مذہب تو وہ کہ جس میں تلوار کی دھار پر بھی امر حق زبان سے نکلے۔

علی رضا:- اگر تقیہ میں افراط و تفریط کو لیجئے تو بعض جگہ اعتراض صحیح ہے لیکن شریعت اس کی جواب دہ نہیں مثلاً آجکل کی سلطنت میں ملکہ معظمہ قیصر ہند کا اشتہار عام مصدورہ ۱۸۵۶ء نافذ ہے کہ امور مذہبی میں مابدولت کی رعایا ہر طرح پر آزاد ہے کسی شخص کے مذہبی اعتقادات یا اعمال میں دوسرے کسی شخص کو دست اندازی یا تکلیف دہی کا حق نہ ہوگا بلکہ ہر شخص کی لطور معقول مذہبی اصول برتنے میں مابدولت تائید کریں گے پس ایسی بے تعصب رعایا پرور کی سلطنت میں تقیہ محض بیکار ہے لیکن ہاں ایسی سلطنت میں جہاں بمجرد اظہار مذہب کھٹا کھٹ سر قلم ہوتے ہوں تو وہاں تقیہ نہ کرنا کچھ نہیں تو صریح بے وقوفی ہے۔

محی الدین:- تو آپ کے مذہب کی رو سے تقیہ کی کیا تعریف ہے

علی رضا:- تقیہ کی تعریف یہ ہے۔

کسی ظالم کو اس نیک ارادے سے کہ وہ ظلم کرنے سے باز رہے یا یہ کہ بے گناہ لوگ اس کے ظلم سے محفوظ رہیں کوئی بات خلاف واقعہ صراحتاً یا اشارتاً کہنا

Takiyya is the making of an incorrect statement, either express or implied, to a wrong doer or mischief maker, with the bonafide intents that he may desist from committing mischief or doing wrong, or that an innocent person may be protected from his injurious acts.

اسی اصول کی بنا پر اگر اظہار مذہب میں خوف جان یا ضرر جسمانی ہو تو میرے مذہب نے مذہب کا چھپانا جائز رکھا ہے اور اسیکو تقیہ کہتے ہیں۔

محی الدین :- تو کیا وجہ ہے کہ تقیہ شیعوں ہی کے مذہب میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں؟

علی رضا :- کونسا مذہبی گروہ ایسا ہے کہ جس میں چار سو برس کے اندر تین مرتبہ ایسا قتل عام ہوا ہو کہ اپنی دانست میں جلادوں اور ظالموں نے ایک متنفس کو نہ چھوڑا ہو پس تقیہ کی ضرورت ان بیچارے مظلوموں کو نہوگی تو کیا ان ظالموں کو

محی الدین یہ کیا؟

علی رضا :- مسٹر امیر علی صاحب شرع محمدی کے دیباچے صفحہ ۱۲ سے ۱۳ تک میں لکھتے ہیں کہ خلفاء عباسیہ و بنی امیہ کے وقت میں چند بار شیعہ اور سادات بنی فاطمہ اس قدر قتل کئے گئے کہ ظالموں کے علم میں ایک بھی پردہ زمین پر باقی نرہا۔

اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر ہم دیکھیں کہ ایک ظالم بادشاہ ہر شخص کو بلوا کر پوچھتا

ہے کہ تمہارا کیا مذہب ہے ؟ جواب "شیعہ" حکم ہوا "گردن مارو" اور اگر جواب دیا "سنی" حکم ہوا "رہائی" اب فرض کرو کہ پانچ سو آدمیوں کے بعد میری باری آئی اور مجھ سے بھی وہی سوال ہوا تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم کیا جواب دیں ؟

محی الدین :۔ تم کہدو کہ ہم شیعہ ہیں اس میں جان جائے یا رہے اگر اس کہنے میں جان گئی تو شہید اُٹھے

علی رضا :۔ اور اگر ہم اس کے سامنے جانے کے قبل ہی اپنے کو ریوالور سے ہلاک کر دیں تو کیسا ہے۔

محی الدین :۔ معاذاللہ خودکشی کے مجرم ہو گے

علی رضا :۔ تو اب غور کرو کہ عملاً دونوں میں کیا بال بھر سے زیادہ فرق ہے دونوں حالتوں میں باسباب ظاہر اپنی سلامت اور اپنی ہلاکت میرے اختیار میں تھی ایک میں میں نے خودکشی کی اور دوسرے میں اپنے کو دوسرے کے ہاتھ سے قتل کرایا لیکن ظاہر ہے کہ دونو حالتوں میں قصداً میں نے موت کو حیات پر اختیار کیا پس اب یہ فرمائیے کہ اس قربانی کی ہمکو قیمت کیا ملی

محی الدین :۔ قیمت یہ ملی کہ تم جھوٹ نہ بولے۔

علی رضا :۔ تو تمہارے نزدیک قتل انسان جائز لیکن انسان کو ایک لفظ جس کے حقیقتاً کچھ معنی نہوں (یعنی جب ہم نے جلاد کے سامنے سنی کہا تو سنی ہو نہیں گئے جیسے شیعہ تھے ویسے رہے) زبان سے نکالنا جائز نہیں

محی الدین :۔ بیشک

علی رضا:۔ بہت خوب ذرا پھر غور فرمایئے کہ اگر اسی جلاد کے سامنے میرے چھوٹے چھوٹے لڑکے عورت مرد سب لائے جائیں اور مجھ سے اُن سب کے مذہب کے بارے میں سوال ہو اور فرض کرو کہ مجھے اس جلاد کی گذشتہ کارروائیوں سے یقین کامل ہو کہ اگر میں کہدوں کہ یہ سب سنی ہیں تو فوراً سبھوں کی رہائی ہو اور جو کہدوں کہ سب کے سب شیعہ ہیں تو سب کے سر میرے سامنے قلم کئے جائیں اب میں پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کہنا مناسب ہے؟

محی الدین:۔ اب تو گاڑی اٹک جاتی ہے۔ اس حالت میں تو مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ تم کہدو کہ یہ سب شیعہ ہیں کیونکہ اگر تم نے ایسا کہا اور وہ بیچارے قتل ہوئے تو اُن بے گناہوں کا خون تمہاری گردن پر بھی ضرور رہیگا لیکن بھائی میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تم جرم کذب سے کیونکر بچو گے

علی رضا:۔ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کذب کی کیا تعریف ہے۔

محی الدین:۔ کسی بات کو اصل حقیقت کے خلاف بیان کرنا

علی رضا:۔ تب تو روز سبق میں جہاں تم غلطی کرتے ہو اور غلط معنی بتاتے ہو جھوٹھ بولتے ہو؟

محی الدین:۔ نہیں نہیں کذب کے معنی کسی غلط بات کو دیدہ و دانستہ غلط جانکر بطور صحیح بیان کرنا

علی رضا:۔ تو کیا جس وقت تمہارا لڑکا روتا ہو کہ ہمکو تارا توڑ کر لا دو اور تم اس کے بہلانے کے لئے اوپر ہاتھ بڑھا کر اُس کی مٹھی میں شیرینی کا ٹکڑا دیکر کہو کہ یہی تارا ہے اور وہ اس کو پاکر خوش ہو جائے اور رونا موقوف کردے

توکیا تم جھوٹ بولنے کے مجرم ہوئے۔

محی الدین:۔ بیشک جھوٹھ بولنے کا الزام تو عاید ہوگا۔

علی رضا:۔ ڈاکٹر جو مریضوں کی تشفی کے لئے بیسیوں باتیں بناتے ہیں اور جس کی اجازت ہر ملت و ہر مذہب و ہر قوم میں ہے کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں کیا ان کی سزا ہونی چاہیے۔

محی الدین:۔ کیوں نہیں۔

علی رضا:۔ تو اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ فرض کرو کہ ایک مریض ایسی حالت میں ہے کہ اگر اسکو کہدیا جائے کہ تمہارے مرض نے اسقدر طول کھینچا ہے کہ مرجاؤگے تو اسبات کا صدمہ اُسکے قلب پر ایسا ہوگا کہ وہ واقعی مرجائے گا پس اگر ڈاکٹر کو اسبات کا یقین ہو اور اس حالت میں مریض اُس سے دبی زبان سے پوچھے کہ کیوں ڈاکٹر صاحب ہم کب تک اچھے ہوں گے" تو کیا تم رائے دوگے کہ ڈاکٹر کہدے کہ تم تو اب چل بسے منٹ دو منٹ کے مہمان ہو" ؟ اگر تمہاری رائے ہو کہ ڈاکٹر یہی کہے اور اُس کے کہنے سے وہ مریض اسی وقت رخصت ہو جائے تو ایسے ڈاکٹر کو کیا کہوگے کہ اُسنے کیسا کام کیا۔

محی الدین:۔ اب تو پھر گاڑی اٹک گئی ایسی رائے تو میں کبھی نہ دوں گا اور نہ ایسے ڈاکٹر کو اچھا کہوں گا بلکہ یہی کہوں گا کہ اُس غریب کو ڈاکٹر نے دیدہ و دانستہ مار ڈالا۔

لیکن میرے دل سے یہ بات نہیں اُٹھتی کہ اگر میں کسی لڑکے کے بہلانے کے لئے شیرینی کے ٹکڑے کو تارا کہوں یا ڈاکٹر مریض جان بلب کو اسکی تشفی کے لئے کہدے

کہ تم جلد اچھے ہوجاؤ گے تمہاری بیماری خوفناک نہیں ہیں تو دچائز ہو یا ناجائز ہوا جھوٹھ ضرور ہوگا کیونکہ حقیقتہً دونوں بیان واقعہ اصلی کے خلاف ہے۔

علی رضا:۔ میں اس کو ہرگز جھوٹ نہیں کہتا اور نہ کوئی شخص اس کو جھوٹ کہہ سکتا ہے اگر اس قسم کی غلط بیانی بلا دیکھنے نیت کے جھوٹ قرار دی جائے تو ملٹن اور شیکسپیر جن کے قصص خیالی اور حکایات خلاف واقعہ کے دفتر کے دفتر ہیں بڑے جھوٹے ہوجائیں علی ہذا القیاس مولانا روم صاحب جن کی مثنوی میں ہزاروں خیالی قصے ایسے ہیں کہ جن میں جانوروں بلکہ نباتات اور جمادات کے تکلم کلام کا ذکر ہے بڑے جرم کے مجرم قرار پائیں حالانکہ اُن کی مثنوی بوجہ اوس تعلیم تہذیب و اخلاق کے جو انہیں خیالی حکایتوں سے دے رہی ہے بڑا درجہ حاصل کیئے ہوئے ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے۔

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبان پہلوی

لیکن تمہارے اصول سے یہ مثنوی کذب کا دفتر ہوجاتی ہے

میں کہتا ہوں کہ اس بارہ میں نیت دیکھی جائے گی اگر نیت بخیر ہے اور غلط بیانی سے نتیجہ خیر نکلتا ہے تو ہرگز وہ غلط بیانی جھوٹ نہیں ہے دیکھو ایک رباعی مجھے یاد ہے جس سے نہایت معقول اور اثر دار سبق غرور نہ کرنے کے لئے ملتا ہے حالانکہ بااسباب ظاہر اگر اس رباعی کے لفظی معنی کو دیکھیے تو غلط ہونے میں کوئی شخص شک ہی نہیں کرسکتا رباعی

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر مرا پڑا ا کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
دیکھا کہ استخوان شکستہ سے چور تھا میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

پس کیا تم کہو گے کہ کھوپڑی تو بولتی نہیں اس لئے شاعر نے جو اس رباعی میں لکھا ہے جھوٹ ہے اور اسلئے شاعر واجب التعذیر ہے؟

محی الدین: - میں یہ تو کہہ ہی نہیں سکتا کہ ملٹن یا شکسپیر کا کلام یا مولانا روم کی مثنوی کذب کا دفتر ہے تب یہ بات قابل غور ہے کہ واقعی کذب کی کیا تعریف ہے؟

علی رضا: - کذب کی تعریف یہ ہے کہ کسی خلاف واقعہ بات کو یہ جانکر کہ خلاف واقعہ ہے کسی شخص کو دھوکا دینے کی نیت سے یعنی کسی کو ضرر ناجائز یا نفع ناجائز پہنچانے کی نیت سے بولنا یا کہنا۔

محی الدین: بیشک یہ تعریف تو جامع اور مانع معلوم ہوتی ہے اور اس تعریف کے روسے البتہ کلیات ملٹن و شکسپیر و مثنوی مولانا روم دفتر کذب ہونے سے محفوظ رہتے ہیں

علی رضا: - پس اس مثال میں جس میں تم نے ہمکو قتل ہونے کی رائے دی تھی اگر ہم یہ کہتے کہ ہم سنی ہیں تو ہم جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ اس سے کسی کو ضرر ناجائز یا نفع ناجائز نہیں پہنچاتے بلکہ دو نفع جائز دو شخصوں کو پہنچاتے یعنی ایک تو اپنی جان کی حفاظت کرتے جو واجب ہے اور دوسرا اُس جلاد کو جرم قتل عمد کی سزا سے دنیا اور عقبیٰ میں بچاتے اور یہ نفع یقیناً شکسپیر اور ملٹن کی کلیات اور مولانا روم کی مثنوی کے نفع سے کم نہیں ہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر ویسی حالت میں کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جس سے کسی کا نفع ناجائز یا ضرر ناجائز نہ ہو تو وہ ہرگز جھوٹ نہیں بولتا

پس اب آپ فرمائے کہ کس دلیل سے تقیہ کو کذب کی تعلیم آپ قرار دیتے ہیں

محی الدین :۔ اس تعریف سے تو بیشک تقیہ جھوٹ ہونے سے نکل جاتا ہے

علی رضا :۔ علاوہ اس کے فرض کیجئے کہ ایسا کہنا خفیف درجہ کا کذب ہی تاہم استعمال اسکا ایسی حالت میں عقلاً و شرعاً جائز ہوگا۔

محی الدین :۔ یہ کیونکر

علی رضا :۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ فرض کرو کہ تم اپنی کوٹھری میں کتاب دیکھ رہے ہو اسوقت یکایک کوئی بدمعاش تلوار کھینچے ہوئے آوے اور تم پر وار کرے اور تم اسکو اپنے رول سے اپنی حفاظت کے لئے ہٹہ کٹی کا ایک ہاتھ ایسا مارو کہ کلائی اس کی اُکھڑ جائے اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھٹ پڑے تو تم نے کیسا کام کیا

محی الدین :۔ بہت اچھا کام کیا

علی رضا :۔ پھر فرض کرو کہ جسوقت وہ تلوار کا وار کر چکا تھا اس وقت تم نے اپنے ریولور سے اسکا کام تمام کر دیا جس وجہ سے تم بچ گئے ورنہ تم ہی صاف تھے

محی الدین :۔ بہت خوب کام کیا

علی رضا :۔ کیوں :۔

محی الدین :۔ اپنی حفاظت کے لئے اسکو تو پنل کوڈ نے بھی جائز قرار دیا ہے اپنی پیاری جان کی حفاظت کے لئے اگر دوسرے کی جان لی تو کیا مضائقہ

علی رضا :۔ کیوں بھائی محی الدین تمہاری جان تو ایسی پیاری ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے تم دوسرے کی جان لو تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن علی رضا

کی جان ایسی کوڑیوں کے مول کی تھی کہ اس کی حفاظت کے لیئے تمہارے نزدیک
ایک بے معنی لفظ اس کو اپنی زبان سے نکالنا ناجائز !!
تم نے اپنی ایک جان کی حفاظت کے لیئے ایک شخص کا خون کیا اور ہم نے
ایک یا دو لفظ غلط کہکر دو شخصوں کی جان بچائی یعنی ایک تو اپنی جان بچائی
اور دوسرے اپنے قاتل کو جرم قتل عمد سے جس کا نتیجہ آخر دنیا یا عقبیٰ میں اس
کا سزا پانا یقینی تھا بچایا پس جب ایک جان کی حفاظت کے لیئے ایک خون
جائز ہے تو اسی حالت میں دو جانوں کے بچانے کے لیئے دو چار لفظ غلط اور
بے معنی کہنا کیوں ناجائز ہوگا

محی الدین:- البتہ یہ بات تو غور طلب معلوم ہوتی ہے۔

علی رضا:- پھر غور کرو کہ تم دیکھو کہ پچاس ساٹھ ڈکیت معہ حربہ ہتھیار ایک
بستی کے لوٹنے کے لیئے اور بحالت مقابلہ کشت وخون کرنے کے لیئے چلے جاتے
ہیں اگر انکو تم اس نیت سے کہ یہ لوگ اپنے ظلم عظیم سے باز آجائیں خلاف واقعہ
یہ کہو کہ اس بستی میں دو روز سے خود سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ داروغہ وغیرہ
موجود ہیں اور اگر تمہارے اس کہنے سے وہ ڈکیت واپس پھر جائیں اور اس
وجہ سے سیکڑوں کی جان اور مال محفوظ رہے تو تم نے کیسا کام کیا آیا تم بوجہ
اپنی غلط بیانی کے مورد الزام ہوگے یا قابل انعام؟
کیا اس فعل سے تم دوہرے انعام کے مستحق ہوے یعنی ایک تو کتنے بندگان خدا کی
جان و مال کی حفاظت کی اور دوسرے ان ڈکیتوں کو ایسے جرم شدید سے
کہ جس کے ارتکاب سے ممکن ہے کہ کتنے پھانسی پڑتے اور کتنے دائم الحبس ہوتے

بچا لیا غور تو کرو کہ اگر تم ایسی غلط بیانی نہ کرتے تو کتنے گھر تباہ ہو جاتے اور کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہوتیں اور کتنے خدا کے بندے پھانسی پڑتے اور کتنے جیلخانوں میں پتھر توڑ کر اور ایڑیاں رگڑ کر مرتے۔

پس کیا باوجود ایسے اچھے نتیجوں کے بھی تم اپنی غلط بیانی کو قابل الزام یا واجب التعذیر سمجھو گے۔

محی الدین:۔ بھائی یہاں تو پھر میری عقل دنگ ہوتی ہے بھلا میں کس عقل سے کہوں کہ ایسی غلط بیانی قابل الزام ہو سکتی ہے۔

علی رضا:۔ اگر کوئی شخص اپنی ہٹ دھرمی سے اس غلط بیانی کو قابل الزام کہے اور حفاظت خود اختیاری میں قتل انسان جائز رکھے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جھوٹ بولنا قتل عمد سے بدتر ہے یعنی اگر ایک اپنی جان کی حفاظت کے لئے حملہ کرنے والے کا قتل جائز ہو اور اسی حالت میں سو آدمی کی حفاظت جان کے لئے ایک جملہ غلط زبان سے نکالنا ناجائز ہو تو نتیجہ صریحی یہ ہو گا کہ غلط بیانی قتل عمد سے سو درجہ بدتر ہے مگر کیا تم انشاء اللہ تعالیٰ اگر اینڈ یا جیسلیٹو کونسل کے ممبر ہو گئے تو یہ تحریک کرو گے کہ جرم دروغ حلفی کی سزا پھانسی اور ضبطی جائداد مقرر کر دی جائے۔

پنیل کوڈ کا ذکر جو تم کرتے ہو تو میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ اسی قانون میں ہے کہ بہت بڑے نقصان یا بڑے جرم سے بچانے کے لئے یا بچنے کے لئے چھوٹے جرم کا ارتکاب جائز ہے بشرطیکہ نیت بخیر ہو۔

دفعہ ۸۱ قانون مذکور کی پہلی مثال یہ ہے۔

دو اگر زید کسی دخانی جہاز کا کپتان یکایک معلوم کرے کہ میں بلا وقوع اپنی خطا یا غفلت کے ایسے مقام میں آپونچا ہوں کہ قبل اس کے کہ جہاز رک سکے ایک کشتی کو جس پر بیس تیس مسافر سوار ہیں ٹکرا کر ضرور تباہ کر ڈالے گا اور رخ پھیرتا ہوں تو دوسری کشتی کو ٹکرا کر تباہ کرنے کا خوف ہے جس میں صرف دو آدمی سوار ہیں اور ممکن ہے کہ جہاز اس کشتی سے نکل جائے تو اس صورت میں زید رخ پھیرے اور اس کی یہ نیت ہو کہ دوسری کشتی کو تباہ نہ کرے بلکہ نیک نیتی سے یہ غرض ہو کہ جس میں پہلے کشتی کے مسافروں کو خطرے سے بچائے تو زید اس ارتکاب میں مجرم نہیں ہے گو وہ دوسری کشتی کو ایسے فعل کے کرنے سے تباہ کرے جس سے اس کے علم میں اس نتیجے کے پیدا ہونیکا احتمال تھا بشرطیکہ یہ امر ثابت ہو کہ فی الواقع وہ خطرہ جس سے بچانا اس کی نیت میں تھا ایسا تھا کہ اس کے باعث سے دوسری کشتی کو تباہی کے خطرے میں ڈالنا در گذر کے قابل ہوا اس اعتبار سے ہم کہتے ہیں کہ جس حالت میں ہم تھے اس حالت میں ہمارا اپنے کو سنی کہنا کسی قسم کا جھوٹ بھی ہوتا ہم چونکہ جان سے عزیز چیز کے بچانے کے لئے نیک نیتی سے تھا کوئی گناہ نہیں ہے اسکو سعدی شیرازی نے فرمایا ہے "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" ذرا ایک بات کو اور بغور خیال کرو

فرض کرو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ شب ہجرت غار میں اگر چھپے تھے اسوقت ایک عرب صحرائی کھڑا ہوا سب ماجرا دیکھ رہا تھا تو کیا کوئی مسلمان جو رسول اللہ سے سچی محبت رکھتا ہو یہ کہ سکتا ہے کہ اگر کفار قریش اس عرب سے پوچھتے کہ محمد

کہاں ہیں اور وہ کہدیتا تھا کہ اسی غار میں وہ چھپے ہیں تو وہ اچھا کام کرتا؟
میں تو لاکھ برس اسکو اچھا نہیں کہہ سکتا کیونکہ اسکو اچھا تو وہی کہے جو شمع رسالت
کو گل ہونا پسند کرے ذرا علمائے سنت جماعت سے پوچھو تو کہ اُن حضرات کی اس بارہ
میں کیا رائے ہے

محی الدین:۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کی جان بچانیکے لئے غلط بیانی جائز ہے
اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنے میں بڑی خود غرضی پائی جاتی ہے۔

علی رضا: تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ شرعاً یا قانوناً تم اپنی جان کے مالک ہو اگر ایسا ہوتا
تو خودکشی کرنا جرم نہ ہوتا حالانکہ خودکشی شرعاً حرام ہے اور قانوناً اقدام خودکشی واجب
التعذیر ہے۔

محی الدین:۔ واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیوں ہے ہم اپنی جان کے
مالک ہیں جب تک جی چاہا دنیا میں رہے جب جی آیا اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا کام
تمام کیا ہمیں دوسرے کو کیا؟ اور خداوند عالم اور حاکم وقت کا خودکشی میں ہم
کیا بگاڑتے ہیں؟

علی رضا:۔ حضرت آپ اپنی جان کے خود مالک نہیں ہیں یہ بڑی غلطی ہے اگر کوئی ایسا
سمجھتا ہے اس میں بہتوں کے حقوق ہیں اولاً حق اللہ کہ جسنے تمکو بنایا ہی پس اسکی بنائی
ہوئی چیز کو بلا مرضی اسکے تم مٹانے والے کون؟ اگر تم اُسکی مرضی کے موافق وقت
معین تک زندہ رہے تو ممکن ہے کہ تمہارے ہاتھ سے بہت سے ایسے کام نکلیں جس سے
تمہارا اور خلق اللہ کا بھلا ہو بعدہ حق حاکم ہے بعدہ حق الناس ہے جس کی تفصیل اس
وقت فضول ہے غرض انھیں وجوہات سے حاکم شرع اور شاہان عادل نے حفاظت

جان کے لئے بڑی تاکید کی ہے۔

محی الدین:۔ حق تعالیٰ نے حفاظت جان کے لئے کہاں فرمایا ہے

علی رضا:۔ سورہ بقر پارہ دوم میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ علاوہ اسکے شرعاً عبادات و اعمال میں حفاظت جان بلکہ جسمانی تندرستی کی بڑی رعایت رکھی ہے جیسا کہ بحالت مرض روزہ ساقط اور بحالت سفر نماز قصر وغیرہ یہاں تک کہ حقتعالیٰ نے فرمایا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

محی الدین یہ سب تو سبکباری اور تسہیل کی مثالیں ہیں ایسا کہاں ہے کہ حفاظت جان کے لئے گناہ کبیرہ کی اجازت ہے۔

علی رضا:۔ شراب اور میتہ اور لحم خنزیر جو اشد حرام اشیا ہیں اگر کوئی شخص بھوکوں مر رہا ہو اور طبیب حاذق کہے کہ ان چیزوں کے کھلانے سے اسکی جان بچ جائیگی اور فرض کرو کہ اسوقت اور کوئی چیز میسر نہو تو بقدر سد رمق یہ سب چیزیں اسپر حلال ہو جائیں گی بلکہ اس حالت میں اگر وہ شخص نہ کہاے تو عاصی ہوگا دیکھو سورہ مائدہ پارہ ششم جہاں خداوند عالم نے اس بارہ میں بعد ذکر حرمت اشیاء مذکورین فرمایا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ پس جو شخص کہ بھوک سے بیقرار ہو اور اسکی نیت گناہ کی نہو اور بقدر سد رمق کھائے تو اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے

محی الدین:۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ؕ اللہ اکبر جان کی حفاظت کے لئے خلاق عالم نے اپنے بندونکو کس قدر وسعت دی ہے پس اب تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت میں ہم نے تمہیں مرجانیکو کہا تھا اور درجہ شہادت دیا تھا اگر واقعی ہم ویسا کرتے تو شہادت تو درکنار معاصی اُٹھتے پس اب میں

اپنی اس رائے سے توبہ کرتا ہوں اب مجھے مطلق شک نہیں کہ حفاظت جان کے لئے تقیہ کرنا شرعاً و عقلاً نہایت صحیح ہے بلکہ بعض حالتوں میں تقیہ نکرنا صریح بے وقوفی ہے جیسا قیصر ہند کی سلطنت میں تقیہ کرنا

علی رضا: جزاکم اللہ فی الدارین خیراً جب عقلاً آپ مان چکے کہ تقیہ اچھی بات ہے تو میں ایک سنی مذہب کی مستند کتاب سے ثابت کرو دیتا ہوں کہ جن حالتوں میں شیعہ مذہب کی رو سے تقیہ جائز ہے انھیں حالتوں میں سنی مذہب کی رو سے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

کتاب اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت کی عبارت صفحہ ۳۱۵ چھاپہ نولکشور سے لفظاً لفظاً نقل کرتا ہوں

"اے عزیز جان تو کہ جھوٹ بولنا اس سبب سے حرام ہے کہ دلمیں اثر کرتا ہے اور صورت دل کو ناراست اور تاریک کر دیتا ہے لیکن جھوٹ بولنے کی ضرورت اپڑے اور آدمی مصلحتاً جھوٹ بات کہے تو دو وقت مصلحت آمیز درست ہے مگر دلمیں اُس سے کراہت رکھنا چاہیے اور اس سے کارہ ہے تو جھوٹ حرام نہیں ہے اسواسطے کہ جب اس سے کارہ رہیگا تو دل اثر نہ قبول کرے گا اور خراب نہوگا اور جب خیر کے ارادہ سے جھوٹ بولے گا تو دل تاریک نہوگا اور اسمیں شک نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے بھاگ جائے تو سچ بولنا نہ چاہیے کہ وہ وہاں ہے بلکہ یہاں پر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ ناگفتنی ہے لیکن اگر سچ بولنے سے بھی کوئی شر پیدا ہو جو ممنوع ہے تو عدل و انصاف کی ترازو میں تولنا چاہیے اگر اسبات کا ہونا جھوٹ کے ہونے سے شرع میں زیادہ مقصود ہے مثلاً لوگوں میں لڑائی جور خصم میں بگاڑ مال

ضائع ہونا بھید کھل جانا گناہ کے سبب سے فضیحت ہونا تو اُسوقت جھوٹ بولنا اباح ہے اس واسطے کہ شرع میں ان باتوں کا شر جھوٹ کے شر سے بہت زیادہ ہے یہ ایسا ہے جیسا جان کے خوف سے مردار چیز حلال ہو جاتی ہے اس واسطے کہ شرع میں جان بچانا مردار کھانے سے زیادہ ضرور ہے"

محی الدین:۔ مجھے اس مسئلہ سے مطلق واقفیت نہ تھی اس کتاب سے تو تقیہ پاک ہو جاتا ہے پھر تقیہ کو حضرات سنت وجماعت کس دلیل سے اور کس منہ سے بُرا کہتے ہیں میرے سمجھ میں نہیں آتا تقیہ کسی طرح اس مسئلہ سے زیادہ نہیں ہے

علی رضا:۔ بھائی اگر غور کرو تو سب مذہب والے تھوڑا بہت تقیہ کرتے ہیں کسی نے اسکا نام پالسی اور کسی نے حکمت عملی اور کسی نے رمز سلطنت قرار دیا ہے لیکن باظہار مسئلہ تقیہ میں سوائے شیعوں کے سب تقیہ کرتے ہیں کتاب سیرۃ الفاروق صفحہ ۲ میں خود حضرت عمر کا یہ قول موجود ہے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر اس عظیم مجمع کو خطاب کیا اور کہا کہ اے لوگو کل جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ صحیح نہ تھا اور وہ خدا کی کتاب اور اس کے وعدہ کے خلاف تھا یہ ارشاد حضرت کا متعلق اسی الکشین یعنی واقعہ خلافت کے ہے اور جس قول کی حضرت نے تردید کی اُس سے نفع ناجائز حضرت ابوبکر کا متصور تھا پس وہ قول تو میری تعریف کی رو سے بھی کذب میں داخل ہو جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس امیر معاویہ نے خلاف شرط صلح یزید کو اپنا جانشین بنانے کی غرض سے اپنے سب ملک والوں کو دھوکا دیا اور صاف صاف جھوٹ بولے کتاب اظہار الہدے میں جو مناظرے کی کتاب ہے یہ صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ مرقوم ہے کہ اولاً امیر معاویہ نے امام حسین اور عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن زبیر و عبد اللہ ابن عباس سے بیعت یزید

چاہی لیکن ان لوگوں نے انکار کیا تب خلوت میں لیجاکر ان لوگوں کو طمع دل وستارع دیا لیکن اسپر بھی یہ لوگ راضی نہوئے اور صاف انکار کیا جب امیر معاویہ خلوت سے باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات قرار پائی آپ نے مصلحتاً فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن عباس نے خلوت میں یزید کی بعیت کی اور امام حسین نے وعدہ کیا ہے کہ جسوقت عبدالرحمان ابن ابی بکر بعیت کریں گے ہم بھی بعیت کرلیں گے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا

پس قابل غور ہے کہ امیر المومنین اور حاکم شرع کے لئے تو مصلحتاً جھوٹ بولنا جائز ہو لیکن مظلوم شیعہ اگر اپنی جان بچانے کے لیے بھی تقیہ کریں تو گنہگار!!

محی الدین:۔ مگر یہ بات پھر رہجاتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کیوں تقیہ نکیا

علی رضا:۔ اسکا جواب تفصیلی ہم دوسری کہانی والے اعتراض میں دے چکے ہیں وہی کافی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کو صرف زبان سے کچھ کہکر جان بچانا نہ تھا بلکہ حضرت سے بعیت طلب کی جاتی تھی اور اُسکا نتیجہ ایسا خراب تھا کہ ایک عالم کا ایمان بگڑ جاتا اور شمع شریعت گل ہوجاتی پس وہ ہرگز محل تقیہ نہ تھا

محی الدین:۔ سچ ہے اسکو تو میں مان چکا ہوں کہ سر دینا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنی جگہ پر نہایت واجب تھا۔

علی رضا:۔ حفاظت جان کی مثال میں نے مسئلہ تقیہ کے جلد سمجھ میں آنے کے لیے دی ہے اسی سے اور مثالیں قیاس کرو

سابقاً مکہ معظمہ میں کوئی شخص سوائے سنی مذہب کے جا نہیں سکتا تھا اس لیے شیعہ تقیہ کرتے تھے پس کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہاتھ باندھ کر جو اُنھوں نے نماز پڑھی تو گُناہ کیا؟

اور اُسکے ذریعہ سے مشرف بہ حج ہوئے تو یہ اُنھوں نے برا کیا ؟ غور تو کرو کہ اگر ایک شیعہ یہاں سے معہ عیال واطفال براہ خشکی بمبئی جاتا اور بعدہ سابق کے بادی جہاز پر ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتا ہوا جدہ پہنچتا اور وہاں اونٹ کی سواری پر ٹھوکریں کھاتا ہوا مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتا اُسوقت وہاں کے دربان کہتے کہ اگر ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا قبول کرو تو جاؤ ورنہ واپس اُسوقت اگر یہ شخص اپنے جوش مذہب میں حج سے محروم سیدھا گھر پھر آتا کیونکہ غیر سلطنت میں سوائے اسکے چارہ نہ تھا تو لوگ اسکو کیا کہتے اور تم اُسکا استقبال کیونکر کرتے ۔

محی الدین: ایسے آدمی کا تو سوائے پاگلخانہ کے اور کہیں گذر نہوتا اور ہم تو اُسکا استقبال بغیر اُسکے باسلیق کی فصد کے کبھی نہ کرتے ۔

علی رضا: یہی مسئلہ تقیہ ہے۔ اور اُسکو لوگ اسقدر بُرا کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حفاظت جان تو ایک بہت بڑی چیز ہے خفیف وجہ کی غلط بیانی فرقہ اسلام بلکہ ہر شائستہ قوم کی تہذیب میں داخل ہے کیا علمائے سنت وجماعت کے آپس کی خط وکتابت میں ڈیڑھ ڈیڑھ گز کے القاب نہیں لکھے جاتے ؟ کیا ابلغ البلغا اکمل الکملاء قبلہ کونین وکعبہ دارین وغیرہ وغیرہ ہمیشہ سچ ہوتے ہیں ؟

تمہیں معلوم ہوگا کہ انگریزی میں جب ایک صاحب دوسرے صاحب کو باضابطہ چٹھی لکھتے ہیں تو گو معاملہ بالعکس ہو اپنے کو یوں لکھتے ہیں "مجھے فخر ہے کہ میں آپکا فرمانبردار ملازم ہوں" ۔

اسوقت اگر کوئی آپکو کہے کہ آپ تو انگریزی میں بڑے فائق ہیں تو آپ راہ انکساری ضرور کہینگے کہ نہیں حضور میں تو کچھ بھی نہیں جانتا کیونکہ تہذیب قومی اسکی مقتضی ہے تب میں پوچھتا ہوں کہ جب بےضرر غلط بیانی شائستہ قوموں کی تہذیب میں داخل ہے تب وہ بےضرر غلط بیانی جس سے بیگناہونکی جان بچے قابل الزام کیوں ہوگی ؟ ۔

محی الدین: ہرگز نہیں اب مجھے اس مسئلہ کے نہایت معقول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ابتدائے تقریر سے آپنے ہر مسئلہ متنازعہ فیہ کو آیات قرآنی سے ثابت کیا ہے کیا در بارہ مسئلہ تقیہ کے کسی آیت قرآنی سے تائید نہیں ہوسکتی ہے ؟

علی رضا: قرآن میں تو نص صریح موجود ہے لیکن آپ لوگ جنٹلمین انگریزی دان جبتک کسی مسئلہ کو عقل سے نہیں مانتے تبتک کسی کی کب سنتے ہیں اسلئے میں نے ابھی تک اپنی تقریر کی تکمیل نص صریح سے نہ کی تھی اب آپکی فرمائش کے بموجب عرض کرتا ہوں قبیلۂ بنی مخزوم مسلمانونکو بوجہ اسلام کے بہت ستاتے تھے جناب حضرت عمارؓ یاسر کی والدہ معظمہ کو ظالموں نے نہایت بے حرمتی سے شہید کیا اور جب حضرت عمارؓ یاسر نے یہ حال دیکھا تو جو کچھ کفار نے کہنے کو کہا زبان سے کہدیا جب یہ خبر جناب رسول مقبولؐ کو پہنچی کہ عمارؓ کافر ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں عمارؓ کا گوشت پوست اور مغز ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ الغرض جب حضرت عمارؓ نے کفار کے ہاتھ سے رہائی پائی تو نہایت غمناک و محزون اور شرمندہ خدمت بابرکت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں حاضر ہوئے حضرت نے اپنے دست حق پرست سے آنسو پوچھا اور تسلی دی یہانتک کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت میں پھر بھی کفار تم سے اسی طرح پیش آئیں تو تم وہی کرنا چنانچہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت شریف نازل ہوئی +

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ یعنی جو شخص کہ بعد ایمان کے کفر کرے وہ مستوجب غضب ہے، الا وہ شخص جو ایسا امر یعنی کفر بکراہیت یعنی بجبر کرے درحالیکہ قلب اُسکا مطمئن ہو یعنی قلب میں پکا مسلمان قائم رہے تو وہ گنہگار نہیں ہے، پس جب بحالت جبر زبان سے کلمہ کفر نکالنا جائز ٹھہرا تو واسطے حفاظت جان کے کسی شیعہ کا اپنے کو سنی کہنا کیوں ناجائز ہوگا +

محی الدین: اس آیت سے تو سارا جھگڑا مٹ جاتا ہے اب اُن کا صرف ایک اور اعتراض باقی ہے یعنی وہ لوگ تمسخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ تم لوگ زیارت میں اُنگلی کیوں اُٹھاتے ہو؟

علی رضا: یہ امر نہایت ہی فروعی ہے ایسے ایسے امور میں قیل وقال فضول ہے ایسے ایسے امور ہر ملت مذہب میں ہیں مذہب سنت جماعت میں ہے کہ اگر نمازی لنگی پہنے ہو تو اسکو پچھوا کھول دینا چاہئے صاحب میں پوچھتا ہوں کہ اگر بوقت زیارت اُنگلی اُٹھانا بے معنی ہے تو طاعت معبود کے وقت پچھوا کھولنا چہ معنی وارد؟ ان امور کو رواج عام پر چھوڑ دینا مصلحت ہے +

محی الدین: بھائی حق تو یوں ہے کہ نماز کیوقت کچھ لکھوانے میں مجھے فطرتی شرم آتی تھی مگر حکم شرع سے مجبور تھا خیر وہ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ زیارت کے وقت اُنگلی کیوں اٹھاتے ہو ؟

علی رضا:۔ یہ ایک اعتقادی بات ہے یعنی بوقت زیارت حضور قلب طرف روضۂ اقدس امام حسین علیہ السلام کے رکھنا چاہئے۔ پس اسی حضور قلب کو روضۂ انور کیطرف رجوع کرنیکے لئے جب دور سے زیارت پڑھتے ہیں تو روضۂ اقدس کیطرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے جب روضۂ اقدس میں زیارت پڑھتے ہیں تو اسکی ضرورت نہیں۔

محی الدین:۔ جَزَاکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا ۰ ماشاء اللہ تمہارا کیا کہنا۔ حق تو یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے اور کیسے کیسے مشکل اعتراضوں کو عقلاً و نقلاً و شرعاً کس آسانی سے حل کیا ہے خداوند عالم دونوں جہان میں تمہیں جزائے خیر دے۔ اور جمیع مقاصد دینی و دنیوی تمہارے برلاوے الٰہی آمین ثم آمین !

علی رضا:۔ میں تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن حقیقت میں اس تقریر کی اہمیت میری کوئی تعریف نہیں ہے اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی میں نے تمہارے سامنے واقعات اصلی اور صحیح بیان کر دیئے ہیں اُن میں کوئی عبارت آرائی ہے اور نہ کسی قسم کا مبالغہ ہے مجھے اسکا البتہ کمال افسوس ہے کہ میرا پاک مذہب کسقدر جھوٹے جھوٹے اتہامات اور الزامات سے بدنام کیا گیا ہے ورنہ اگر کوئی بغور دیکھے تو صاف معلوم ہو کہ اہلبیت طاہرین کے طریقے پر چلنے والا شیعوں کے برابر کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ان کے مذہب کا دارومدار خدا اور رسول و اہلبیت طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام و اقوال پر ہے مگر ایسے فرقہ کی نسبت اتہام کیا گیا ہے کہ یہ فرقہ قائم کیا ہوا عبد اللہ بن سبا یہودی کا ہے !!

حضرت ابوبکر خلیفہ اول کو صرف چند ایسے خفیف الاوقات اشخاص نے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی پروا نہ کر کے فساد کرنے کو تیار تھے سقیفہ میں خلیفہ بنایا اسکو مشہور کر دیا کہ یہ خلافت جمہوری تھی !!

تبرا کو ہم نے ثابت کیا کہ رکن مذہب اسلام ہے وہ جس لفظ کو ہم استعمال کرتے ہیں وہ لفظ قرآن میں سینکڑوں جگہ واقع

ہے اُسکو مشہور کردیا کہ تبرا گالی بکنے کو کہتے ہیں گویا نعوذ باللہ قرآن گالیوں سے بھرا ہوا ہے !!

تعزیہ داری کو ہم نے ثابت کردیا کہ ایک اچھا ذریعہ حصول مودت اہل بیت علیہم السلام کا ہے اُسکو کہدیا کہ تعزیہ داری بُت پرستی ہے !!

تفسیر کبیر میں صاف مندرج ہے کہ ابتدائے اسلام میں متعہ جاری تھا اُس کو مشہور کردیا کہ متعہ رنڈی بازی کو کہتے ہیں گویا رسول مقبولؐ کی شریعت نے ابتدا میں رنڈی بازی کی تعلیم کی تھی !!

تقیہ کو ہم نے کس طرح عقلاً و نقلاً ثابت کیا کہ نہایت معقول اصول ہے اُس کو مشہور کردیا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ حالانکہ کیمیائے سعادت کو خود نہیں دیکھتے کہ اُن کے مذہب نے خود جھوٹھ بولنے کو جائز بلکہ بعض جگہ واجب قرار دیا ہے !

الغرض جہاں اس قدر کذب و بہتان کا تودہ و طوفان ہے وہاں کوئی آدمی کیا تقریر کرسکتا ہے۔ یہ بالکل فضل خدا تھا کہ تم نے ہر امر کی خوب تحقیق کی اور ہر بات کی صدق و کذب کو جانچتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ راہِ راست پر آگئے +

محی الدین:- لیکن انصاف شرط ہے اگر وہ لوگ ایسی ایسی جھوٹی باتیں نہ کرتے اور بالکل سچائی پر آجائیں تو پھر مذہب کا کہاں ٹھکانا ہے۔ مجھ ہی کو اگر ابتدا ہی میں سچی سچی باتیں معلوم ہوتیں تو میں کبھی اُس مذہب کو مانتا؟ ہرگز نہیں۔ مگر آپ لوگ لتنگ نہ ہوں دروغ کو کبھی فروغ نہ ہوگا اور آخر میں انشاء اللہ تعالے نور ایمان ہی مثل آفتاب عالمتاب کے صفحہ روزگار پر چمکیگا اور دونوں جہانمیں انشاء اللہ تعالے اسی کا بول بالا رہیگا والسلام +

تمت

غلطنامہ کتاب نور ایمان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۸	سائشتہ	شائستہ	۵۰	۸	کما خطب	لما خطب
۴	۱۹	گمراہ نہوے	گمراہ ہوے	۵۲	۸	بے عزت	بے غیرت
۵	۱۹	پس	بس	۵۳	۳	علیہا	علیہا اسلام
۷	۵	مِنْ اِنْ	مِنْ اَنْ	؍؍	۱۱	نکاح چار	نکاح کے چار
۷	۱۸	کہ کیا	کیا	۶۲	۴	علی سیف	علی لاسیف
۱۰	۲	اُس	اِس	۶۵	۱۸	حضور نے کہا	حضور نے
۱۲	۱۰	جن فریقین	جن کو فریقین	۹۰	۲	مولاہ وال	مولاہ اللّٰھم وال
۱۲	۱	ایسا لاکھوں	ایسا کہ لاکھوں	؍؍	۱۸	اگر کو	اگر کوئی
۱۴	۱۵	خدا عالم	خداوند عالم	۹۸	۱۳	ان شکریہ	ان کا شکریہ
۲۰	۱۱	یاں حدیث	ہاں حدیث	۱۰۲	۱۴	کیلان	کیا اِن
۲۱	۱۳	وراثت قرابت	وراثت یا قرابت	۱۰۴	۱	فضل قریش	افضل قریش
۲۳	۴	صدیقہ	صدیقیہ	۱۲۱	۱۶	ابن عم	ابن اُم
۲۷	۱۱	کنار ہین	کنار میں	۱۲۶	۱	وہ یسا	ویسا
۳۷	۶	ٹھک	ٹھگ	۱۳۰	۱۶	قاب و	قاب
۳۸	۹	مجلس	محبس	۱۴۴	۱۳	لمودۃ القربیٰ	لمودۃ فی القربیٰ
۴۰	۲	معلوم ہوگا	معلوم ہوتا ہوگا	۱۶۳	۱۲	گاوو خدو	گاو خورد
؍؍	۳ و ۵	حفضہ	حفصہ	۱۶۸	۷	عظیم ہوتا	عظیم ہونا
؍؍	۴	اُمی بت	اُمی وبنت	۱۶۳	۱۱	لا اہلک	لِاَہلِکَ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۵	۱۲	انت فاطمہ	آتت فاطمہ
۱۹۳	۱۷	خدا پر تخت	خدا تخت
۱۹۶	۹	اگر ممکن	اگر ناممکن
۱۹۷	۵	دابر اسلام	دائرہ اسلام
؍؍	۱۹	نقابل	تقابل
۱۹۸	۵	لِاَنَّ	اِنَّ
۱۹۹	۱۵	خلافت خلار	خلافت خلفاء
۲۰۰	۳	وَلَعْنَہٗ	وَلَعَنَہٗ
۲۱۸	۲	وَابْتَغُوا اللہ	وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ
۲۲۸	۲	ثواب الجنتہ	تُوْرِثُ الْجَنَّۃَ
۲۳۰	۴	شَرَبَتَہٗ	شَرْبَۃً
۲۳۷	۶	مسلمان کر	مسلمان کو
۲۴۳	۱۰	لڑکے اِس	لڑکے کو اس
۲۴۷	۸	حنیفہ وقت	خلیفہ وقت
۲۴۹	۸	علیہما اسلام	علیہا اسلام
؍؍	۱۴	ڈھایا حا	ڈھایا
۲۵۰	۳	اسی	اس
؍؍	۱۴	شب	سب
؍؍	۱۹	ایگارہ	گیارہ
۲۵۲	۲	وہ ویسا	ویسا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۲	۶	وسکرنڈینٹ	ڈسکریڈینٹ
؍؍	۱۷	مختار نقفی	مختار ثقفی
۲۵۴	۳	ایسی اعتنائی	ایسی بے اعتنائی
۲۵۹	۱۵	فخر اسمان	قمر اسمان
۲۷۹	۲	صاماب	واہبات
۲۸۴	۱۱	ابوبکر نے	ابوبکر کے
۲۸۹	۹	جب جسے	جیسے
؍؍	۱۷	وضلع	وضیاع
۳۱۰	۱۵	ظرف	حرف
۳۱۱	۹	مَوْلَاہُ وَاِلِ	مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ
۳۱۴	۱۹	سبحان	سبحان اللہ
۳۲۳	۱۵	درشتی ہی	درشتی سے
۳۲۵	۸	متع	متعہ
۳۳۳	۱۹	اس بڑہ	اس سے بڑہ
۳۳۴	۱۹	جسرح	حرج
۳۳۵	۹	اسلو	اُسکو
۳۵۰	۱	حال جب	حال تھا جب
۳۶۸	۱۵	تخریب	تحزیب
۳۷۰	۱۸	سے کس	سے کسی
۳۸۲	۱۳	غذرہ کر	غذار ہکر
۳۸۳	۱۵	بڑھو دن	بڑھوادین
۳۹۵	۱۷	جناب جناب	جب جناب
۳۹۹	۱۷	کوو کھودبا	کو دھو کھادیا

مختصر فہرست کتب موجودہ "امامیہ کتب خانہ لاہور"

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان ہر سہ جلد	۱۵ صہ	رسالہ اعتقادیہ	۲/
تہذیب المتین ہر دو جلد	ہعہ/	جامع رضوی ترجمہ فارسی شرایع الاسلام	۴عہ/
تحفۃ العوام کلاں نولکشور پریس لکھنؤ	۱۰/	جامع جعفری " اردو "	سے/
" " " مطبع یوسفی دہلی	۱۱/	حملہ حیدری نظم فارسی از مرزا رفیع باذل	سعہ/
" " " " اثنا عشری لکھنؤ	عہ/	شمشیر امامت (پنجابی) بجواب سیف سنت	۳/
جامع عباسی بت بابی اردو	۸عہ/	گلزار پنجتن (پنجابی)	۰۲/
" " فارسی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ	۱۲/	یادگار حسین	۵/
" " " لاہور	عہ/	خطبہ بے الف	۵/
حلیۃ المتقین از ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ مطبوعہ لکھنؤ	۱۰/	توحید الائمہ	۱عہ/
زاد المعاد مترجم فارسی	۴عہ/	مسدس کوثری	۴/
بعد حمد ہندی	[illegible]	مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین	سعہ/
اصلاح الرسوم بکلام المعصوم	عہ/	خلاصۃ المصائب اردو	۱۰/
عزادات حیدری ترجمہ اردو حملہ حیدری	۴عہ/	دہ مجلس اردو	۰۳/
ہدایۃ الصلوٰۃ	۲/	سر الشہادتین عربی معہ ترجمہ اردو	۱/
تنبیہ الاطفال	۱/	روضۃ الشہدا فارسی	۱۰/
خلاصۃ الطاعات	۴/	ذکر الشہادتین	۰۳/
رسالہ احکام النساء	۰۲/	ذائقہ ماتم	۲عہ/
بنیاد اعتقاد	۲/	ثبوت شہادت از مولوی سید محمد ہارون صاحب	۰۳/

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توضیع عزا	عہ ر	ریہ الم	ار
عین البکا	۶ر	تصویر غالب و مغلوب	۶ر
در المصائب ہر پنج جلد اردو	عہ ۸ر	پاکیزہ خیال	ار
نور العین ترجمہ خصائص حسین	عہ ر	لفظ رافضی کی تحقیقات	ار
فضائل مرتضوی	۱۰ر	آیات محکمات	۶ر
نور العین فی معراج سید الکونین	ار	احسن الدلائل	۵ر
قرآن السعدین	۴ر	رمی الجمرات ہر سہ جلد	للعہ ر
شمس المشرقین	۲۰ر	الفرق حصہ اول	عہ ۴ر
رسالہ حسنیہ اردو	۵ر	؍؍ ؍؍ دوم	۲عہ ۱۲ر
ذخیرہ مناقب	۵ر		
انوار الہدےٰ	عہ ر	علم میراث کا نیا رسالہ	۲ر
شمس الضحیٰ	عہ ۴ر	رسالہ میراث	ار
نجم الہدےٰ	عہ ر	تنبیہ الخوارج	۲ر
سیف مسلول	عہ ر	عین الیقین لنفی رویت رب العالمین	۲ر
قول فیصل المعروف مرقع السلام	عہ ۲ر	دلیل المتحیرین	عہ ر
		کلام المتین	۲ر
رسالہ سجادیہ	۸ر	صحیفہ کاملہ معہ ترجمہ اردو	عہ ر
دلیل الحسنات علےٰ طریق الصلوٰۃ	۳ر	تاریخ اعثم کوفی	عگر
دفع مغالطہ	۸ر	تاریخ الانبیا ہر سہ جلد	صہ ۸ر
اسنی المطالب فی نجات ابی طالب	۵ر	سوانح عمری حضرت علیؑ	عگر ۲ر
تحفۃ العارفین	۵ر	حیات القلوب	للعہ ۴ر

تمام درخواستیں بنام سید مہدی حسین ترمذی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور آنی چاہئیں

اعلان

ہر چند اس کتاب کی بذریعہ قانون سرکاری رجسٹری ہو گئی ہے۔ مگر میں نے آج اس کتاب کو کریم ابن کریم رحیم ابن رحیم امام ابن امام دُرِ یگانہ دریائے مجمع بحرین بخون تپیدۂ کرب وبلا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نذر کر کے جملہ حقوق تالیف و تصنیف و نقل کتاب ہذا کو اُسی آقائے کونین علیہ السلام کے لیئے عوام الناس پر فی سبیل اللہ وقف کیا۔ "گر قبول اُفتد زہے عز و شرف"۔ اب جسکا دل چاہے بذریعہ چھاپنے چھپوانے کے اس کتاب سے متنفع ہو مجھے کوئی دعوے یا مخاصمہ نہیں ہے ۰

فی التاریخ چہارم جمادی الاول ۱۳۲۶ہجری

احقر العباد

سید خیرات احمد عفی عنہ وکیل و
سکرٹری انجمن امامیہ گیا
مصنف